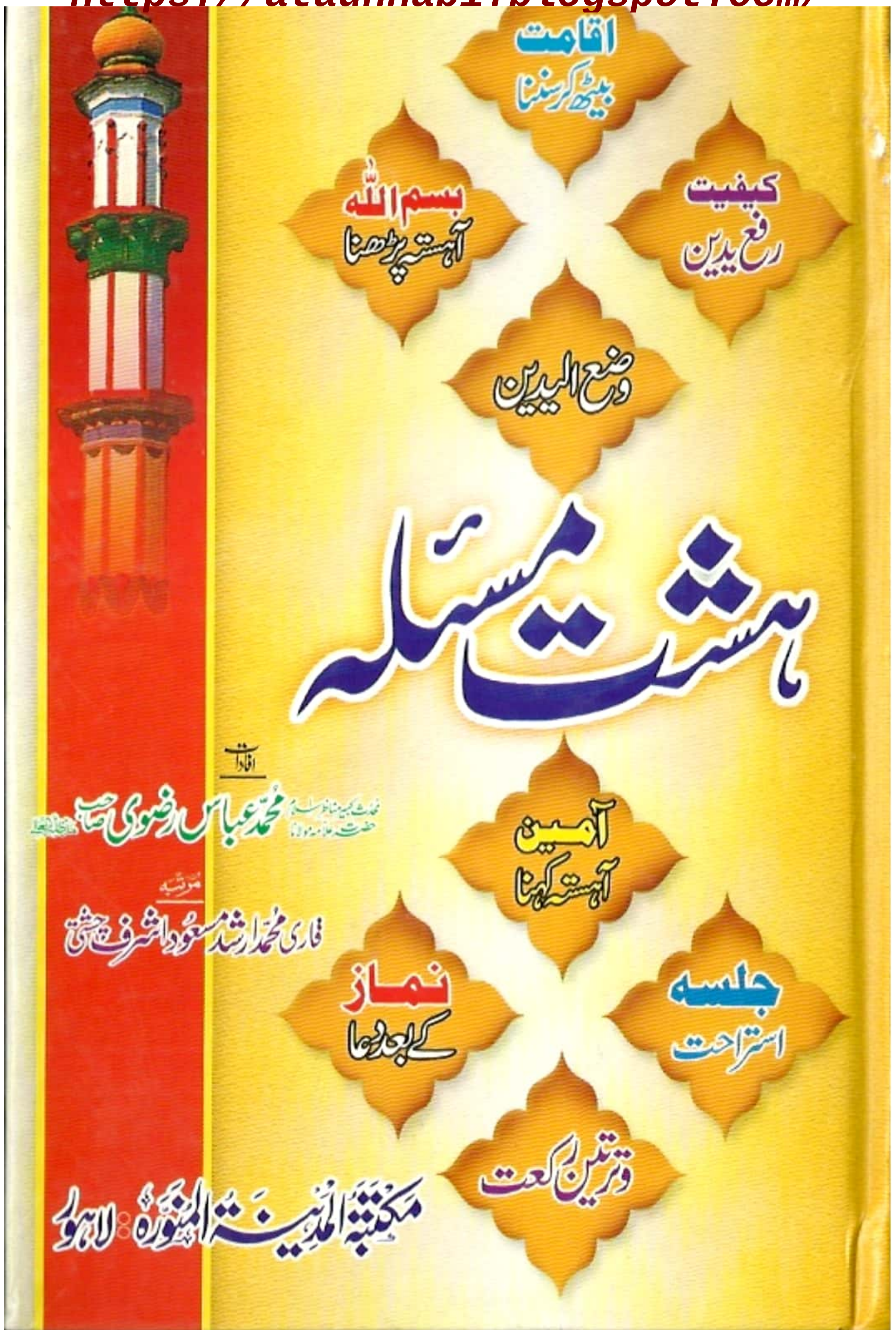

اقامت
بیٹھ کر سننا
بسم اللہ
آہستہ پڑھنا
کیفیت
رفع یدین
وضع الیدین
ہشت مسئلہ
افادات
محمد عباس رضوی صاحب
مرتبہ
قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی
آمین
آہستہ کہنا
نماز
کے بعد دعا
جلسہ
استراحت
وتر تین رکعت
مکتبۃ المدینۃ المنورہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہشت مسئلہ

افادات

محدث کبیر، ناصر اسلام حضرت علامہ مولانا
محمد عباس رضوی مدظلہ

ترتیب و تدوین و اضافہ

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

مکتبۃ المدینۃ المنورۃ
مرکز الاویس لبابا مارکیٹ لاہور روڈ حافظ آباد
0300-6522335
0334-4418784

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہشت مسئلہ

افادات۔۔مناظر اسلام محمد عباس رضوی صاحب مدظلہ العالی

مرتبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی

طبع۔۔۔۔۔۔۔۔اول

قیمت۔۔۔۔

ناشر

مکتبۃ المدینۃ المنورۃ لاھور

حافظ آباد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمداللہ و بہ نستعین ،والصلاۃ و السلام علی سید المرسلین .امابعد

تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہیں اور درود و سلام آقا کریم ﷺ کی ذات والا کے لئے۔اس کتاب کو جمع کرنے اور ترتیب دینے کا سبب یہ بنا کہ اکثر دوست احباب نے مجھے حکم فرمایا کہ قبلہ سیدی وسندی مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی مدظلہ العالی کے وہ اشتہارات جو آپ نے مختلف موضوعات پر مختصرا لکھے تھے ان کو کتابی شکل میں لایا جائے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کرسکیں کیونکہ اشتہار کی نسبت رسالہ یا کتاب کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے تو بندہ ناچیز نے ان کو جمع کیا تو وہ آٹھ مختلف موضوعات تھے جو کہ نماز کے مسائل پر مشتمل تھے اور ایک دعا کے متعلق،تو ان کو ترتیب دیا لیکن جب قبلہ سے مشورہ کیا تو آپ فرمانے لگے کہ ،،رفع الیدین،،اور فاتحہ خلف الامام،، پر مستقل کام کی ضرورت ہے ان کو اس میں شامل نہ کریں تو ان کی جگہ دو مسئلے ،،کیفیت رفع الیدین،،اور ،،نماز میں ہاتھ باندھنے کا محل،،فقیر نے اپنی طرف سے جمع کرکے شامل کردیے۔اور قبلہ مناظر اسلام مدظلہ العالی کے اشتہارات کے مضامین کو علیحدہ ترتیب اور کچھ اضافہ کے ساتھ جمع کردیا۔قبلہ کی ان پر نظر ثانی تو نہ ہوسکی لیکن میں نے اپنی طرف سے تو پوری کوشش کی ہے کہ ان میں غلطی نہ رہے لیکن ،،الانسان مرکب من الخطاء والنسیان ،، کے سبب غلطی رہ جانا کوئی بڑی بات نہیں تو میں قارئین سے التماس کروں گا کہ ان میں اگر کوئی کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو مجھے اطلاع دے کر شکریہ کا موقع دیں۔تاکہ آئندہ اس کو درست کیا جاسکے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرماتے ہوئے عوام الناس کو بھی اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اور اس کو ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے۔آمین۔

بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ و علی الہ و اصحابہ اجمعین .

خادم مناظر اسلام،

قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی عفی عنہ۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ نمبر (۱)

اقامت بیٹھ کر سننا مسنون و مستحب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد عبدہ ورسولہ ﷺ.

اما بعد:

اقامت بیٹھ کر سننا مسنون و مستحب ہے اور کھڑے ہو کر سننا مکروہ و سخت ناپسندیدہ ہے یہی مسلک صحابہ کرام و تابعین عظام اور علمائے مجتہدین رضی اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور یہی مذہب امام اعظم امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر رحمہم اللہ کا ہے اور ''حی علی الصلوٰۃ'' کے وقت کھڑے ہونے میں ہمارے آئمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ متفق ہیں۔

اس لئے یہ مسئلہ احناف میں اجماعی ہے لہذا کسی بھی حنفی کو اس مسئلہ سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے اور یہ مسئلہ تقریباً تمام فقہ حنفی کی کتابوں میں ایسے ہی لکھا ہوا ہے۔ لیکن بعض لوگ اس سے غافل ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ مختصر اس مسئلہ پر اس اشتہار میں روشنی ڈالی جائے۔ مجتہدین بالخصوص آئمہ احناف کا کیا مذہب ہے۔

اقامت بیٹھ کر سننے کا ثبوت احادیث مبارکہ سے

امام ترمذی اپنی جامع میں باب باندھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(باب کراھیۃ ان ینتظر الناس الامام و ھم قیام عند افتتاح الصلوٰۃ)

باب اس بیان میں کہ لوگوں کا کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے افتتاح نماز کے وقت

حدیث نمبر (۱)

عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی خرجت. وفی

حضرت عبد اللہ بن قتادہ نے اپنے والد سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اقامت کہی جائے تو تم کھڑے نہ ہوا کرو جب تک کہ مجھے کھڑے

الباب عن انس وحديث انس غير محفوظ قال ابو عيسىٰ حديث ابى قتادة حديث حسن صحيح وقد كره قوم من اهل العلم من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم وغيرهم ان ينظر الناس الامام وهم قيام وقال بعضهم اذا كان الامام فى المسجد فاقيمت الصلوٰة فانما يقومون اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة. وهو قول ابن المبارك (۱)

نکلتا ہوا نہ دیکھ لو اور اس باب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے اور حدیث انس غیر محفوظ ہے امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ ابی قتادۃ کی حدیث حسن صحیح ہے اور تحقیق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اہل علم نے (کھڑے ہو کر تکبیر سننے کو) مکروہ جانا ہے اور دوسرے اہل علم نے بھی مکروہ کہا ہے اور بعض اہل علم نے کہا کہ جب امام مسجد میں موجود ہو اور اقامت کہی جائے تو جب مؤذن ,, قد قامت الصلوۃ،، کہتا تو وہ اسوقت کھڑے ہوتے تھے اور عبد اللہ بن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔

---

(۱)(اخرجه الترمذى فى الجامع صفحه ۲۰۲ برقم ۵۹۱ لفظ له، والبخارى فى الصحيح جلد ۱ صفحه ۸۸ ،برقم ۶۳۷ ،وبرقم ۶۳۸ و مسلم فى الصحيح جلد ۱ صفحه ۲۲۰ ،برقم ۶۰۴ والنسائى فى السنن المجتبىٰ جلد ۱ صفحه ۱۱۱ و صفحه ۱۲۸، وفى السنن الكبرى جلد ۱ صفحه ۲۸۲ برقم ۸۶۵،و۵۱۳ برقم ۱۶۵۱ والدارمى فى السنن جلد ۱ صفحه ۳۲۳ برقم ۱۲۷۱، ۱۲۷۲ و احمدفى مسنده جلد۵ صفحه ۲۹۶ برقم ۲۲۹۰۰ و صفحه ۳۰۳، برقم ۲۲۹۵۱ و صفحه ۳۰۴ برقم ۲۲۹۵۷ و صفحه ۳۰۵ برقم ۲۲۹۶۸ و صفحه ۳۰۷ برقم ۲۲۹۸۷ و صفحه ۳۰۸ برقم ۲۲۹۹۸ و صفحه ۳۰۹ برقم ۳۰۱۰ و صفحه ۳۱۰ برقم ۲۳۰۱۸ و برقم ۲۳۰۲۶ و ابن حبان فى الصحيح (الاحسان) جلد۳ صفحه ۱۲۵ برقم ۱۷۵۲ وجلد ۵ صفحه ۶۰۰ برقم ۲۲۲۲،و ۶۰۱ برقم ۲۲۲۳ و ابن ابى شيبة فى المصنف جلد ۱ صفحه ۳۴۳ و عبدالرزاق فى المصنف جلد ۱ صفحه ۵۰۴ برقم ۱۹۳۲ و الاصبهانى فى المسند المستخرج على صحيح الامام مسلم جلد ۲ صفحه ۲۰۰. ۲۰۱ برقم ۱۳۴۰. ۱۳۴۱. ۱۳۴۲، و ابو عوانة فى المسند جلد ۱ صفحه ۳۶۹. ۳۷۰ برقم ۱۳۳۵ تا ۱۳۴۱، و ابن خزيمه فى الصحيح جلد ۳ صفحه ۱۴ برقم ۱۵۲۶ و ۱۷ برقم ۱۶۴۴ ،والبيهقى فى=



اسی حدیث شریف کے تحت علامہ بدیع الزمان غیر مقلد برادر وحید الزمان غیر مقلد نے لکھا ہے (ف) اس باب میں انس سے بھی روایت ہے الخ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی اقامت بیٹھ کر سنتے تھے اس کا ثبوت عنقریب آئے گا۔ (انشاء اللہ)

حدیث نمبر۲

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس باب میں جس روایت کے متعلق فرمایا کہ وہ مندرجہ ذیل کتب میں ہے۔(۱)

محدثین نے اس روایت میں کلام کیا ہے لیکن وہ ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ والی صحیح حدیث موجود ہے اور ہم نے اس کو بطور شاہد ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے۔

حدیث نمبر۳

عن جابر بن سمرة قال قال النبی ﷺ اذا اقيمت الصلوٰة فلا تقوموا	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب

=السنن الصغری جلد ۱ صفحہ ۳۱۱ و فی الکبری جلد ۲ صفحہ ۲۰ والشافعی فی السنن الماثورہ ۲۲۲ برقم ۱۵۸ و الطبرانی فی الاوسط جلد ۸ صفحہ ۲۴۳ برقم ۸۵۲۷ والحمیدی فی المسند جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ برقم ۴۲۷ و عبد بن حمید فی المسند جلد ۱ صفحہ ۹۵ برقم ۱۸۹ والمحاملی فی الامالی صفحہ ۹۶ برقم ۵۲ و ابو نعیم فی الحلیۃ جلد ۸ صفحہ ۳۹۱ والخطیب فی التالی تلخیص المتشابۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹۴ برقم ۱۷۲ و فی الموضح اوھام الجمع والتفریق جلد ۲ صفحہ ۳۰۸، وابن عساکر فی تاریخ دمشق جلد ۶۷ صفحہ ۱۴۳)

(۱)(اخرجہ الطبرانی فی المعجم الاوسط جلد ۹ صفحہ ۱۵۰ برقم ۹۳۸۷ والطیالسی فی مسندہ ۲۷۱ برقم ۲۰۲۸ و عبد بن حمید فی المسند جلد ۱ صفحہ ۳۷۵ برقم ۱۲۵۹ و ابن عدی فی الکامل جلد ۲ صفحہ ۱۲۷ والعقیلی فی الضعفاء الکبیر جلد ۱ صفحہ ۱۹۸ واحمد فی العلل و معرفۃ الرجال جلد ۲ صفحہ ۸۳ و جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

حتی ترونی. (۱)

نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو

حدیث نمبر ا کے تحت تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا کہ "مقتدی صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب ,,مؤذن حی علی الصلوٰۃ،، کہے اور جب قد قامت کہے تو امام تکبیر تحریمہ کہے"۔ امام شافعی نے کہا "مستحب یہ ہے کہ جب تک ,,مؤذن حی علی الصلوۃ،، سے فارغ نہ ہو جائے کوئی شخص صف میں کھڑا نہ ہو"۔ امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا "جب ,,مؤذن قدقامت الصلوۃ،، کہے تو کھڑے ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی وقت کھڑا ہوا کرتے تھے"۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا "اقامت کے بعد نماز شروع ہونا مسنون ہے" امام زفر نے کہا "جب مؤذن پہلی دفعہ ,, قد قامت الصلوۃ ،، کہے تو کھڑے ہو جائیں"۔ (۲)

نووی شرح مسلم میں ہے

اختلف العلماء من السلف فمن بعدهم متى يقوم الناس للصلوة و متى يكبر الامام فمذهب الشافعي رحمة الله عليه و طائفة انه يستحب ان لا يقوم احد حتى يفرغ المؤذن من الاقامة و نقل القاضي عياض عن مالك رحمة الله عليه و عامة العلماء انه يستحب ان يقوموا اذا

علمائے سلف اور خلف کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ نماز کیلئے کب کھڑے ہوں اور امام تکبیر کب کہے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک گروہ کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ کوئی بھی اس وقت تک کھڑا نہ ہو جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور عام علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ مستحب جانتے

(۱) (اخرجه الطبراني في الاوسط جلد ۲ صفحه ۱۲۱ برقم ۱۵۸۰ و في الصغير جلد ۱ صفحه ۴۹ برقم ۴۳ و ابو يعلى في المعجم صفحه ۱۸۱ برقم ۲۰۷ و قال الهيثمي في المجمع الزوائد جلد ۲ صفحه ۱۷۵ اسناده حسن)

(۱) (تفهيم البخاري جلد ۱ صفحه ۲۲۷. لفضيلة الشيخ غلام رسول الرضوى)



اخذ المؤذن فی الاقامة و کان انس رضی اللہ عنہ یقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوۃ وبہ قال احمد رحمہ اللہ و قال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ و الکوفیون یقومون فی الصف اذا قال حی علی الصلوۃ ...... (۱)

تھے کہ اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن اقامت شروع کر چکا ہو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن ,,قد قامت الصلوٰۃ،، کہتا اور یہی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور علمائے کوفہ نے کہا کہ صف میں اس وقت کھڑا ہو جس وقت مؤذن ,,حی علی الصلوٰۃ،، کہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ تمام علمائے مجتہدین شروع سے اقامت کھڑے ہو کر سننے کو ناپسند کرتے تھے۔

حدیث نمبر (۴)

عن عبد اللہ بن ابی اوفی کان اذا قال بلال . قد قامت الصلاۃ نھض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر. (۲)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ,, قد قامت الصلوٰۃ ،، کہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے پھر تکبیر کہتے۔

(اس میں حجاج بن فروخ ہے جس کو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے اور ابن معین نے بھی اس کی تضعیف کی ہے)

---

(۱) (شرح النووی علی صحیح مسلم ۱/۲۲۱)

(۲) (أخرجه البزار فی مسنده جلد ۸ صفحه ۲۹۸ برقم ۳۳۷۱،والبیهقی فی السنن الکبری جلد ۲ صفحه ۲۲ ،والمحشل فی التاریخ واسط صفحه ۴۳،وابن عدی فی الکامل جلد ۲ صفحه ۲۳۳ ،وذکره الهیثمی فی المجمع جلد ۲ صفحه ۱۰۳ ، والذهبی فی المیزان جلد ۲ صفحه ۲۰۴ ، و ابن حجر فی لسان المیزان جلد ۲ صفحه ۱۷۸ ،وفی کنز العمال جلد۸ صفحه ۲۶۶ برقم ۲۲۸۵۲ بحواله ابو الشیخ)



حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی بیٹھ کر اقامت سنتے تھے اور ,, قد قامت الصلوٰۃ ،، کے وقت کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ ابھی گزرا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ,, قد قامت الصلوٰۃ ،، کے وقت کھڑے ہونے میں چند اور حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

وکان انس رضی اللہ عنہ یقوم اذاقال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ ..(۱)	اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن ,, قد قامت الصلوٰۃ ،، کہتا۔

حضرت علامہ ابن حجر شافعی عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

عن انس رضی اللہ عنہ انہ کان یقوم اذا قال المؤذن وقد قامت الصلوٰۃ .رواہ ابن المنذر و غیرہ و کذا رواہ سعید بن المنصور عن طریق ابی اسحاق عن اصحاب عبد اللہ. (۲)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن ,, قد قامت الصلوٰۃ ،، کہتا تھا۔ اس حدیث کو ابن المنذر اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے اور ایسے ہی سعید بن منصور نے ابی اسحاق کی سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں سے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے کہا کہ ،، و روینا عن انس بن مالک انہ اذا قیل قد قامت الصلاۃ وثب فقام و عن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما انہ کان یفعل ذلک و ہو قول عطاء والحسن۔(۳)

---

(۱) (التمہید جلد ۹ صفحہ ۹۳ ،وعمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۰۶ بحوالہ ابن ابی شیبہ)

(۲) (فتح الباری شرح صحیح بخاری ۹۵/۳ ،وتحفۃ الأحوذی جلد ۳صفحہ ۱۲۲)

(۳) (السنن الکبری جلد ۲ صفحہ ۲۰)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان

عن ابی خالد الوالبی قال خرج علي وقد اقيمت الصلوٰة وهم قيام ينتظرونه فقال. مالي اراكم سامدين. (۱)

ابو خالد والبی سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے نماز کی اقامت ہو رہی تھی اور نمازی کھڑے آپ کا انتظار کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ کیا ہے کہ میں تمہیں مبہوت کھڑے ہوئے دیکھتا ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان

عن عطية قال كنا جلوسا عن ابن عمر فلما اخذ المؤذن في الاقامة قمنا. فقال ابن عمر. اجلسوا فاذا قال قد قامت الصلوٰة فقوموا ......(۲)

عطیہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہنا شروع کر دی تو ہم کھڑے ہو گئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب وہ ,,قد قامت الصلاۃ ,, کہے تو کھڑے ہونا۔

یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی چیز کے قائل تھے کہ اقامت بیٹھ کر سنی چاہیئے جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت انس، حضرت حسین بن علی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے ذکر ہوا۔

---

(۱) (اخرجه ابن ابی شيبة في المصنف جلد ۱ صفحه ۴۴۳ و عبدالرزاق في المصنف جلد ۱ صفحه ۵۰۴ برقم ۱۹۴۳)

(۲) (اخرجه عبدالرزاق في المصنف جلد ۱ صفحه ۵۰۶).

تابعین کے اقوال و افعال

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا فرمان

عن الحسن أنه كره أن يقوم الامام حتى يقول المؤذن قد قامت الصلاة (۱).

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ مکروہ سمجھتے تھے کہ امام مؤذن کے ,, قد قامت الصلاۃ ،، کہنے سے پہلے کھڑا ہو۔

حسن بصری اور ابن سیرین رحمہما اللہ کا فتوی

عن الحسن و ابن سيرين أنهما كانا يكرهان أن يقوما حتى يقول المؤذن ,, قد قامت الصلاة ،، (۲).

حضرت حسن اور ابن سیرین سے روایت ہے کہ وہ دونوں مکروہ سمجھتے تھے کہ مؤذن کے ,, قد قامت الصلاۃ ،، کہنے سے پہلے کھڑے ہوں

حضرت ابراہیم نخعی بھی اسی پر عامل تھے اور اسی پر فتوی دیتے تھے

عن ابراهيم قال. اذا قال المؤذن حى على الفلاح فانه ينبغى للقوم ان يقوموا فيصفوا . فاذا قال المؤذن قد قامت الصلوة . كبر الامام قال محمد وبه نأخذ وهو قول ابى حنيفه رحمة الله عليه وان كف الامام حتى يفرغ المؤذن من اقامته ثم كبر. فلا بأس به ايضا كل ذالك حسن .(۳)

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوۃ کہے تو لوگوں کیلئے مناسب ہے کہ وہ کھڑے ہو جائیں ۔اور صفیں باندھ لیں اور جب مؤذن قد قامت الصلوۃ کہے تو امام تکبیر کہے امام محمد نے کہا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے اگر امام رکا رہا یہاں تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہوگیا

(۱) (أخرجه ابن ابى شيبة فى المصنف جلد ۱ صفحه ۴۴۳)

(۲) (أخرجه ابن عبد البر فى التمهيد جلد ۹ صفحه ۱۹۰)

(۳) (كتاب الآثار الامام محمد صفحه ۲۱ برقم ۹۳)

پھر امام نے تکبیر تحریمہ کہی تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں یہ سب صورتیں بہتر ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں وہ بھی یہی فتویٰ دے رہے ہیں کہ اقامت بیٹھ کر سننی چاہیئے اور ,,حی علی الفلاح،، کے وقت کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کرنی چاہیئے اور حضرت ابن المبارک کا عمل پہلے گزر چکا ہے کہ آپ قد قامت الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوتے تھے۔ (کذا فی الترمذی)

حضرت ابراہیم نخعی کا قول

عن زبیر بن عدی عن ابراهیم قال سألته اقیاما ام قعودا تنظرون الامام؟ قال بل قعودا. (۱)

زبیر بن عدی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی سے پوچھا کہ لوگ امام کے انتظار میں کھڑے ہوں یا بیٹھیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ بیٹھیں۔

یہ حوالہ جات تھے جن سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین کرام کے بارے میں تصریحات نفیس اور اب آئمہ مجتہدین کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ: (از عبدالرحمٰن جزیری ازھری م۱۳۶۰)

اقامت ہونے پر نماز کیلئے مقتدی کے کھڑے ہونے کا وقت۔ اقامت سن کر مقتدی کو نماز کیلئے کب کھڑا ہونا چاہیئے اس بارے میں مسالک مختلف ہیں۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے

(۱) مالکیہ کہتے ہیں کہ اقامت کہنے والے کے سوا ہر شخص جو نماز پڑھنا چاہتا ہے جائز ہے کہ ,, اقامت کے دوران ہی یا اس کے بعد (اقامت سے پہلے نہیں) جتنی دیر میں چاہے کھڑا ہو جائے۔

(۲) شافعیہ کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ مقتدی اس وقت کھڑا ہو جب اقامت

(۱) (اخرجہ عبدالرزاق فی المصنف جلد ۱ صفحہ ۵۰۵ برقم ۱۳۹۴ و ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحہ ۴۴۳)

کہنے والا تکبیر پوری کر چکے۔

(۳) حنابلہ کہتے ہیں کہ اقامت کہنے والا جب قد قامت الصلوٰۃ کہے تب مقتدی کھڑا ہو بشرطیکہ امام کھڑا ہو چکا ہو ورنہ امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرے۔

(۴) حنفیہ کہتے ہیں کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تب (مقتدی کو) کھڑا ہونا چاہیئے۔ (کتاب الفقہ مترجم جلد اوّل صفحہ ۵۱۴)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس بات پر تمام امت کا اجماع ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سننا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سننا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ اب آیئے صرف فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں سے اس مسئلہ کے بارے میں دیکھتے ہیں۔

احناف کی حدیث اور فقہ کی کتاب موطا امام محمد میں لکھا ہے

قال محمد ینبغی للقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ان یقوموا الی الصلوٰۃ فیصفوا و یسووا الصفوف و یحاذوا بین المناکب فاذا اقام المؤذن الصلوٰۃ کبر الامام وھو قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو لوگ کھڑے ہوں اور صف بندی کریں اور صفیں برابر کریں اور کندھے ملا لیں پس جب مؤذن اقامت کہہ لے تو امام تکبیر کہے یہی قوم امام ابوحنیفہ کا ہے (موطا امام محمد ص ۸۹)

ردّ المختار جلد ا صفحہ ۴۱۵ مطبوعہ مصر میں ہے

ویکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن حی علی الفلاح

اور کھڑا ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن یہ کہ وہ (مقتدی) بیٹھ جائے اور جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے تو پھر کھڑا ہو۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۶۶ میں ہے

واذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل فی المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی و یفھم منہ کراھیۃ

ابتداء الاقامة والناس عنه الغافلون.

اور جب مکبر اقامت شروع کرے اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتو اس کو چاہیئے کہ وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہوکر انتظار نہ کرے کیونکہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے ایسا ہی مضمرات میں میں ہے اس عبارت سے اقامت سے پہلے قیام کا مکروہ ہونا سمجھ میں آتا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

اور ایسا ہی فتاوٰی عالمگیری اور وقایہ اور جامع الرموز میں لکھا ہے کہ کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے اور پھر دوبارہ اس وقت کھڑا ہو جبکہ مؤذن ,, حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح ،، پر پہنچے۔

اصلاح اور اس کی شرح ایضاح صفحہ ۴۵ میں ہے:

يقوم الامام والقوم عند حي على الفلاح قال في الذخيرة يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عنه علمائنا الثلث.

امام اور قوم ,, حی علی الفلاح ،، پر کھڑے ہوں ذخیرہ میں فرمایا کہ ہمارے آئمہ ثلاثہ امام اعظم ابوحنیفہ امام یوسف اور امام محمد کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر ,, حی علی الفلاح ، کہے۔

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۱۵۴/۵ میں ہے

وقال ابو حنيفه ومحمد يقومون في الصف اذا قال حي على الصلوٰة۔۔۔۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر ,, حی علی الصلوٰۃ ،، کہے۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰ میں ہے

وعن ابی حنيفه يقومون اذا قال حي على الفلاح......

حضرت امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ نماز کیلئے اس وقت کھڑا ہو جب مکبر حی علی الفلاح کہے

مجمع الانہر شرح الملتقی الابحر جلد ۱ صفحہ ۷۳ میں ہے

واذا قال المؤذن فی الاقامۃ حی علی الصلٰوۃ قام الامام والجماعۃ عند علمائنا الثلثۃ ھو الصحیح.

اور جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو اس وقت امام اور مقتدی کھڑے ہوں۔ ہمارے تینوں اماموں کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

جامع الرموز جلد ۱ صفحہ ۷۲ میں ہے:

یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوۃ ای قبیلہ لکن فی الاختیار اذا قال حی علی الصلوۃ و فی الاصل وغیرہ الاحب ان یقوموا فی الصف اذا قالہ المؤذن وھذا قول العلماء الثلثۃ وھو صحیح.

امام اور مقتدی حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں یعنی ذرا پہلے لیکن اختیار (فقہ کی کتاب) میں ہے کہ جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے اور کتاب الاصل وغیرہ میں فرمایا کہ زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ صف میں اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے یہی امام اعظم ابوحنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث ابی قتادۃ کے تحت فرماتے ہیں

چوں اقامت گفتہ شود برائے نماز پس برنہ خیزد (حتی ترونی قد خرجت) تا آنکہ بہ بیند مرا کہ بہ تحقیق بدون آمدم از درون خانہ فقہا گفتہ اند مذہب آنست کہ نزد حی علی الصلوٰۃ باید برخاست وشاید کہ بیرون آمدن آنحضرت ﷺ دریں وقت می بود (متفق علیہ) (اشعۃ اللمعات صفحہ ۳۲۱)

مالا بدمنہ میں حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

طریقہ خواندن نماز بروجہ سنت آن است کہ اذان گفتہ و اقامت وند دحی علی الصلوٰۃ برخیزد

(مالا بدمنہ صفحہ ۴۰)

نور الایضاح میں حضرت علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں

والقیام حین قیل حی علی الفلاح:

اور کھڑا ہونا اس وقت ہے جب مکبر حی علی الفلاح کہے۔

اس کے حاشیہ میں مولوی اعزاز علی دیوبندی نے لکھا ہے

ومن الادب قیام القوم والامام ان کان حاضر القرب المحراب وقت قول المقیم فی ضمن قوله هذا امر بالقیام فیجاب .

اور مستحب یہ ہے کہ کھڑی ہو قوم اور امام بھی اگر محراب کے پاس موجود ہو جب کہ اقامت حی علی الفلاح کہے اس لیے کہ مقیم نے اپنے اس قول میں قیام کا حکم دیا ہے لہذا اس کا جواب کھڑے ہو کر دے۔ (حاشیہ نور الایضاح ص ۷۰)

اور کنز الدقائق ص ۲۲ میں لکھا ہے

والقیام حین قیل حی علی الفلاح.

اور قیام کرنا اس وقت ہے جب حی علی الفلاح کہا جائے۔

اس کے حاشیہ میں مولوی احسن نانوتوی دیوبندی نے لکھا ہے:

سارعة لامتثال الامر هذا اذا کان الامام بقرب المحراب.

یعنی اس میں مکبر کے امر کی تعمیل ہے اور یہ تب ہے جبکہ امام محراب کے قریب ہو۔

(حاشیہ کنز الدقائق ص ۲۲)

مفتی کفایت اللہ دہلوی مفتی دیوبند فرماتے ہیں

ویقوم الامام والقوم عند حی الصلوٰة یشرع عند قد قامت الصلوٰة

امام اور لوگ حی علی الصلوة کے وقت کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوة کے وقت نماز شروع کریں یہ مستحباب میں سے ہے۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۱۱)

ان تمام حوالوں سے معلوم ہوا کہ جب امام محراب کے قریب ہو اس وقت مقتدیوں کو اقامت کے وقت حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا چاہیئے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ



ہے۔ (کذا مرہ) اور جب محراب کے قریب نہ ہوتو اس وقت تک کھڑا ہونا منع ہے جب تک کہ امام حاضر نہ ہو جائے۔

تبیین الحقائق جلد اص ۱۰۸ میں ہے

وان لم یکن الامام حاضر الا یقومون حتی یصل الیھم و یقف مکانہ فی روایت اخری یقومون اذا اختلط بھم و قیل یقوم کل صف ینتھی الیہ الامام

اور اگر امام موجود نہ ہوتو کوئی نہ کھڑا ہو حتیٰ کہ امام قوم تک پہنچ جائے اور ایک روایت میں ہے کہ امام اپنی جگہ کھڑا ہو جائے اور ایک کھڑے ہوں جب امام اقامت سے فارغ ہو جائے۔

جامع الرموز میں ہے

لو کان الامام موذنالم یقم القوم الا عند الفراغ.

اگر امام خود مکبر ہوتو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک امام اقامت سے فارغ نہ ہو جائے۔

حضرت علامہ ابوالسعود مصری حنفی فتح المبین حاشیہ شرح کنز علامہ ملا مسکین میں فرماتے ہیں:

وان اتخذوا اقام فی المسجد اجمعوا ان القوم لا یقومون مالم یفرغ من الاقامۃ.

یعنی پس اگر امام اور مکبر ایک بھی ہو اور وہ مسجد میں اقامت کہے تو اس پر فقہا کا اتفاق ہے کہ جب تک اقامت سے فارغ نہ ہو جائے اس وقت تک قوم کھڑی نہ ہو۔

درمختار میں ہے:

الا اذا قام الامام بنفسہ فی المسجد فلا یقفوا حتی یتم اقامتہ.

الا یہ کہ جب امام خود مسجد میں تکبیر کہے تو لوگ نہ کھڑے ہوں یہاں تک کہ وہ اقامت کو ختم کرلے یہ مسئلہ ایسے ہی اور بہت سی فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے جیسا کہ ظہیریہ، بحرالرائق ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہم لیکن اختصار کی خاطر صرف

اتنے ہی حوالوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔

شبہ

بعض عبارات میں کھڑا ہونے کا وقت حیی علی الصلوٰۃ آیا ہے اور بعض میں ,, حیی علی الفلاح ،، پر اس میں اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تطبیق فرمائی ہے فرماتے ہیں:

ولا تعارض عندی بین قول الوقایۃ واتباعها یقومون عن حی علی الصلوٰۃ والمحیط والمضمرات و من معهما عن حی علی الفلاح فانا اذا حملنا الاول علی الانتها والا خر علی ابتداء اتحدا لقولان ای یقومون حین یتم الموذن حیی علی الصلوٰۃ ویاتی حی علی الفلاح وهذا ما یعطیه المضمرات یقوم اذا بلغ الموذن حیی علی الفلاح ولعل هذا اولی مما فی مجمع الانهرمن قوله و فی الوقایۃ ویقوم الامام والقوم عند حی الصلوٰۃ الی قبیله.

میرے نزدیک وقایہ اور اس کے متبعین کے اس ارشاد میں کہ لوگ ,, حیی علی الصلوٰۃ ،، کے وقت کھڑے ہوں اور محیط اور مضمرات اور ان کے ساتھ والوں کے اس فرمان میں کہ لوگ ,, حیی علی الفلاح ،، کے وقت کھڑے ہوں میں کوئی تعارض نہیں کہ جب ہم اول کو (یعنی حیی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہونیکو) انتہاء پر محمول کریں اور دوسرے کو ابتداء پر محمول کریں تو اس صورت میں دونوں قول متحد ہو جائیں گے یعنی لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب موذن ,, حیی علی الصلوٰۃ ،، تمام کر کے ,, حیی علی الفلاح ،، پر آئے اور یہ وہ قول ہے جس کی تائید مضمرات کے الفاظ سے ہوتی ہے کہ اس وقت کھڑا ہو جب موذن علی الفلاح پر پہنچے اور ہماری یہ تطبیق امید ہے کہ اس سے بہتر ہے جو مجمع الانہر میں یہ ارشاد فرمایا کہ امام اور نمازی ,, حیی علی الصلوٰۃ ،، کے وقت یعنی اس سے تھوڑا سا پہلے کھڑے ہوں۔

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح معلوم ہو گیا کہ اقامت امام اور مقتدیوں کو بیٹھ کر سننی چاہیئے اور کھڑے ہو کر سننے کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (کمامر) اور تابعین اور

آئمہ مجتہدین بالخصوص آئمہ حنفیہ نے سخت ناپسند اور مکروہ فرمایا ہے۔ فقہ حنفی کی تقریباً تمام معتبر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مرقوم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنی چاہیئے اور جب مکبر ,, حی علی الصلوٰۃ و حی علی الفلاح،، کہے اس وقت امام اور مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیئے ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔

موطا امام محمد، کتاب الآثار، بدائع، ردالمحتار، درمختار، نورالایضاح، مراقی الفلاح، اصلاح اور اس کی شرح ایضاح، کنز الدقائق، شرح کنز الدقائق، دورالحکام شرح غررالاحکام، عمدۃ القاری، فتح المعین شرح ملا مسکین، بحرالرائق، ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر، وقایہ و شرح وقایہ، جامع الرموز، محیط، فتاوٰی عالمگیری، مضمرات، تبیین الحقائق، تنویرالابصار ظہیریہ، مبسوط للسرخسی، مرقات شرح مشکوٰۃ، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مدارج النبوت، مالا بدمنہ ودیگر کتب فقہ حنفیہ اور ان میں سے جن میں کھڑے ہوکر سننے کو مکروہ لکھا ہے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری، طحطاوی علی مراقی الفلاح، جامع الرموز، ردالمحتار، مضمرات، فتاوٰی رضویہ، فتاوٰی امجدیہ، بہارشریعت، عمدۃ الرعایہ از مولانا عبدالحی لکھنوی وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے علماء کرام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا متفقہ مسئلہ ہے اس لئے اپنے آپ کو حنفی کہلانے والوں کو ضروری ہے کہ اپنے آئمہ کے فتوے پر عمل کریں۔ اگر کوئی حنفی اس کے خلاف فتوٰی دے تو وہ فتوٰی مردود اور نا قابل قبول ہوگا

چنانچہ بحرالرائق میں ہے۔

وان العمل علی مقلدیہ واجب الافتاء بغیرہ لا یجوز

درمختار کتاب القضاء میں ہے۔

وفی شرح الوھبانیۃ الشرنبلالی قضی من لیس مجتھدا کنفیہ زماننا بخلاف مذھبہ عامدا الاینفذ اتفاقا .

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی حنفی ہوکر اس مسئلہ کے خلاف کرے یا اس کے خلاف فتوٰی دے تو وہ ہرگز قابل عمل وقبول نہ ہوگا۔

کیونکہ فقہ حنفی کی کسی ایک معتمد کتاب میں بھی اس مسئلہ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہوا اور یہ مسئلہ حنفیوں میں متفق علیہ مسئلہ ہے اور اسی پر صحابہ کرام، تابعین اور آئمہ مجتہدین عمل پیرا رہے ہیں۔ یہ مختصرا لکھا گیا ہے اگر اس سے زیادہ تحقیق کسی کو چاہیئے اور وہ اس مسئلہ کو کلی طور پر سمجھنا چاہتا ہو تو وہ ''افازۃ جدالکرامۃ بسنۃ جلوس موتم حسین الاقامۃ'' کا مطالعہ کرے

حقیقتِ توسل

از قلم: ڈاکٹر شیخ عیسی بن عبد اللہ بن مانع الحمیری

مترجم: محدث کبیر، مناظر اسلام، علامہ محمد عباس رضوی صاحب

مع مفید حواشی

مسئلہ نمبر ﴿۲﴾

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی کیفیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس رسالہ میں فقیر اس بات کو واضح کرنا چاہتا ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں، کیونکہ اس پرفتن دور میں بعض ناعاقبت اندیش قسم کے لوگوں نے اس مسئلہ کو بھی اتنا طول دے دیا ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی نمازوں کو بیکار ثابت کرنے کی سعیء لاحاصل شروع کر دی ہے، بعض نے بعض کے طریقہ کو سنت رسول اللہ ﷺ کے مخالف قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔

اس دور میں غیر مقلدین اس مسئلہ کو اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہوئے احناف کے طریقہ کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں اور یہ بات باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احناف کثرھم اللہ تعالی کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

اس بارے میں سب سے پہلے ہم وہ احادیث ذکر کریں گے جن میں اس مسئلہ کا بیان ہے۔

کندھوں تک ہاتھ اٹھانا

عن سالم عن ابیہ قال: رایت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ ....(الحدیث)(۱)

ایک غیر مقلد لکھتا ہے

محدثین کرام کے نزدیک نمازی مرد ہو یا عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں اور کانوں تک اٹھانا دونوں طرح سنت ہیں۔ جس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت ہے کہ،

رایت النبی ﷺ افتتح التکبیر فی الصلوۃ فرفع یدیہ حین یکبر یجعلھما حذو منکبیہ (الحدیث)(بخاری ص۱۰۲ و مسلم ج۱ ص۱۶۸)

میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے (انتھی) یہ حدیث متواتر ہے جس کی ضروری تفصیل مسئلہ

(۱)(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۸، لفظہ وبخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۲) ان کے علاوہ اصحاب سنن اور کئی آئمہ احادیث نے اس کو روایت کیا ہے)

رفع الیدین میں آگے آرہی ہے۔ مذکورہ حدیث صحیح کا مفاد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کندھوں تک ہاتھ اٹھانا ثابت ہے(۱)

☆ اپنی اس کتاب میں غیر مقلد نے جگہ جگہ بعض کتابت کی اغلاط کی وجہ سے مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کو خائن لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو

۔۔۔اس میں مفتی صاحب نے چار عظیم خیانتیں کی ہیں۔ اولاً حیال کو بحیال کر دیا۔ ثانیاً اذنیہ کو منکبیہ بنا دیا۔ ثالثاً خط کشیدہ الفاظ درج ہی نہیں کیے۔ رابعاً وحاذی بابہامیہ کے الفاظ کو اپنی طرف سے روایت میں داخل کر دیا۔ انا للہ۔(۲)

☆ ہم نے سطور بالا میں پوری دیانت داری سے اس غیر مقلد کی کتاب سے عبارت نقل کر دی ہے اس کی عبارت میں نقل کردہ الفاظ حدیث نہ بخاری شریف میں ہیں اور نہ ہی مسلم شریف میں، مسلم شریف کے الفاظ ہم نے اوپر بیان کیے ہیں اور بخاری شریف کے الفاظ یوں ہیں۔

... رأیت النبی ﷺ افتتح التکبیر فی الصلوۃ فرفع یدیه حین یکبر حتی یجعلهما حذو منکبیه .... الحدیث(۳)

اور یاد رہے کہ یہاں اس غیر مقلد نے صرف ان ہی دو کتب کا حوالہ دیا ہے۔

اب ہم نجدی صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ مفتی صاحب کا بقول آپ کے الفاظ کو کم کرنا اور اپنی طرف سے داخل کرنا عظیم خیانت ہے اور بقول آپ کے وہ خائن ہوئے تو جناب من! ذرا اپنے بارے میں بھی بتائیے کہ اگر یہی کام آپ کریں تو کیا آپ امین ہی رہیں گے یا کہ خائن بن جائینگے؟

کیونکہ یہ دونوں کام آپ نے بھی سرانجام دیئے ہیں۔

اولاً: بخاری شریف کی روایت کے الفاظ کے مطابق غیر مقلد نے لفظ,, حتی،، کو کم کیا۔

ثانیاً: مسلم شریف کی روایت کے الفاظ کے مطابق غیر مقلد نے لفظ,,رأیت رسول اللہ

---

(۱) (دین الحق بجواب جاء الحق صفحہ ۲۰۴ جلد ۱)

(۲) (دین الحق بجواب جاء الحق ۲۱۱/۱)

(۳) (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۲)

ﷺ،، کی جگہ ,,رایت النبی ﷺ،، لکھا اور لفظ ,,اذا،، کم کیا اور ,,فی،، کا اضافہ کیا اور لفظ ,,رفع،، کی جگہ ,,فرفع،، لکھا اور ,,حتی،، کم کیا اور لفظ ,,حین یکبر یجعلهما،، اپنی طرف سے داخل کیا۔ اور ,,یحاذی،، کی جگہ ,,حذو،، لکھا۔

ثالثاً: اس غیر مقلد نے اوپر تو لکھا کہ کندھوں اور کانوں تک ہاتھ اٹھانا دونوں طرح سنت ہے لیکن بعد میں اس باب میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت دلیل کے طور پر نقل کرنے کے بعد غیر مقلد نے لکھا کہ،

اولاً: اوپر ہم نے حدیث کے الفاظ درج کر دیئے ہیں ان میں کندھوں تک ہاتھ برابر کرنے کا ذکر ہے ان میں انگوٹھے کانوں کو لگانے کا ذکر تو کجا اشارہ تک بھی موجود نہیں جس سے مفتی صاحب کے بے بنیاد استدلال اور ان کے مذہب کی قلعی کھل جاتی ہے (۱)

الجواب:

اولاً: غیر مقلد جی! ذرا اپنے ابوالوفاء سے معلوم کر لیتا تھا کہ ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا ذکر اس حدیث میں کہیں موجود ہے یا نہیں جنہوں نے نجدی مسلک سے بے وفائی کرتے ہوئے ,,حذو منکبیه،، کا ترجمہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا کیا ہے ملاحظہ ہو،

,,اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں رکوع کرتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھانا مستحب ہیں کیوں کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح الصلوة ..... الخ،، (۲)

قارئین! غور فرمائیں کہ یہی روایت اور یہی الفاظ ,,حذو منکبیه،، جن سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کو غیر مقلد ابوالوفاء مستحب ہونا قرار دے رہے ہیں اور ,,دین الحق،،

(۱) (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۰۴)

(۲) (فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۱۵۳)

والے غیر مقلد کی پیش کردہ روایت اور الفاظ بھی وہی ہیں تو اب ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جناب اپنے غیر مقلد ابوالوفاء کے بے بنیاد استدلال (بزعم خویش) اور اپنے مذہب کی قلعی کھلنے کا جواب تو دیں؟

☆ مفتی صاحب نے پہلے باب کی سرخی کے بعد پہلی لائن میں ہی لکھا ہے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے یعنی سنت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کو قرار دے رہے ہیں جس کا اقرار اس غیر مقلد کو بھی ہے جیسا کہ اس نے ابتداء میں خود لکھا کہ

۔۔تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں اور کانوں تک اٹھانا دونوں طرح سنت ہیں (۱)

وہابی مولوی جی! کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا سنت ہونا تو آپ کو بھی تسلیم ہے اور اگر ہاتھوں کے کانوں کو لگ جانے پر جناب کو اعتراض ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح نماز نہیں ہو گی تو اس کی کوئی دلیل تو پیش کریں کہ کانوں کو اگر انگوٹھے لگ جائیں تو نماز نہ ہو گی لیکن قیامت تک اس کی کوئی دلیل آپ پیش نہیں کر سکیں گے۔ (انشاء اللہ)

اگر اس پر کوئی بھی غیر مقلد کوئی ایک دلیل بھی پیش کر دے تو ہم اس کو منہ مانگا انعام دیں گے اور پھر احناف کا مفتی بہ قول بھی یہی ہے کہ ہاتھ کانوں تک اٹھائے جائیں۔

☆ مفتی صاحب کے اعتراض کا جواب لکھتے ہوئے یہ غیر مقلد لکھتا ہے کہ

اولا۔ ہم نے کندھوں تک ہاتھوں کا بلند کرنا ثابت کر دیا ہے فریق ثانی پہ لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ انگوٹھے ہاتھوں سے جدا ہیں۔

ثانیا: قرآن میں ہے کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور ہادی برحق حضرت محمد ﷺ نے چور کا ہاتھ گھٹنے سے کاٹ کر دکھا دیا کہ انگوٹھا ہاتھ میں شامل ہے (۲)

الجواب

اولاً: اگر انگوٹھے ہاتھوں سے جدا نہیں ہیں تو انگلیاں بھی تو ہاتھوں سے جدا نہیں ہیں۔ لہذا فقط انگلیوں کے پوروں کا کندھوں تک پہنچ جانا بھی صحیح ہوا، جب کہ کسی بھی حدیث کے امام سے یہ بات ثابت نہیں ہے، کہ صرف انگلیوں کے پوروں کا کندھوں تک پہنچ جانا ہی

(۱) (دین الحق ۱/۲۰۴)

(۲) (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

کفایت کرتا ہے اگر ہے تو مطلوب ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ قیامت تو آسکتی ہے لیکن یہ گروہ کبھی بھی کسی محدث سے یہ بات ثابت نہیں کر سکے گا، کہ فقط انگلیاں کندھوں تک اٹھانا ہی درست ہے جیسا کہ ان کی اکثریت کا عمل ہے (انشاء اللہ)

ثانیاً : نبی کریم ﷺ نے چور کا ہاتھ گٹے تک کاٹ کر یہ واضح کر دیا کہ ہاتھ گٹے تک ہے تو آپ گٹ کا ابتدائی حصہ کندھوں کے برابر کر کے دیکھیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچتے ہیں یا نہیں؟ جب اس انداز سے ہاتھ اٹھائے جائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچیں گے اور گٹ سے بھی تجاوز نہیں کریں گے۔ جیسا کہ آگے انہیں کے بڑوں سے ہم نقل کریں گے۔ (انشاء اللہ)

پس ثابت ہوا کہ استدلال وہی درست ہے جس کو یہ غیر مقلد بے بنیاد کہہ رہا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس ٹولہ کے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ کسی بھی روایت سے ثابت نہیں کیونکہ ان کی انگلیوں کے پورے بمشکل ان کے کندھوں تک پہنچتے ہیں ۔

ایک نجدی کا ہاتھ اٹھانے کا طریقہ ملاحظہ فرمائیں

مولوی خالد گرجاکھی رفع یدین کرنے کا طریقہ کی سرخی قائم کرنے کے بعد لکھتا ہے

,,رفع یدین اس طرح کرنا چاہیے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور کندھوں کے برابر اونچی ہوں اور ہاتھ پھیلے ہوئے ہوں لیکن انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔۔۔۔،، (۱)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں تو سب احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے آئے گا، لہذا ثابت ہوا کہ طریقہ صحیح یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور بڑے نجدی صاحب کو بھی اقرار ہے کہ انگوٹھوں کے کانوں کی لو تک پہنچانے سے ہی اصل پر عمل ہوگا۔

---

(۱) (صلوۃ النبی ﷺ صفحہ ۱۵۲۔۱۵۳، ادارہ احیاء السنہ، گرجاکھ گوجرانوالہ)

ایک اور غیر مقلد لکھتا ہے

,,نماز میں آنحضرت ﷺ سے رفع یدین کی دو حالتیں مروی ہیں ایک کندھوں کے برابر تک ہاتھ اٹھانا اور دوسری حالت ہے کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانا۔ یہ دونوں ہی درست ہیں اور دونوں پر ہی عمل کیا جا سکتا ہے اور یہی اہلحدیث کا مسلک ہے مگر فقہ حنفیہ نے ایک سنت تو اپنائی ہے اور دوسری کا سرے سے انکار ہی کر دیا ہے اور جو طریقہ اپنایا ہے اس کے بھی مطابق عمل نہیں کرتے بلکہ کانوں سے بھی ہاتھوں کو بلند کر دیتے ہیں کسی حنفی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں اور تجربہ حاصل کریں۔ لیجئے اب وہ حدیث پیش کرتا ہوں جس کی حنفی مذہب نے مخالفت کی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں .... اب آپ فقہ حنفی بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں ویرفع یدیہ مع التکبیر ..... حتی یحاذی بابہامیہ شحمۃ اذنیہ [ہدایہ ج ۱، ص ۹۸، کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ، شرح وقایہ ص ۱/۱۶۳، منیۃ المصلی ص ۲۵، قدوری ص ۳۹] ,,یعنی تکبیر کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو بلند کرے یہاں تک کہ اپنے انگوٹھوں کو اپنے کانوں کی لو تک پہنچائے۔،، قارئین! غور فرمائیں کہ کس طرح حدیث کی مخالفت کی جا رہی ہے۔۔۔(۱)

☆ قارئین! اولاً: اس غیر مقلد نے بھی پہلے غیر مقلد کی طرح ایک سنت پر تو دلیل پیش کی مگر دوسری سنت پر دلیل پیش نہیں کی شاید اس لیے کہ ان لوگوں میں سے اس سنت پر کبھی کسی نے عمل کیا ہی نہیں اور یہ ہے بھی حقیقت کیونکہ اکثر ان کو دیکھا گیا ہے کہ یہ کندھوں سے اوپر ہاتھ اٹھانا گوارا ہی نہیں کرتے بلکہ اکثر تو کندھوں تک اٹھانا بھی گوارا نہیں کرتے صرف چھاتی تک ہی ان کے ہاتھ اٹھتے ہیں اس کا تجربہ کرنے کے لیے ان کی مساجد میں جا کر دیکھ لیں۔

ثانیاً: ان دونوں غیر مقلدین کی کتب کو دیکھ کر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان کو کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی سنت سے تو محبت ہے لیکن کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانے سے چڑ ہے اسی لیے تو دونوں نے ہی اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی، صرف ابتدا میں لکھنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔

(۱) (احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف صفحہ ۲۷۶ تا ۲۷۸)

غیر مقلدین کا عام عمل اور اس پر دلیل پیش نہ کرنا تو یہی ثابت کرتا ہے کہ یہ سرے سے ہی اس کے منکر ہیں صرف لکھنے کی حد تک تسلیم کرتے ہیں اور عمل۔۔۔۔۔۔

ثالثاً : اور جس پر دلائل پیش کرتے ہیں اس پر بھی عمل نہیں کیونکہ ان کی اکثریت صرف چھاتی تک ہی ہاتھ اٹھانا گوارا کرتی ہے۔ جیسا کہ اس کا اقرار خود ان کے مولوی کو بھی ہے۔

خواجہ قاسم غیر مقلد لکھتا ہے

,,بعض اہل حدیث رفع یدین بالکل برائے نام کرتے ہیں یعنی کہنیوں تک اور بعض سر سے بھی اوپر لے جاتے ہیں یہ دونوں انتہا ئیں نادرست اور بے ثبوت ہیں بعض لوگ رفع یدین کو کافی دیر تک ٹھہرائے رکھتے ہیں اس کا بھی کہیں ذکر نہیں۔ (۱)

کیوں جی مولوی صاحب! اب دیکھیں کہ حدیث کی مخالفت کون کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کون کر رہا ہے، کہنیوں یا چھاتی تک رفع یدین کرنے والے کس حدیث پر عمل کر رہے ہیں؟

رابعاً: یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ وہ احادیث جو کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانے کی دلیل ہیں ان کی مخالفت احناف نہیں بلکہ غیر مقلدین ہی کرتے ہیں۔ لہذا رسول اللہ ﷺ سے احناف کا نہیں بلکہ غیر مقلدین کا اختلاف ہے کیونکہ احناف تو اس طرح ہاتھ اٹھانے کے قائل ہیں کہ تمام احادیث پر عمل ہو سکے جس کے بارے میں ہم آگے ذکر کریں گے

(انشاء اللہ العزیز)

فاروق الرحمٰن یزدانی کی کم علمی اور گھر سے بے خبری

قارئین! جس بات کو غیر مقلد نے حدیث کی مخالفت قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ انگوٹھوں کو اپنے کانوں کی لو تک پہنچانا۔

جبکہ ان کے بڑے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ طریقہ درست ہے بلکہ کانوں سے بھی بلند ہو جائیں تو بھی درست ہے اور اسی طرح تمام احادیث پر عمل ہو گا جیسا کہ غیر مقلدین کے مولوی صادق سیالکوٹی جس کے بارے میں لقمان سلفی غیر مقلد نے لکھا کہ

(۱) (قد قامت الصلوٰۃ صفحہ ۱۹۹)

دور حاضر میں توحید خالص اور قرآن وسنت پر عمل کی دعوت دینے والے جو علمائے کرام سرخیل مانے جاتے ہیں ان میں مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اس جماعت حقہ کے ہراول دستہ کے ایک فرد خاص ہیں۔(۱)

اس کی کتاب ,,صلوۃ الرسول،، پر انہی کے بڑوں نے تحقیق وتخریج کی اور فوائد وتعلیقات کا کام کیا اور وہ بڑے جن کو غیر مقلدین ذھبی ءزماں کہتے ہیں جیسا کہ خالد ظفر اللہ غیر مقلد نے زبیر علی زئی کو کہا۔ ملاحظہ ہو(,,نور العینین،، پر لگایا ہوا آرٹ پیپر کا کور جس کو مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد نے شائع کیا) اسی کتاب میں صفحہ ۸ پر اس کو محقق دوراں کہا ہے اور جس کے بارے میں لکھا کہ متون حدیث نبوی ﷺ کی تخریج وتعلیق اور اسماء الرجال آپ کے خصوصی میدان تحقیق ہیں۔ صفحہ ۲۱ اسی زبیر علی زئی کی تحقیق وتخریج اور غلام مصطفی ظہیر امن پوری (جس کو عبد الجبار شاکر نے فضیلۃ الشیخ لکھا) کی تعلیق وفوائد کے ساتھ شائع ہونے والی ,,تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول،، میں صادق سیالکوٹی کی بات ,,دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائیں یا کانوں تک،، کے تحت لکھا کہ ,,جب انگلیوں کے پورے کانوں کے اوپر والے حصہ کے برابر اٹھائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو اور ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر خود بخود ہو جائیں گی،، مجموعہ احادیث پر عمل ہو جائے گا۔(۲)

یہ بھی یاد رہے کہ اس کتاب پر ہونے والے تحقیقی کام کی تصحیح وتنقیح کا شرف وہابیوں کے مفتی دور حاضرہ محقق ومناظر مبشر احمد ربانی کو حاصل ہے اور اس پر نظر ثانی ابو انس محمد سرور گوہر نے کی ہے۔

اب چاہیے کہ مولوی فاروق غیر مقلد اپنے ان تمام بڑوں کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس مسئلہ سے رجوع کرے یا پھر ان بڑوں کو کہے کہ تم توبہ نامہ شائع کرو کیونکہ تم نے ایک خلاف حدیث طریقہ کو احادیث پر عمل لکھا ہے جو من میں آئے۔۔۔۔۔

غیر مقلدین کی تضاد بیانی

قارئین! آپ نے دیکھا کہ ,,تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول،، والوں نے تو

---

(۱) (مقدمہ تسہیل الرسول صفحہ ۳)

(۲) (تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول صفحہ ۱۴۶)

لکھا کہ جب انگلیوں کے پورے کانوں کے اوپر والے حصہ کے برابر اٹھائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو اور ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر خود بخود ہو جائیں گی۔

لیکن خواجہ قاسم لکھتا ہے کہ

,,صحیح بات یہ ہے کہ کندھوں اور کانوں کے برابر رفع یدین کے درمیان تطبیق تو ممکن ہے جیسے اہل حدیث کا خیال ہے۔ لیکن اگر انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر رکھنا ہو تو پھر تطبیق کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ دونوں بالکل مختلف عمل ہو جاتے ہیں۔(۱)

اس بات سے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کی پارٹی کو ابھی تک نماز میں ہاتھوں کے اٹھائے جانے کی حدود کا ہی علم نہیں کیوں کہ بعض کہتے ہیں کہ جب انگلیوں کے پورے کانوں کے اوپر والے حصہ کے برابر اٹھائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو اور ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر خود بخود ہو جائیں گی اور مجموعہ احادیث پر عمل ہو جائے گا۔ اور بعض ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

جبکہ ایک اور غیر مقلد مولوی خالد گرجاکھی لکھتا ہے کہ

,,رفع الیدین اس طرح کرنا چاہیے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور کندھوں کے برابر اونچی ہوں اور ہاتھ پھیلے ہوئے ہوں لیکن انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔(۲)

مولوی خالد کی عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر یا اونچی بھی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔ شاید اس لیے کہ اگر ہتھیلیون کا وسط اگرچہ کندھوں سے اوپر چلا جائے لیکن ہتھیلیوں کا ابتدائی حصہ بہر حال کندھون کے برابر رہتا ہے

لیکن خواجہ قاسم صاحب اس بات پر مصر ہیں کہ جب انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر رکھے جائیں تو ہتھیلیاں کندھوں سے بہت اوپر کانوں کے برابر چلی جاتی ہیں شاید خواجہ صاحب کے ہاتھ بہت ہی چھوٹے ہیں اور گردن بہت ہی لمبی ہے اسی لیے تو انہوں نے لکھا

(۱) (قد قامت الصلوۃ صفحہ ۱۹۹)

(۲) (صلوۃ النبی صفحہ ۱۵۳)



کہ،، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سرے سے یہ تطبیق ہی ناممکن ہے کیونکہ اگر انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر رکھے جائیں تو ہتھیلیاں کندھوں سے بہت اوپر کانوں کے برابر اور انگلیاں سر کے اوپر والے حصہ کے برابر ہو جاتی ہیں،،(۱)

بہر حال تطبیق پر بحث ہم آگے ذکر کریں گے (انشاء اللہ العزیز)

مزید کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کے بارے میں روایات حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت علی المرتضی، حضرت ابو حمید الساعدی، حضرت ابو ھریرۃ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنھم وغیرہ سے مروی ہیں، طوالت کے باعث ہم ان کے الفاظ کو ترک کرتے ہیں۔

کانوں تک ہاتھ اٹھانا

☆عن مالک بن الحویرث ان رسول اللہ ﷺ کان اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی بهما اذنیه ....(۲)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو کانوں کے برابر کرتے۔

☆ عن علقمة بن وائل و مولی لهم انهما حدثاه عن ابیه وائل بن حجر انه رای النبی ﷺ رفع یدیه حین دخل فی الصلوة کبر وصف همام حیال اذنیه ....(۳)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا جب آپ ﷺ نماز میں داخل ہوئے اور تکبیر کہی۔ ہمام نے بیان کیا کہ ہاتھ مبارک اپنے کانوں تک بلند کیے۔

کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بارے میں حضرت براء بن عازب، حضرت انس بن مالک

(۱) (قد قامت الصلوۃ صفحہ ۱۹۹)
(۲) (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۸)
(۳) (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۳)



اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات موجود ہیں جن کے الفاظ کو ہم طوالت کے خوف سے ذکر نہیں کر رہے۔

ہاتھ کانوں سے بلند اٹھانا۔

امام مسلم حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ۔۔انہ رای نبی اللہ ﷺ وقال حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ. (۱)

یعنی انہوں نے اللہ تعالی کے نبی ﷺ کو دیکھا اور فرمایا کہ (آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا) حتی کہ ان کو کانوں سے بھی اوپر اٹھایا۔

اس بارے میں ایک اعرابی صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مروی ہے۔

انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر کرنا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

انہ رای النبی ﷺ اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیہ حتی تکاد ابھاماہ تحاذی شحمۃ اذنیہ. (۲)

بے شک انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی، اپنے ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے آپ ﷺ کے کانوں کی لو کے برابر تھے۔

ہاتھ کہاں سے کہاں تک ہے

لغت کی مشہور و معتبر کتاب ,,لسان العرب،، میں ہے

الید من اطراف الاصابع الی الکف۔(۳)

(۱) (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۸)

(۲) (سنن النسائی صفحہ ۱۳۷ برقم ۸۸۴باب موضع الابھامین عند الرفع ، دار ابن حزم بیروت)

(۳) (لسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۴۱۹)



یعنی ہاتھ انگلیوں کے کنارے سے لے کر ہتھیلی تک ہے۔اور ہتھیلی کی ابتدا گٹ سے ہوتی ہے

,,لاروس،، میں ہے۔الید: الکف أو من أطراف الأصابع الی الکتف.(۱)

اور,,الغریب لابن قتیبہ،، میں ہے۔

قولہ تکوعت یدہ من الکوع .وھو ان تعوج الید من قبل الکوع والکوع رأس الزند الذی یلی الابھام .(۲)

اب آئیں اصل مسئلہ کی طرف جس کے بارے میں ہمارے سامنے سب سے پہلے وہ روایات ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھائے جائیں۔ جب ہمیں ہاتھ کی حدود کا علم ہو گیا تو اب ہتھیلی کا ابتدائی حصہ جو کہ کلائی کے ساتھ ملا ہوا ہے اس کو کندھوں کے برابر کریں کیونکہ اس پر بھی ہاتھ کا ہی اطلاق ہوتا ہے اور دوسری روایات ہمارے سامنے کانوں تک والی ہیں جب ہم مذکورہ طریقہ سے ہاتھ اٹھائیں گے تو ہاتھ کانوں تک بھی پہنچ جائیں گے اور ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں گے تو ان روایات پر بھی عمل ہو جائے گا جن میں انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر کرنے کا ذکر ہے۔ جب انگلیاں کانوں سے تھوڑی سی اوپر چلی جائیں گی۔ تو ان روایات پر بھی عمل ہو جائے گا جن میں ہاتھ کانوں سے بلند اٹھانے کا ذکر ہے۔ پس اگر کندھوں تک ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا درمیانی حصہ بھی ہو تب بھی ان روایات کی مخالفت ہوگی جن میں ہاتھوں کو کانوں سے بلند کرنے کا ذکر ہے جس کا مولوی فاروق غیر مقلد نے انکار کیا ہے کیونکہ اس نے لکھا کہ,,مگر فقہ حنفیہ نے ایک سنت تو اپنائی اور دوسری کا سرے سے انکار ہی کر دیا اور جو طریقہ اپنایا ہے اس کے بھی مطابق عمل نہیں کرتے بلکہ کانوں سے بھی ہاتھوں کو بلند کر دیتے ہیں۔

جب صحیح مسلم کی روایت کے مطابق ہاتھ کانوں سے بھی بلند کرنا ثابت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بات لکھ کر مولوی فاروق غیر مقلد نے خود رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں اس بات اور انگوٹھوں کا کانوں کی لو تک پہنچنا حدیث کی

---

(۱)(لاروس صفحہ ۱۳۰۴)

(۲)(جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

مخالفت بتایا ہے۔ اس طرح نہ تو انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچیں گے جو کہ احادیث سے ثابت ہے، یہ دوسری مخالفت ہوگی۔

اکثر غیر مقلدین کے ہاتھوں کی انگلیاں بمشکل کندھوں سے قدرے تجاوز کرتی ہیں جبکہ اس حالت میں وہ کانوں تک بھی نہیں پہنچتی تو یہ تیسری مخالفت ہوگی۔

اب مولوی صاحب! کو سمجھ تو آہی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ سے مخالفت کن کو ہے کیونکہ اگر ہاتھوں کا کچھ حصہ یعنی گٹ کندھوں سے اوپر بھی ہوگا تو بھی تین قسم کی روایات پر عمل ہو جائے گا لیکن غیر مقلدین کے طریقے کے مطابق تو تین قسم کی مخالفت ہوگی۔

لیکن احناف کا طریقہ تو یہی ہے کہ ہاتھ کا ابتدائی حصہ یعنی گٹ کندھوں کے برابر کرتے ہیں اور انگوٹھے خود بخود کانوں کی لو تک پہنچتے ہیں اور انگلیوں کا کچھ حصہ کانوں سے بلند ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق تو یہی عمل ہے۔ جیسا کہ انہیں کے بڑوں کی عبارات کو ہم نے پیچھے ذکر کر دیا ہے۔

ہاتھ اٹھانے کے معاملہ میں ان روایات میں کوئی تعارض بھی نہیں جیسا کہ امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ۔

قال ابن الهمام ولا معارضة فان محاذاة الشحمتين بالابهامين تسوغ حكاية محاذاة اليدين المنكبين والاذنين لان طرف الكف مع الرسغ يحازى المنكب او يقربه والكف نفسه يحاذى الاذن ،(۱)

یعنی امام ابن ہمام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاتھ اٹھانے والی روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں گے تو ہاتھ کندھوں اور کانوں کے برابر خود ہی ہوں گے کیونکہ ہتھیلیوں کا ابتدائی حصہ کندھوں کے برابر ہوگا اور خود ہتھیلیاں کانوں کے برابر ہوں گی۔

نیز حدیث مبارکہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه انه ابصر النبى ﷺ حين قام الى الصلوة

(۱) (شرح مسند الامام اعظم للملا علی قاری صفحه ۴۹۳)

رفع يديه حتى كانتا بحيال منكبيه و حاذى ابهاميه اذنيه ثم كبر. (۱)

حضرت عبدالجبار بن وائل اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا حتی کہ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر اور انگوٹھے کانوں کے برابر تھے پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔

ایک اعتراض

یہ روایت عبدالجبار بن وائل عن ابیہ مروی ہے اور عبدالجبار کا اپنے والد وائل بن حجر سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ امام نسائی، ابن ابی حاتم وغیرہ نے صراحت کی ہے گو کہ عبدالجبار ثقہ ہے مگر اس کی اپنے والد سے روایت مرسل ہے۔

الجواب

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ومذهب مالك وابى حنيفة واحمد واكثر الفقهاء انه يحتج به ومذهب الشافعي انه اذا انضم الى المرسل ما يعضده احتج به. (۱)

یعنی امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ مرسل کے ساتھ احتجاج کرتے ہیں اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ مرسل حدیث کی اگر کسی اور حدیث سے تائید ہو جائے تو پھر قابل احتجاج ہے۔

☆ ہو سکتا ہے کہ غیر مقلدین امام مالک، امام ابوحنیفہ، اور باقی اکثریت فقہاء کو تو آئمہ احادیث میں شمار نہ کریں اور کہہ دیں کہ یہ آئمہ حدیث نہیں ہیں ہم ان کے قول کو تسلیم نہیں کرتے لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو تو اکثریت غیر مقلدین نے خود آئمہ احادیث میں شامل کیا ہے۔ جیسا کہ ,,دین الحق،، والے غیر مقلد نے کیا اور آپ کا نام سب سے پہلے لکھا ہے وہ تو

---

(۱) (اخرجه ابو داؤد فى السنن جلد ۱ صفحه ۱۰۵ والبيهقى فى السنن الكبرى جلد ۲ صفحه ۲۵)

(۱) (مقدمه شرح صحيح مسلم للنووى صفحه ۱۷)

مرسل سے احتجاج کریں اور سب سے پہلے امام حدیث بقول غیر مقلد لیکن آج کے نام نہاد اہل حدیث اس کا انکار کریں. فیا للعجب.

اب دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں ایک تو یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو آئمہ احادیث سے نکال باہر کریں یا پھر اپنی پرانی عادت پر اتر آئیں کہ ہم کوئی ان کے مقلد ہیں کہ ان کی بات کو تسلیم کریں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرسل صحیح کو رد کرنا دوسری صدی ہجری کی ایجاد ہے۔

مرسل روایت کو رد کرنا دوسری صدی ہجری کی ایجاد ہے

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ جن کو ,,دین الحق،، والے غیر مقلد نے چوتھے نمبر پر آئمہ حدیث میں شمار کیا ہے، فرماتے ہیں،

ان التابعین باسرهم اجمعوا علی قبول المرسل ولم یات عنهم انکاره ولا عن احد الائمة بعدهم الی رأس ... المائتین کانه یعنی ان الشافعی اول من ابی من قبول المرسل. (۱)

یعنی تابعین سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ مرسل قابل حجت ہے تابعین سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک آئمہ میں سے کسی نے بھی مرسل کا انکار نہیں کیا۔ گویا کہ امام شافعی رحمہ اللہ ہی پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے سے انکار کیا۔

لیکن یہ روایت تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی قابلِ احتجاج ہے کیونکہ اس کو اور احادیثِ صحیحہ وآثار سے بھی تائید حاصل ہے۔ پس واضح ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ قابل احتجاج ہے۔

اور پھر صرف احناف ہی نہیں بلکہ مالکی اور شافعی بھی ان احادیث میں تطبیق کے قائل ہیں اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے قائل وفاعل ہیں۔

مالکیہ

علامہ باجی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

وقال الباجی من المالکیة فانا نقول کان یحاذی بکفیه منکبیه وبا طراف

(۱) (مقدمة التمهید جلد ۱ صفحه ۴)

اصابعه اذنيه فالجمع بين الحديثين اولى من اطراح احدهما.(۱)

یعنی مالکیہ میں سے علامہ باجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے شک ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنی ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر کرے اور انگلیوں کے اطراف کو کانوں کے برابر کرے اس لیے کہ احادیث کو جمع کرنا بہتر ہے اس سے کہ ایک کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری پر عمل کیا جائے۔

شوافع:

علامہ نووی رحمہ اللہ امام ابوالحسن احمد بن سیار رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں،

واما صفة الرفع فالمشهور من مذهبنا ومذهب الجماهير انه يرفع يديه حذو منكبيه بحيث يحاذي اطراف اصابعه فروع اذنيه اي اعلا اذنيه وابهاما ه شحمتي اذنيه وراحتاه منكبيه فهذا معنى قولهم حذو منكبيه وبهذا جمع الشافعي رحمه الله تعالى بين روايات الاحاديث .(۲)

یعنی ہمارا اور جمہور اہل علم کا مشہور مذہب ہاتھوں کو اٹھانے میں یہ ہے کہ ہاتھوں کو کندھوں تک اس طرح اٹھائے کہ انگلیوں کو کانوں کے اوپر والے حصہ کے برابر کرے اور انگوٹھوں کو کانوں کی لو تک اور ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر کرے، ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھانے کا یہی مطلب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح احادیث میں تطبیق دی ہے۔

قارئین غور فرمائیں کہ ,,فهذا معنى قولهم حذو منكبيه ,,یعنی ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانے کا یہی معنی ہے، کہ انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچیں اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے حصہ تک۔

یہی بات مفتی صاحب فرماتے ہیں تو غیر مقلد نے بازاری زبان استعمال کی اور اس استدلال کو بے بنیاد کہا جبکہ یہ استدلال صرف مفتی صاحب کا ہی نہیں بلکہ بقول امام نووی رحمہ اللہ جمہور اہل علم کا ہے۔

---

(۱) (اوجز المسالک جلد ۱ صفحہ ۲۰۱)

(۲) (مسلم مع شرح نووی جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

امام شافعی کا قول اوران احادیث میں تطبیق

و ذکر الطیبی ان الشافعی حین دخل مصر سئل عن کیفیۃ رفع الیدین عند التکبیر فقال یرفع المصلی بحیث یکون کفاہ حذاء منکبیہ وابھاماہ حذاء شحمتی اذنیہ واطراف اصابعہ حذاء فروع اذنیہ لانہ جاء فی روایۃ رفع الیدین الی المنکبین وفی روایۃ الی الاذنین وفی روایۃ الی فروع الاذنین فعل الشافعی بما ذکرنا فی رفع الیدین جمعا بین الروایات الثلاث .قلت ھو جمع حسن . (۱)

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ مصر میں داخل ہوئے تو ان سے تکبیر کے وقت رفع یدین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نمازی اپنے ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ اس کی ہتھیلیاں اس کے کندھوں کے برابر رہیں اور اس کے انگوٹھے اس کے کانوں کی لو کے برابر ہوں اور اس کی انگلیاں کانوں کے اوپر حصہ تک ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھانے کا ذکر ہے اور بعض میں کانوں تک اٹھانے کا ذکر ہے اور بعض میں کانوں کے اوپر حصہ تک کا ذکر ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے تمام روایات کو جمع کرنے کا عمل بتا دیا کہ اس طرح ہاتھ اٹھائے جائیں جیسے میں نے بیان کیا ہے تو تینوں روایات پر عمل ہو سکے گا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تطبیق بہت اچھی ہے۔

شارح بخاری امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وقد جمع الشافعی بینھما فقال یرفع یدیہ حذو منکبیہ بحیث یحاذی اطراف اصابعہ فروع اذنیہ ای اعلی اذنیہ وابھاماہ شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ. (۲)

(۱) (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ حقانیہ ملتان وشرح الطیبی علی المشکاۃ المصابیح جلد ۳ صفحہ ۱۸۹ الریاض)

(۲) (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۲۳۲، دار الفکر بیروت)



اور تحقیق امام شافعی رحمہ اللہ نے ان دونوں کو جمع فرمایا تو فرمایا کہ ہاتھوں کو کندھوں تک اس طرح اٹھائے کہ اپنی انگلیوں کو کانوں کے اوپر کے حصہ کے برابر کرے اور انگوٹھوں کو کانوں کی لوتک اور ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر کرے۔

قارئین۔ جس استدلال کو غیر مقلد نے ,,دین الحق،، میں بے بنیاد کہہ کر رد کیا ہے اس استدلال میں مفتی صاحب کے ساتھ شوافع اور جمہور اہل علم بھی شامل ہیں، اور تو اور اس استدلال کو حدیث مبارکہ سے بھی تقویت حاصل ہے پھر غیر مقلدین کے بڑے بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے بھی لکھا کہ اس طرح تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا جیسا کہ پیچھے گزرا۔ لیکن غیر مقلد نجدی گروہ ذرا انصاف کا دامن تھام کر اپنے ٹولے کے لوگوں کو دیکھیں کہ ان کے ہاتھوں کے اٹھانے کا طریقہ کیا ہے ان کی تو انگلیاں ہی بمشکل کندھوں تک جاتی ہیں باقی ہاتھ نیچے ہی رہتا ہے اور جن الفاظ حدیث سے غیر مقلد نے ہاتھ کندھوں تک اٹھانے کا معنی بیان کیا ہے ان الفاظ کے صحیح معنی بقول امام ابوالحسن یہ ہیں کہ انگوٹھے کانوں کی لوتک اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے حصہ تک اٹھائی جائیں اور یہی صحیح معنی بھی ہیں جس کی تائید غیر مقلدین کے ابوالوفاء کے استدلال سے بھی ہوتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ اٹھانے کا صحیح طریقہ وہی ہے جس پر احناف عامل ہیں۔

(واللہ ورسولہ اعلم)

اللہ تعالی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



مسئلہ نمبر (۳)

نماز میں ہاتھ زیر ناف باندھنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس رسالہ میں ہم نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں کلام کریں گے کیونکہ یہ مسئلہ بھی اس پرفتن دور میں بہت زیادہ طوالت پکڑ گیا ہے کہ آیا نماز میں ہاتھ باندھنے کا محل کیا ہے اور کس طرح باندھے جائیں۔

ہاتھ باندھنا سنت ہے

حدیث نمبر ۱۔۲

عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ قال: انا معشر الانبياء أمرنا أن نؤخر سحورنا و نعجل فطرنا و أن نمسك بأيماننا على شمائلنا في صلاتنا . (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نبیوں کا گروہ ہیں ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی سحری میں تاخیر کریں اور اپنی افطاری میں جلدی کریں اور یہ کہ ہم اپنی نمازوں میں اپنے بائیں ہاتھوں سے اپنے دائیں ہاتھوں کو پکڑیں۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ نماز میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور اس کا انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم دیا گیا تھا۔

---

(۱) (أخرجه ابن حبان في الصحيح جلد ۵ صفحه ۶۷.۶۸ برقم ۱۷۷۰ والطبراني في الكبير جلد ۱۱ صفحه ۱۹۹ بترقم ۱۱۴۸۵ وفي الأوسط جلد ۲ صفحه ۲۴۷ برقم ۱۸۸۴ من طريق عمرو بن الحارث عن عطاء عن ابن عباس .مرفوعا

☆ والطيالسي في مسنده صفحه ۳۴۶ برقم ۲۶۵۴ وأبو القاسم الجرجاني في تاريخه صفحه ۱۴۶ برقم ۱۶۶ والبيهقي في السنن الكبرى جلد ۴ صفحه ۲۳۸ وعبد بن حميد في مسنده صفحه ۲۱۲ برقم ۶۲۴ من طريق طلحة بن عمرو عن عطاء عن ابن عباس مرفوعا.

☆ والطبراني في الكبير جلد جلد ۱۱ صفحه ۷ برقم ۱۰۸۵۱ وفي الأوسط جلد ۴ صفحه ۲۹۷ برقم ۴۲۴۹ ,,من طريق سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن طاوس عن ابن عباس . مرفوعا.=



تو ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے نہ کہ چھوڑ دینا یا احادیث اور آئندہ ذکر ہونے والی احادیث امام مالک اور اہل تشیع پر حجت ہیں کیونکہ صحیح احادیث مبارکہ سے نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۳

عن عبد الله بن مسعود قال: مر بي النبي ﷺ وأنا واضع يدي اليسرى على اليمنى، فأخذ بيدي اليمنى فوضعها على اليسرى. (۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے قریب سے گذرے اور میں نے دائیں ہاتھ پر بائیں ہاتھ کو رکھا ہوا تھا پس آپ ﷺ نے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

علامہ شوکانی نے کہا کہ، قال ابن سید الناس رجاله رجال الصحیح ۔(۲)

کہ ابن سید الناس رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ، اسناده حسن ۔ اس کی سند حسن ہے۔(۳)

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑنا ہے نہ کہ بائیں سے دائیں ہاتھ کو اگر کوئی بائیں ہاتھ سے دائیں کو پکڑے گا تو یہ بھی غلط ہے اور خلاف سنت ہے۔

= و ابن سعد في الطبقات الكبرى جلد ۱ صفحه ۳۸۵. مرسلا عن عطاء.

☆ وقال الهيثمي في المجمع الزوائد ۱۰۵/۱ رواه الطبراني و رجاله رجال الصحيح .)

(۱) (أخرجه ابن ماجه في السنن صفحه ۱۲۶ برقم ۸۱۱، وابو داؤد في السنن صفحه ۱۲۳ برقم ۷۵۵ كتاب الصلاة، والنسائي في السنن صفحه ۱۳۸ برقم ۸۹۰ في كتاب الافتتاح، و ابو يعلى في مسنده جلد ۸ صفحه ۲۵۵ برقم ۵۰۴۱ والواسطي في تاريخه صفحه ۹۴)

(۲) (نيل الأوطار جلد ۲ صفحه ۱۹۴)

(۳) (فتح الباری جلد ۱ صفحه ۲۰۷ بيت الافكار الدولية الرياض)

حدیث نمبر ۴

عن جابر قال: مر رسول الله ﷺ برجل وهو يصلي قد وضع يده اليسرى على اليمنى فانتزعها ووضع على اليسرى.(۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گذرے اور وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے اس کو ہٹا کر بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ دیا۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھنا غلط ہے ورنہ نبی اکرم ﷺ ان کے ہاتھوں کو نہ بدلتے۔

علامہ شوکانی نے لکھا کہ ,,والحديث يدل على ان المشروع وضع اليمنى على اليسرى دون العكس ولا خلاف فيه بين القائلين بمشروعية الوضع .(۲)

پس ثابت ہوا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنا سنت ہے۔

ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا اور اس کا محل

حدیث نمبر ۵

عن سهل بن سعد قال كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم

(۱) (اخرجه أحمد في مسنده جلد ۳ صفحه ۳۸۱ والطبراني في الأوسط جلد ۸ صفحه ۲۷ برقم ۷۸۵۷ والواسطي في تاريخه صفحه ۹۴ في ترجمة حجاج بن ابي زينب السلمي والقزويني في التدوين في أخبار قزوين جلد ۳ صفحه ۲۵۰ .وقال الهيثمي في المجمع الزوائد جلد ۲ صفحه ۱۰۴ . رواه أحمد والطبراني في الأوسط و رجاله رجال الصحيح)

(۲) (نيل الأوطار جلد ۲ صفحه ۹۵)

علی ذراعه الیسری فی الصلوة وقال ابو حازم لا الا ینمی ذلک الی النبی ﷺ (۱)

کو) حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ,,ذراع،، پر رکھیں اور ابو حازم کہتے ہیں کہ مجھے صرف اور صرف یہی معلوم ہے کہ حضرت سہل بن سعد نے اس کو نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ذراع پر رکھنا سنت ہے۔ غیر مقلدین اکثر اس روایت کو اپنی دلیل بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں تو اس روایت کے بارے میں ہم تفصیلا عرض کرتے ہیں اس روایت میں انسانی اعضاء میں سے دو کا ذکر ہے۔

اولا: ہاتھ ثانیا: ذراع

ہاتھ کہاں سے کہاں تک ہے

اس کے بارے میں ہم پچھلے مسئلہ میں مشہور و مستند لغات کے حوالے سے لکھ آئے ہیں کہ ہاتھ کہاں سے کہاں تک ہے۔

ذراع کہاں سے کہاں تک ہے

,,ذراع،، کا لفظ بازو کے کس حصہ کے لیے بولا جاتا ہے عربی اردو کی مشہور لغت ,,المنجد،، میں ہے کہ، الذراع من الرجل۔ کہنی سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے تک کا حصہ (۱)

اور لغت عرب کی مشہور کتاب ,,لسان العرب،، میں ہے

الذراع : ما بین طرف المرفق الی طرف الاصبع الوسطی .(۲)

ذراع: کہنی کے سرے سے لیکر درمیانی انگلی کے سرے کے درمیانی حصہ تک۔

(۱) (اخرجه البخاري في الصحيح جلد ۱ صفحه ۱۴۹ برقم ۷۴۰، ومالک في الموطا صفحه ۱۴۷، وأحمد في مسنده جلد ۵ صفحه ۳۳۶، وأبو عوانة في مسنده جلد ۱ صفحه ۴۲۹ برقم ۱۵۹۷ و جلد ۲ صفحه ۹۷ والطبراني في الكبير جلد ۶ صفحه ۱۴۰ برقم ۵۷۷۲)

(۱) (المنجد صفحه ۳۵۱ کالم ۱)

(۲) (لسان العرب جلد ۸ صفحه ۹۳)

اب اس حدیث مبارکہ کو سمجھنا آسان ہو گیا جب ہمیں ہاتھ اور ,,ذراع،، کی حدود کا علم ہو گیا

الید: گٹ سے لیکر انگلیوں کے سرے تک ہوتا ہے بالخصوص جب ,,ذراع،، کے مقابلہ میں استعمال ہو ,,الذراع: کہنی سے لیکر ہاتھ کی درمیانی انگلی کے سرے تک۔

اور حدیث مبارکہ میں فرمایا گیا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ,,ذراع،، پر رکھنا۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ہاتھ تو مکمل ذراع پر آ نہیں سکتا کیونکہ ,,ذراع،، ہاتھ سے بڑی ہے آخر ہاتھ کو ,,ذراع،، کے کون سے حصہ پر رکھنا ہے تو اس روایت میں وہ محل نہیں بتایا گیا کہ ,,ذراع،، کے کس مقام پر ہاتھ رکھا جائے۔ اگر گٹ پر گٹ رکھ کر دیکھا جائے تو بھی ہاتھ مکمل ,,ذراع،، پر نہیں آسکتا کہ مکمل ,,ذراع،، پر رکھنا مراد ہو یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ مکمل ,,ذراع،، پر تو ہاتھ آئے گا ہی نہیں اور اگر گٹ سے کچھ آگے (یعنی کہنی کی طرف) ہاتھ رکھا جائے تو اس صورت میں ہاتھ ,,ذراع،، پر نہیں بلکہ ,,ذراع،، پر ,,ذراع،، آئے گی جیسا کہ عام غیر مقلدین کا طریقہ ہے تو یہ خلاف سنت ہوگا کیونکہ ,,ذراع،، پر ,,ذراع،، رکھنے کا حکم نہیں بلکہ ,,ذراع،، پر ہاتھ رکھنے کا حکم ہے تو لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ ,,ذراع،، کا ایسا حصہ ہے جس پر ہاتھ رکھنے سے ,,ذراع،، پر ,,ذراع،، کا اطلاق نہ ہو بلکہ ,,ذراع،، پر ہاتھ کا اطلاق ہو۔

تو لازم ہے کہ ہتھیلی کا وہ حصہ جو انگوٹھے سے متصل ہے اس کو گٹ پر رکھا جائے گا تب ہی ,,ذراع،، پر ہاتھ کا اطلاق ہوگا ورنہ اگر ہاتھ کا وہ حصہ گٹ سے تھوڑا سا بھی آگے رکھا جائے گا تو ,,ذراع،، پر ,,ذراع،، کا اطلاق ہوگا۔ اب جب ذراع کا وہ مقام مبہم ہے جس پر ہاتھ رکھنا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا کہ۔

(قوله علی ذراعه) ابهم موضعه من الذراع ....(۱)

پس معلوم ہوا کہ ,,ذراع،، کا مقام مبہم ہے کہ ہاتھ ذراع کے کس حصہ پر رکھا جائے۔

اب ہم سب سے پہلے یہ دیکھیں گے کہ احادیث مبارکہ میں اس کی وضاحت ہے یا کہ نہیں اگر احادیث مبارکہ سے اس محل کا علم ہو جائے تو پھر اس محل پر ہاتھ رکھا جائے گا۔

---

(۱) (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۷۸ و جلد ۱ صفحہ ۲۰۶)۔

حدیث نمبر ۶

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرف ضرور دیکھوں گا کہ آپ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے ہیں پس میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا کہ آپ ﷺ نے قیام فرمایا پھر تکبیر کہی،

,, ورفع يديه حتى حاذتا باذنيه ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى والرسغ والساعد . . . (۱)

اور اپنے ہاتھوں کو اٹھایا حتی کہ ان کو اپنے کانوں کے برابر کیا پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹ اور کلائی پر رکھا۔

غیر مقلدین کی مسلک سے وفا اور حدیث سے بے وفائی

غلام مصطفیٰ امن پوری غیر مقلد نے مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو ذکر کیا اور اپنے مسلک کے ساتھ وفا کرتے ہوئے اور حدیث مبارکہ سے بے وفائی کرتے ہوئے ان کو اپنے مسلک کی تائید میں ڈھالنے کی کوشش کی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کی تحت لکھتا ہے

یہ روایت مؤطا امام مالک (۱/۱۵۹) اور مسند امام احمد: (۵/۳۳۶) میں بھی آتی ہے، لغت عرب کی مشہور و مستند کتاب ,, لسان العرب لابن المنظور: ۸/۹۳،، میں لکھا ہے: ,, الذراع : ما بين طرف المرفق الى طرف الاصبع الوسطى ،، یعنی: ,, ذراع،، کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے کے درمیان حصے کو کہتے ہیں ۔ جناب وحید الزمان قاسمی کیرانوی صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: ,, انسان کا ذراع کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سرے تک ہوتا ہے (القاموس الوحید: ۵۶۷) اس حدیث پر عمل ہو تو ہاتھ زیر ناف آ ہی نہیں سکتے، تجربہ کر کے دیکھ لیں

(۱) أخرجه ابن الجارود في المنتقى صفحه ۷۲ برقم ۲۰۸ وابن خزيمة في الصحيح جلد ۱ صفحه ۲۴۳ برقم ۴۸۰ و ابن حبان في الصحيح جلد ۵ صفحه ۱۷۰ برقم ۱۸۶۰ وابو داؤد في السنن برقم ۷۲۷ والنسائي في السنن المجتبى برقم ۸۸۹، وفي الكبرى جلد ۱ صفحه ۳۱۰ برقم ۹۶۳ و احمد في مسنده جلد ۴ صفحه ۳۱۸)

دلیل نمبر۲: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (وضع یدہ الیمنی علی ظہر کفہ الیسری والرسغ والساعد) یعنی: ,,نبی کریم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، کلائی اور ساعد (کلائی سے لے کر کہنی تک) پر رکھا۔ (ابو داؤد :۱/۱۰۵ حدیث :۷۲۶، ۷۲۷) (نسائی:۲/۱۲۶ حدیث :۸۹۰) (مسند احمد :۴/۳۱۸) اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۴۸۰) امام ابن حبان (۴۸۵ موارد) امام نووی (خلاصۃ الاحکام از نووی:۱/۳۵۶) اور مشہور غالی حنفی نیموی (متوفی:۱۳۲۲ھ) نے بھی اس کی سند کو ,,صحیح،، کہا ہے (آثار السنن: حدیث:۳۲۳) امام عبدالقادر حنفی (۶۹۶-۷۷۵ھ) نے ,,حسن،، کہا ہے (الحاوی فی بیان آثار الطحاوی:۱/۲۵۲)

یہ حدیث پہلی حدیث کی مؤید ہے، جب دایاں ہاتھ بائیں بازو کی کہنی پر رکھا جائے تو ہاتھ خود بخود سینے پر آجاتے ہیں۔ (غ۔م)(۱)

قارئین! ہم نے غیر مقلد کی پوری عبارت کو نقل کیا ہے۔

اولا: حدیث سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ کے تحت غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ,,اس حدیث پر عمل ہو تو ہاتھ زیر ناف آہی نہیں سکتے ہیں، تجربہ کر کے دیکھ لیں،، یہ سراسر غلط بیانی ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ حدیث مبارکہ میں ہاتھ ذراع پر رکھنے کا حکم ہے نہ کہ کہنی پر۔ تو جب ہاتھ ذراع پر رکھیں گے تو ہاتھ بغیر کسی مشکل کے زیر ناف آجائیں گے البتہ سینہ پر مشکل رکھے جائیں گے اس کا واضح بیان امن پوری صاحب اپنے ٹولہ کے مناظر طالب الرحمٰن شاہ راولپنڈی والے سے پوچھ لیں جن کے سامنے ایک غیر مقلد نے ہی مری کی غیر مقلدین کی مسجد میں تقریبا چالیس آدمیوں کی موجودگی میں کہا تھا کہ اس طرح تو آسانی سے ہاتھ زیر ناف آتے ہیں اور جناب کے مناظر صاحب فورا اس روایت کو چھوڑ کر دوسری کو اپنی دلیل بنانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔(۲)

ثانیا: امن پوری صاحب نے حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں اپنے مسلک سے وفا کرتے ہوئے بددیانتی کی ہے ملاحظہ فرمائیں حدیث مبارکہ کے الفاظ۔

---

(۱) (تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول صفحہ ۱۵۵)

(۲) (اس مناظرہ کی روئیداد ہماری کتاب ,,نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟،، میں ملاحظہ فرمائیں)

,,وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفہ الیسری والرسغ والساعد،،
ان الفاظ میں بائیں بازو کے تین محل بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) ,,ظھر کفہ الیسری،، جس کا معنی ہے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت۔
بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر جب ہاتھ رکھیں گے تو انگلیاں کلائی پر ہوں گی۔

(۲) ,,الرسغ،، اس لفظ کا معنی امن پوری صاحب نے کیا کہ ,,کلائی،، جو کہ غلط ہے
عربی اردو لغت کی مشہور کتاب ,,المنجد،، میں ہے الرسغ والرسغ۔ گٹا۔ پہنچا۔(۱)
اور عربی کی مشہور زمانہ لغت ,,لسان العرب،، میں ہے۔
الرسغ: مفصل ما بین الکف والذراع۔(۲)
یعنی ہتھیلی اور کلائی کا درمیانی جوڑ۔ یعنی گٹ۔

اور اسی طرح مولوی صادق سیالکوٹی کی اسی کتاب کی تخریج عبدالرؤف بن عبدالحنان نے کی ہے اور اس میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے جس طریقہ و کیفیت سے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ طریقہ و کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت اور کلائی پر رکھا۔(۳)

اس میں بھی ,,الرسغ،، کا ترجمہ ہی نہیں کیا گیا اسی لیے کہ ہماری اکثریت کا طریقہ اس کے خلاف ہے وہ ناراض نہ ہو جائیں کیونکہ اس میں تو اس کے ترجمہ کی جگہ کو ہی چھوڑ دیا گیا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر نقل کیا۔

لیکن مولویو! یاد رکھو یہ بے شک ناراض ہو جائیں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن حدیث نبوی ﷺ میں تروڑ مروڑ سے بڑا فرق پڑے گا۔

---

(۱) (المنجد صفحہ ۳۸۳)
(۲) (لسان العرب جلد ۸ صفحہ ۲۲۸)
(۳) (صلوۃ الرسول مع تخریج عبدالرؤف غیر مقلد صفحہ ۲۲۹)

لیجیے غیر مقلدین کے گھر کا ترجمہ

خواجہ قاسم نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب ,,قد قامت الصلوۃ،، میں نقل کیا لکھتا ہے۔

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی نماز کا نقشہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ثم وضع یدہ الیمنی علی ظھر کفہ الیسری والرسغ والساعد.

(صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۲۴۳) پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت پہنچے اور کلائی پر رکھا۔(۱)

اور مولوی جی کے بڑوں نے ہی اس کا ترجمہ ,,جوڑ،، کیا ہے ملاحظہ ہو۔

,,نماز نبوی صحیح احادیث کی رشنی میں،،۔ جس کو ڈاکٹر شفیق الرحمن نے ترتیب دیا ہے اور اس پر تحقیق وتخریج اسی زبیر علی زئی کی ہے اور اس کی تصحیح وتنقیح کا کام حافظ صلاح الدین یوسف اور عبدالصمد رفیق نے سرانجام دیا ہے۔ اس میں اس روایت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی پشت)، اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا۔(۲)

پس ثابت ہوا کہ امن پوری کا ,,الرسغ،، کا ترجمہ کلائی کرنا غلط ہے اس سے مراد کلائی اور ہتھیلی کے درمیان والا جوڑ ہے۔

لہذا جب بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر ہاتھ کا کچھ حصہ رکھیں گے تو کچھ حصہ ہتھیلی اور کلائی کے درمیانی جوڑ پر بھی آجائے گا اور کچھ حصہ کلائی پر بھی آئے گا یعنی انگلیاں کلائی پر آجائیں گی۔

پس ثابت ہوا کہ صحیح طریقہ سے جب ہاتھ کو اس طرح رکھیں گے کہ ہتھیلی کی پشت پر بھی آئے اور جوڑ پر بھی اور کلائی پر بھی تو اس طرح ہاتھ رکھنے کے بعد ہاتھ آسانی سے زیر ناف ہی آتے ہیں نہ کہ سینہ پر۔

---

(۱) (قد قامت الصلوۃ صفحہ ۲۰۴)

(۲) (نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۱۴۵)

امن پوری صاحب نے شاید دونوں لفظوں کا ترجمہ کلائی اس لیے کیا کہ ان کی اکثریت کلائی پر کلائی رکھتی ہے جو کہ خلاف سنت ہے۔ جب اس طرح ہاتھ باندھنے کے بارے میں اس کو کوئی اور روایت نہ ملی تو اس نے اس حدیث کا ترجمہ اپنی مرضی سے اپنے مسلک کے ان لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اور ان کے دل رکھنے کے لیے کلائی ہی کر دیا۔

اسی لیے تو بعد میں لکھا کہ

,, جب دایاں ہاتھ بائیں بازو کی کہنی پر رکھا جائے تو ہاتھ خود بخود سینے پر آ جاتے ہیں،،

حدیث مبارکہ میں تو کہنی پر رکھنے کا ذکر ہی نہیں بلکہ یہ مولوی جی کا اختراعی معنی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے مسلک سے وفا کا عہد کیا ہے اس لیے جو احادیث مبارکہ میں نظر نہ آیا اس کو اپنی جیب سے نکال کر لگا لیا۔

حدیث مبارکہ میں تو کلائی کا ذکر ہے اور وہ بھی مقید کہ کلائی کا وہ حصہ جس پر ہاتھ ہو تو گٹ پر بھی ہو اور بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر بھی۔

شاید مولوی جی یہ مفہوم اس لیے بیان کر رہے ہوں کہ وہ دنیا کا ایک نیا عجوبہ ہوں کہ جن کا دایاں ہاتھ اتنا لمبا ہے کہ وہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت سے لے کر کہنی تک پہنچتا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ جب حدیث مبارکہ میں بیان کردہ الفاظ کے مطابق ہاتھ رکھے جائیں گے تو ہاتھ خود بخود سینے پر نہیں بلکہ زیر ناف ہی آئیں گے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ روایات احناف کے مؤقف کی تائید کرتی ہیں، نہ کہ غیر مقلدین کے مؤقف کی۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہاتھ کو رکھنے کا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، گٹ اور کلائی پر بھی ہاتھ ہو یعنی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھا جائے کہ بیک وقت تینوں مقامات پر ہو تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ انگوٹھا گٹ پر ہو اور انگلیاں کلائی پر اور انگوٹھے کے ساتھ والا پچھلا حصہ جو گٹ کی طرف ہے وہ ہتھیلی کی پشت پر، اسی صورت میں ان احادیث مبارکہ پر عمل ہو سکتا ہے اور اگر دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کہنی کے قریب تک رکھیں تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر ہاتھ نہیں

آئے گا اور نہ ہی گٹ پر بلکہ گٹ اور ہتھیلی کی پشت پر کلائی آئے گی اور بخاری شریف کی حدیث سہل رضی اللہ عنہ میں کلائی پر کلائی رکھنے کا بیان نہیں بلکہ کلائی پر ہاتھ رکھنے کا بیان ہے

پھر ایک اور حدیث مبارکہ بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ،،

یضع یدہ الیمنی علی الیسری فی الصلاۃ قریبا من الرسغ. (۱)

یعنی نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں (ہاتھ کی پشت) پر گٹ کے قریب رکھا۔

(یاد رہے کہ یہاں ہاتھ کی پشت پر جو میں نے ترجمہ کیا ان الفاظ کا ذکر شوکانی نے کیا ہے۔)

ایک اور بات کہ بعض احادیث مبارکہ میں ,,فاخذ،، کا لفظ ہے یعنی دائیں ہاتھ سے بائیں کو پکڑا اور بعض میں ہے,,وضع،، کہ رکھا۔

ان دونوں پر ایک وقت میں عمل صرف اور صرف احناف کے طریقہ سے ہی ممکن ہے۔

جیسا کہ امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے فرمایا

واستحسن کثیر من مشائخنا الجمع بینھما بان یضع باطن کفہ علی کفہ الیسری و یحلق بالخنصر والابھام علی الرسغ. (۲)	یعنی ہمارے کثیر مشائخ نے اس کو اچھا سمجھا کہ دونوں حدیثوں کو جمع کیا جائے وہ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھے تاکہ رکھنے والی پر عمل ہو جائے اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے گھیرا بنا کر بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑے تاکہ پکڑنے والی پر بھی عمل ہو جائے

اور اس طریقہ سے دایاں ہاتھ بائیں کی ہتھیلی کی پشت پر بھی ہوگا، گٹ پر بھی اور کلائی پر بھی ہوگا پکڑا بھی جائے گا اور رکھا بھی جائے گا کیونکہ چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کے گھیرے سے پکڑا گیا اور انگلیاں کلائی پر رکھی گئیں۔ پس اس طرح تمام روایات پر عمل ہو سکے گا اور کسی

(۱) (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر جلد ۲۲ صفحہ ۲۵ برقم ۵۲ والدارمی فی السنن جلد ۱ صفحہ ۲۱۳ برقم ۱۲۴۱ و ذکرہ الشوکانی فی نیل الأوطار جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

(۲) (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۷۹)

حدیث کو ترک کرنے سے بہتر ہے کہ ان میں تطبیق پیدا کی جائے۔

جیسا کہ ایک غیر مقلد بشیر الرحمٰن سلفی لکھتا ہے

اصول تطبیق احادیث میں ایک معروف اصول ہے ورنہ مسائل میں مختلف آراء کے سیل بلا خیز میں کوئی بھی چیز ہمارے ہاتھ نہ آسکے۔ بہت کم مسائل ہیں جن کی تصریح و وضاحت میں اختلاف نہ ہوگا اسی توفیق کی وجہ سے ہی ہم ان پر عمل کے قابل ہوئے ہیں۔ (۳)

پس اس غیر مقلد کی عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جہاں تک ہو سکے احادیث میں تطبیق کرنی چاہئے جن میں تطبیق پیدا کی جا سکے۔

تو اب تک ان تمام روایات جن کو ہم نے ذکر کیا ہے ان میں تطبیق ہو سکتی ہے اور وہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

اب ہم وہ احادیث مبارکہ نقل کرتے ہیں جن میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کے صریح الفاظ موجود ہیں

(۳) (روح عبادت الدعا صفحہ ۶)

زیر ناف ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں صریح احادیث

حدیث نمبر ۱:

حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه قال رأیت النبی ﷺ وضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة. (۱)

بسند مذکور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے نماز میں اپنے بائیں ہاتھ مبارک پر اپنا دائیاں ہاتھ مبارک ناف کے نیچے رکھا۔

اس حدیث مبارکہ کی سند صحیح ہے

لیکن غیر مقلدین جب اس حدیث مبارکہ کا اور کوئی جواب نہیں دے پاتے تو یہ شور ڈالنا شروع کر دیتے ہیں کہ اس میں ,,تحت السرة ،، کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ کے اصل نسخہ میں نہیں ہیں۔ اور یہ کہ اس حدیث مبارکہ میں قاسم بن قطلو بغا نے یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھائے ہیں لیکن یہ بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اولا: اس لیے کہ کئی کتب احادیث ایسی ہیں جن کے کئی کئی نسخے موجود ہیں اور ان میں سے کئی میں کچھ احادیث زائد ہیں جبکہ کئی میں وہ احادیث ہیں ہی نہیں جیسا کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ,,بستان المحدثین،، میں موطا امام مالک کے سولہ سترہ نسخوں کا ذکر کیا ہے اور ان میں کئی نسخے وہ ہیں جن میں کئی احادیث موجود ہیں لیکن کچھ میں نہیں۔ اسی طرح کئی میں کچھ احادیث مرفوع ہیں لیکن کچھ میں موقوف۔ اسی طرح کئی کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن بعض بزرگوں نے ان کے حوالے سے جو احادیث نقل کی ہیں وہ ان میں نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ وہ احادیث ہی نہیں جیسا کہ موجودہ مصنف عبد الرزاق کا وہ نسخہ جو شائع ہو چکا ہے اس میں حدیث جابر یعنی حدیث نور نہیں ہے لیکن اب جو نسخہ دستیاب ہوا ہے اس میں یہ حدیث مبارکہ صحیح سند کے ساتھ موجود ہے جو انشاء اللہ جلد ہی شائع ہو جائے گا۔

(۱)(مصنف ابن ابی شیبه جلد ۱ صفحه ۳۹۰، کراچی . وجلد ۱ صفحه ۴۲۷، ملتان)

پھر علامہ حیات سندھی نے اس کا انکار کیا کہ یہ مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ہے تو اس کے جواب میں علامہ قائم سندھی نے ایک رسالہ ,,فوز الکرام،، لکھا جس میں انہوں نے علامہ حیات سندھی کا رد بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ میں نے ایک نسخہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جس میں اسی حدیث مبارکہ میں یہ لفظ موجود ہیں۔ اس نسخہ کی نشاندہی بھی کی کہ وہ نسخہ شیخ عبد القادر کی لائبریری میں موجود ہے۔ اسی طرح علامہ محمد ابو طیب المدنی نے ,,شرح ترمذی،، میں اس کی سند کے بارے میں ذکر کیا کہ اس کی سند قوی ہے اور علامہ عابد سندھی نے ,,طوامع الانوار،، میں کہا کہ رجالہ ثقات .

غیر مقلدین کے گھر سے گواہی

غیر مقلدین کے محدث علامہ وحید الزمان نے بھی موطا امام مالک کے ترجمہ میں اس کو ابن ابی شیبہ کی روایت بتایا ہے، ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

اور ابن ابی شیبہ نے وائل بن حجر سے مرفوعا ,,تحت السرۃ ،،نقل کیا ہے۔(۱)

اور اسی طرح ایک اور غیر مقلد مولوی عبد الرؤف بن عبد الحنان سندھو نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ہے۔

,,مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں حدیث وائل بن حجر کے ایک طریق میں ,,تحت السرۃ،، کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے احناف میں سے بعض نے زیر ناف ہاتھ رکھنے پر اس سے بھی دلیل لی ہے۔۔۔۔(۲)

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ کی ہی ہے

امن پوری غیر مقلد نے تقی عثمانی دیوبندی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ,,ہم کہتے ہیں نیموی حنفی کی بات صحیح نہیں ہے مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں یہ زیادتی مذکور نہیں ہے،،(۳)

---

(۱) (موطا امام مالک مترجم صفحہ ۱۱۳۷ اسلامی اکادمی لاہور)

(۲) (صلوۃ الرسول مع تخریج وتعلیق صفحہ ۲۳۰)

(۳) (تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوۃ الرسول صفحہ ۱۵۰)

مولوی جی! اپنے مولوی کی عبارت ہی دیکھ لیتے کہ اس نے تو کہا ہے کہ کسی نسخہ میں یہ الفاظ ہیں اور جناب ہیں کہ ابھی تک اس کا انکار کرتے جا رہے ہیں جناب کے بڑے وحید الزمان نے بھی اسے مصنف کی روایت تسلیم کیا اور عبدالرؤف نے بھی لکھا کہ کسی نسخہ میں ہیں
آیئے جناب کی تسلی کے لیے مزید وضاحت کر دیتے ہیں کہ یہ صرف پاکستان اور انڈیا میں موجود نسخوں میں ہی نہیں بلکہ مدینہ منورہ میں موجود نسخہ میں بھی ہے
مکتبۃ الرشد الریاض سے شائع ہونے والے مصنف ابن ابی شیبہ پر دو محققین نے تحقیق کی ہے جن میں ایک ,, حمد بن عبد الله الجمعة ،، دوسرے ,, محمد بن ابراهيم اللحيدان ،، ہیں انہوں نے اس روایت کے ذیل میں نشان دہی کی ہے کہ یہ الفاظ ,, مكتبة المحمودية بالمدينة النبوية ،، کے مخطوطہ میں ہیں۔ ملاحظہ ہو (مصنف ابن ابی شیبۃ جلد ۲ صفحہ ۳۳۶، برقم ۳۹۵۵)
پس ثابت ہوا کہ غیر مقلدین نے بھی اس کو مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت تسلیم کیا ہے بلکہ اس کی سند کو بھی صحیح تسلیم کیا ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔
پس واضح ہوا کہ نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کی یہ حدیث صحیح ہے اور صحیح حدیث مبارکہ سے زیر ناف ہاتھ باندھنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

حدیث نمبر ۲:

حدثنا عبد الله ثنا محمد بن سليمان الأسدي ثنا يحيي بن أبي زائدة ثنا عبد الرحمن بن اسحاق عن زياد بن زيد السوائي عن أبي جحيفة عن علي قال ان من السنة في الصلوة وضع الكف على الكف تحت السرة . (۱)	------------------- بسند مذکور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ بے شک نماز میں یہ سنت ہے کہ آدمی ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ کر ناف کے نیچے رکھے۔

(۱) مسند أحمد جلد ۱ صفحه ۱۱۰، و ابو داؤد برقم ۷۵۶، و ابن ابی شیبة جلد ۱ صفحه ۳۴۳، و دارقطني جلد ۱ صفحه ۳۸۸، وسنن الكبرى بيهقي جلد ۲ صفحه ۳۸۶، والاحاديث المختارة جلد ۲ صفحه ۳۸۶، و۳۸۷، والتمهيد جلد ۲۰ صفحه ۷۸)

اس حدیث مبارکہ پر غیر مقلدین کی طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کی سند میں ,,عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے،، ضعیف ہے۔

اولاً: یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل کی ہے اور مسند امام احمد بن حنبل کے بارے میں انہیں کے محدث و امام شوکانی نے لکھا ہے کہ ,,قال السيوطي في خطبة كتابه الجامع الكبير ما لفظه . وكل من كان في مسند أحمد فهو مقبول،فان الضعيف الذي فيه يقرب من الحسن انتهى .(۱)

یعنی امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ,,جامع الکبیر،، کے خطبہ میں فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں کہ اور مسند امام احمد کی تمام روایات مقبول ہیں پس اگر ان میں کوئی ضعیف بھی ہو تو وہ بھی درجہ حسن کے قریب ہے۔

بقول علامہ شوکانی (کیونکہ امام سیوطی سے مثبت انداز میں نقل کیا ہے) جو کہ غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث و امام ہیں، مسند احمد کی ہر حدیث اگر چہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو وہ بھی حسن کے درجہ کے قریب ہوتی ہے۔

لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہاں پر غیر مقلدین اپنی عادت کے مطابق یہی کہیں گے کہ ہم کوئی علامہ شوکانی کے مقلد ہیں کہ ان کی بات کو تسلیم کریں، ہم تو صرف قرآن اور صحیح حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔

تو عرض یہ ہے کہ اپنے اس قول (جو کہ عام طور پر ان کی کتابوں اور منبروں کی زینت ہوتا ہے) کے مطابق وہ قرآن مجید کی کسی آیت سے عبدالرحمٰن بن اسحاق کا ضعف ثابت کریں یا پھر کسی صحیح حدیث سے نہیں تو کسی ضعیف حدیث سے ہی ثابت کریں لیکن قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

اس کے بارے میں وہ کسی محدث اور امام کا قول ہی پیش کریں گے کہ فلاں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اگر کسی محدث و امام کے قول کو ہی دلیل بناتا ہے تو پھر اپنے امام و محدث کی بات کو ہی تسلیم کر لیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں کہا جائے کہ یہ شوکانی کا نہیں بلکہ امام سیوطی کا قول ہے تو

(۱) (نيل الأوطار جلد ۱ صفحه ۲۰ والعجلوني في كشف الخفاء جلد ۱ صفحه ۱۹)

عرض یہ ہے کہ شوکانی نے اس کو تسلیم تو کیا ہے۔ اگر یہ قول شوکانی کو قبول نہیں تھا تو چاہیے تھا کہ اس کا رد کرتے لیکن ایسا نہیں کیا لہذا اس کا اس قول کی تردید نہ کرنا اس کو قبول کرنا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ محدثین میں امام سیوطی رحمہ اللہ کا مقام کیا ہے، اگر کسی امام کے قول کو تسلیم کرنا ہے تو امام سیوطی کے قول کو ہی تسلیم کر لیں۔

اور پھر یہی غیر مقلدین کے امام و محدث علامہ شوکانی اس سے بھی بڑھ کر ایک بات امام ہیثمی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آپ نے زوائد مسند میں فرمایا کہ

,,ان مسند احمد اصح صحیحا من غیرہ.(۱)

یعنی بے شک مسند امام احمد اپنے غیر سے سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔

پس بقول امام ہیثمی رحمہ اللہ مسند امام احمد,, اصح صحیحا،، کے درجہ کی کتاب ہے تو ان کے نزدیک اس کی احادیث بھی دوسری کتابوں کی احادیث سے صحیح ہونگی پس اگر عبد الرحمٰن بن اسحاق کے ضعف کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے کسی امام یا محدث کا قول ہی قبول کرنا ہے تو امام ہیثمی رحمہ اللہ کے اس قول کو ہی قبول کر لیں۔

پھر اسی علامہ شوکانی نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ,,قال الحافظ ابن حجر في كتابه :تعجيل المنفعة في رجال الأربعة، ليس في المسند حديث لا صل له الا ثلاثة أو أربعة، منها حديث عبد الرحمن بن عوف أنه يدخل الجنة زحفا .(۲)

اور پھر اسی علامہ شوکانی نے لکھا کہ,,ولم يدخل فيه الا ما يحتج به ،وبالغ بعضهم فاطلق على جميع ما فيه أنه صحيح .(۳)

اور علامہ مولانا وصی احمد شارح,,منیۃ المصلی،،فرماتے ہیں کہ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ عبد الرحمٰن بن اسحاق کوفی منکر الحدیث ہے اور نکارت مطلقا نقصان دہ ہے تو بھی اس حدیث کی دوسری احادیث شاہد ہیں جن میں سے ایک وہ ہے جس کو امام رزین نے اپنے

(۱) (نیل الأوطار جلد ۱ صفحه ۲۰ وتدريب الراوي صفحه ۱۴۷)

(۲) (نيل الوطار جلد ۱ صفحه ۲۰ و تدريب الراوي صفحه ۱۴۲)

(۳) (نيل الاوطار جلد ۱ صفحه ۱۹)

مسند میں ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے،،ان من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ،، جیسا کہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں اس کو مسند رزین کی طرف منسوب کیا، اور دوسری حدیث جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مرفوعا روایت کیا،،ان من السنۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ،،اس حدیث کو صاحب مجمع البحرین اور صاحب محیط علامہ برھان الدین نے بھی نقل کیا ہے اور تیسری وہ حدیث ہے جس کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے مرفوعا روایت کیا ہے ،،ثلاث من سنن المرسلین و ذکر منھا وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ،،اس روایت کو زاہدی نے مجتبی میں نقل کیا ہے۔ ورواہ ابن شاھین۔(۱)

اس روایت پر غیر مقلدین کی طرف سے ،،امن پوری،، نے ایک اعتراض کیا ہے کہ ،،دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں زیاد بن زید مجہول ہے۔۔۔(۲)

اس کی جہالت بھی اس کے لیے مضر نہیں کیونکہ اس کا متابع موجود ہے جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں اس کا تابع نعمان بن سعد ہے اور اس کو امام ابن حبان نے ثقات جلد ۵ صفحہ ۴۷۲ میں ذکر کیا ہے اور اس کی روایات جو کہ اس سے عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی نے روایت کیں ہیں ان کو مندرجہ ذیل محدثین نے صحیح وحسن قرار دیا ہے۔

(۱) امام حاکم رحمہ اللہ،،مستدرک میں جلد ۴ صفحہ ۶۰۹ برقم ۸۶۸۸ میں ،،عبد الرحمن بن اسحاق عن النعمان بن سعد،، کے طریق کی روایت کے بارے میں کہا۔ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ .

(۲) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ،،صفحہ ۲۴۳ برقم ۷۴۰ باب ما جاء فی صوم المحرم ،،عبد الرحمن بن اسحاق عن النعمان بن سعد،، کی سند کی روایت کے بارے میں کہا،،ھذا حدیث حسن غریب،،

پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ کم از کم حسن درجہ کی ضرور ہے

---

(۱) (تعلیق المجلی صفحہ ۲۷۹)

(۲) (تسہیل الوصول صفحہ ۱۵۱)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ،

أخذ الأكف على الأكف في الصلوة تحت السرة . (۱)
یعنی ہتھیلی کو ہتھیلی پر نماز میں زیر ناف رکھے۔

اس روایت میں بھی عبدالرحمٰن بن اسحاق راوی ہے اور اسی پر اعتراضات کیے جاتے ہیں جن کے بارے میں اوپر ذکر ہو چکا۔

یہاں ,, عبد الرحمن بن اسحاق عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل قال: قال: أبو هريرة ،، کی سند ہے

اور ,, عبد الرحمن بن اسحاق عن سيار أبي الحكم عن ابي وائل ،، کی سند کو مندرجہ ذیل محدثین نے صحیح اور حسن کہا ہے

(۱) امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں جلد ا صفحہ ۲۱۷ برقم ۱۹۷۳ میں کہا ,, صحيح الاسناد ولم يخرجاه ، اور جلد ۲ صفحہ ۴۶۶ برقم ۳۶۰۵ میں کہا کہ ,, هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ،،

(۲) امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ نے ,, الاحاديث المختارة ،، جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ برقم ۴۸۹ اور صفحہ ۱۱۸ برقم ۴۹۰ میں کہا کہ ,, اسناده حسن ،،

(۳) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں برقم ۳۵۷۲ باب في دعاء النبي ﷺ میں کہا ,, هذا حديث حسن غريب ،،

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت

عن أنس قال: من اخلاق النبوة تعجيل الافطار و تاخير السحور ووضع يمينك على شمالك في	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: کہ تین چیزیں اخلاق انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں سے ہیں، افطار میں جلدی

(۱) (اخرجه أبو داؤد في السنن صفحه ۱۲۳ برقم ۷۵۸، دار ابن حزم بيروت)

الصلوۃ تحت السرۃ .(۱)	کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں اپنا دائیاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھنا۔

اس حدیث مبارکہ میں ایک راوی سعید بن زربی پر کلام ہے لیکن اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔

امام ابومجلز رحمہ اللہ کا فتوی

امام ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں حجاج بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ،

قال: سمعت ابا مجلز أو سألته قال قلت: كيف يضع ؟ قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله و يجعلهما اسفل من السرة .(۲)	حجاج بن حسان نے فرمایا کہ میں نے ابومجلز سے سنا یا اس سے سوال کیا (نماز میں ہاتھ) کیسے رکھیں (ایک میں ہے کہ کیسے باندھوں) تو انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر زیر ناف رکھا جائے۔

اس اثر کی سند کے بارے میں غیر مقلدین کے محدث شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا کہ،

ذكره العلامة ابو المحاسن محمد قائم في رسالته فوز الكرام و قال هذا سند جيد ....(۳)

یعنی علامہ ابوالمحاسن محمد قائم نے اپنے رسالہ فوز الکرام میں اس کو ذکر کیا اور کہا کہ اس کی سند جید ہے۔

اس اثر کی سند پر کسی غیر مقلد کا کوئی اعتراض ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کو غیر مقلدین بھی صحیح تسلیم کر چکے ہیں کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی اس پر باعتبار سند کوئی اعتراض نہیں کیا۔

---

(۱)(خلافیات للبیهقی ق ۳۷و مختصر الخلافیات لابن فرح الاشبیلی جلد ۱ صفحه ۳۴۲، و ذكره ابن حزم في المحلى جلد ۲ صفحه ۳۰)

(۲)(مصنف ابن ابی شیبه جلد ۱ صفحه ۳۹۱ وفي نسخة جلد ۱ صفحه ۳۴۳)

(۳) (عون المعبود جلد ۲ صفحه ۳۲۴)

البتہ ایک غیر مقلد نے مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا

ہم مفتی صاحب کی ایک بد دیانتی کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہ الفاظ ہیں

۔اسنادہ جید و رواۃ کلھم ثقات ۔یہ مفتی صاحب کا صریحا جھوٹ ہے کیونکہ امام ابو بکر نے یہ قطعانہیں کہا(۱)

غیر مقلد داؤ دارشد کی بد دیانتی اور ہیرا پھیری ملاحظہ فرمائیں

اولا: مفتی صاحب نے قطعا یہ نہیں لکھا کہ امام ابن ابی شیبہ نے کہا کہ اس کی سند جید ہے اور اس کے تمام روات ثقہ ہیں بلکہ انہوں نے تو اس کی سند کے بارے میں لکھا کہ اس کی سند جید اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے کسی راوی پر جرح ثابت کرتے اور پھر کہتے کہ یہ جھوٹ ہے۔ خود تو کسی راوی پر جرح ثابت نہ کر سکے الٹا ان کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا جو بہتان عظیم ہے۔

ہم غیر مقلدین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ خورد بین لے کر بھی اس میں یہ نہیں دکھا سکتے کہ مفتی صاحب نے یہ لکھا ہو کہ امام ابو بکر نے کہا ہے کہ اسنادہ جید و رواتہ کلھم ثقات .

ثانیا: مفتی صاحب کی عبارت میں خیانت خود کردی مفتی صاحب نے تو لکھا تھا کہ ,, اسنادہ جید و رواتہ کلھم ثقات ،، لیکن غیر مقلد نے جو الفاظ کا مجموعہ مفتی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے وہ ہے ,, اسنادہ جید و رواۃ کلھم ثقات ،،

مفتی صاحب کو بد دیانتی کے طعنے دینے والا غیر مقلد اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ اس کے گریبان میں کیا ہے۔ کیا اسی کا نام دیانت داری ہے؟

کہ ایک بات کسی کی ہو کچھ اور اس کو بیان کسی اور طرح کیا جائے اگر یہی دیانت داری ہے تو ایسی دیانت داری سے خدا ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

ثالثا: غیر مقلد کا کسی راوی پر جرح نہ کر سکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس اثر کی سند واقعتا جید ہے اسی لیے تو مجبورا غیر مقلد کو یہ لکھ کر جان چھڑانی پڑی کہ ,,ثانیا: تابعی کا قول مرفوع حدیث کا معارض نہیں ہو سکتا ،،(۲)

---

(۱) (دین الحق جلد ا صفحہ ۲۲۶) (۲) (ایضا)

یہ قول، کسی بھی مرفوع حدیث جو کہ صحیح اور صریح ہو کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی کوئی صحیح، صریح، مرفوع حدیث اپنے دعوی میں غیر مقلدین پیش کر سکتے ہیں۔

بلکہ یہ قول تابعی صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کے مطابق ہے جس کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے جس کے بارے میں غیر مقلد عبدالرؤف نے بھی لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ قول کسی صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کا معارض نہیں بلکہ یہ صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کے مطابق ہے۔

امام ابراھیم نخعی رحمہ اللہ کا فتوی

عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة..(۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

اس اثر پر ،،امن پوری،، نے ایک اعتراض کیا ہے کہ،

اس کی سند میں ربیع بن صبیح ضعیف اور سیئ الحفظ راوی موجود ہے جس کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔(۲)

اولا: غیر مقلدین کے محدث نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے کہ ،،ابو حفص ربیع بن صبیح السعدی البصری هو من اتباع التابعين واعيان المحدثين كان صدوقا عابدا مجاهدا اول من صنف في الاسلام .(۳)

اس میں محدثین نے گو کہ کلام کیا ہے جہاں اس پر کلام کیا گیا ہے وہاں اس کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ امام ابن عدی دوسرے محدثین کے کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

ر للربيع احاديث صالحه مستقيمة ولم ار له حديثا منكرا جدا و ارجو انه

(۱) (مصنف ابن ابی شیبة جلد ۱ صفحه ۳۹۰)

(۲) (تسهيل الوصول...صفحه ۱۵۲)

(۳) (ابجد العلوم جلد ۳صفحه ۲۱۵، بیروت)

لاباس به و برواياته . (۱)

یعنی ربیع کی احادیث (روایت کردہ) صالح مستقیم ہیں اور میں نے اس کی کوئی حدیث سخت منکر نہیں دیکھی اور مجھے امید ہے کہ اس میں اور اس کی روایات میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے صحیح اور حسن احادیث سے بھی ثابت ہے اور صحیح آثار سے بھی ثابت ہے۔(والله ورسوله اعلم جل جلاله وﷺ)

---

(۱)(الکامل لابن عدی جلد ۳ صفحه ۹۹۴)

مسئلہ نمبر (۴)

نماز میں
بسم اللہ الرحمن الرحیم
بلند آواز سے پڑھنا ممنوع ہے

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنا ممنوع ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم .

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین .

اما بعد:

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنی ممنوع ہے۔ آہستہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھا جائے۔

حدیث نمبر (۱)

عَنْ اَنَسٍ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَاُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی پس میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم کی قرأت کرتے نہیں سنا

---

(۱)(اخرجہ المسلم فی الصحیح جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ لفظ لہ ، واحمد فی مسندہ جلد ۳ صفحہ ۱۷۶ برقم ۱۲۸۴۱ و جلد ۳ صفحہ ۱۷۹ برقم ۱۲۸۷۶ وصفحہ ۲۷۵ برقم ۱۳۹۲۹ وصفحہ ۲۷۶ برقم ۱۳۹۵۴ وصفحہ ۲۷۸ برقم ۱۴۰۰۲، وابن خزیمۃ فی الصحیح جلد ۱ صفحہ ۲۴۹ برقم ۴۹۵،وابن الجارود فی المنتقی صفحہ ۵۵ برقم ۱۸۳ ،و الدارقطنی فی السنن جلد ۱ صفحہ ۳۲۴ برقم ۱۱۸۷ ،والطحاوی فی شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ ،و من طریق شعبۃ عن قتادۃ عن انس .....

حدیث نمبر (۲)

حدثنا شعبة، و ابن ابی عروبة، عن قتادة عن انس قال صليت خلف رسول الله ﷺ وابی بکر و عمر وعثمان رضی الله عنهم فلم اسمع احدا منهم يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ,,میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی ,,بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،، بلند آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

حدیث نمبر (۳)

شعبة و شيبان عن قتادة قال سمعت انس بن مالك قال صليت خلف رسول الله ﷺ، و ابی بکر، و عمر، و عثمان رضوان الله عليهم فلم اسمع احدا يجهر. ببسم الله الرحمن الرحيم.(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے نہیں سنا۔

---

(۱) (اخرجه النسائی فی السنن المجتبیٰ جلد ۱ صفحه ۱۴۴ برقم ۹۰۹ لفظ له ،وفی السنن الکبری جلد ۱ صفحه ۳۱۵ برقم ۹۷۹.)

(۲) (اخرجه ابن حبان فی الصحیح جلد ۵ صفحه ۱۰۳ برقم ۱۷۹۹، لفظ له. وابن الجعد فی مسنده صفحه ۱۴۶ برقم ۹۲۲ وصفحه ۲۹۳ برقم ۱۹۸۶،
وقال شعيب الأرنؤوط :اسناده صحيح على شرط مسلم .علي بن الجعد :ثقة ثبت من رجال البخاري ،ومن فوقه على شرطهما .)

حدیث نمبر (۴)

شعبة وسفيان عن قتادة قال سمعت انس بن مالك قال صليت خلف النبي ﷺ، و ابى بكر، و عمر، و عثمان رضوان الله عليهم فلم اسمع احدا يجهر بسم الله الرحمن الرحيم.(۱)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے نہیں سنا۔

حدیث نمبر (۵)

شعبة، و همام بن يحيىٰ عن قتادة عن انس ان رسول الله ﷺ، و ابوبكر، و عمر رضى الله عنهما لم يكونوا يجهرون ببسم الله الرحمن الرحيم.(۲)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ,,بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،، کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر (۶)

سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن انس أن النبي ﷺ، و ابا بكر، و عمر رضوان الله عليهما، لم يكونوا يجهرون ببسم الله الرحمن	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ,,بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے، اور ,,

(۱) اخرجه الدارقطني في السنن جلد ۱ صفحه ۳۲۴ برقم ۱۱۸۶ للفظ له وقال مجدي حسن: ,,اسناده صحيح،،

(۲) اخرجه الدارقطني في السنن جلد ۱ صفحه ۳۲۵ برقم ۱۱۹۱ للفظ له وقال مجدي حسن: ,,اسناده صحيح،،

الرحیم، وکانوا یجھرون بالحمد لله رب العالمین.(۱)	الحمدللہ رب العالمین ،، کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس روایت کو ,,قتادہ ،، سے روایت کرنے والے قتادہ کے عام اصحاب ہیں جن میں ,,ہشام الدستوئی، سعید بن ابی عروبہ، ابان بن یزید العطار، حماد بن سلمہ، حمید الطویل، ایوب السختیانی، اوزاعی، سعید بن بشیر وغیرہم اور اسی طرح اس کو معمر اور ھمام نے بھی روایت کیا ہے(۲)

یعنی حضرت قتادہ بن دعامہ سے اس کو روایت کرنے والے دس سے بھی زیادہ تعداد میں ہیں اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی صرف اس کو روایت کرنے والے قتادہ ہی نہیں ہیں بلکہ مندرجہ ذیل تابعین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کرتے ہیں۔

حدیث نمبر(۷)

منصور بن زادان عن انس بن مالک قال صلی بنا رسول الله ﷺ فلم یسمعنا قراۃ بسم الله الرحمن الرحیم و صلی بنا ابو بکر و عمر فلم نسمعها منهما.(۱)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو ہم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی قراۃ نہیں سنی اور حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے ہمیں نماز پڑھائی تو ان سے بھی ہم نے اس کو نہیں سنا۔

(۱) (اخرجه ابن حبان فی الصحیح جلد ۵ صفحه ۱۰۶ برقم ۱۸۰۳، لفظ له، وابن خزیمة فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۲۵۰ برقم ۴۹۶، وفیه ,,ان رسول الله ﷺ لم یجهر ببسم الله الرحمن الرحیم ولا ابو بکر ولا عمر ولا عثمان. وابن الجارود فی المنتقی صفحه ۵۵ برقم ۱۸۱ وفیه، صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر و عمر و عثمان رضی الله عنهم فلم یجهروا ببسم الله الرحمن الرحیم.)

(۲) (سنن دارقطنی جلد ۱ صفحه ۳۲۵)

(۳) (اخرجه النسائی فی السنن المجتبیٰ جلد ۱ صفحه ۱۴۱ برقم ۹۰۸ لفظ له، وفی السنن الکبریٰ جلد ۱ صفحه ۱۵۳ برقم ۹۷۸. البانی نے کہا کہ ,,صحیح الاسناد)

حدیث نمبر (۸)

سفیان عن خالد الحذاء عن ابی قلابة عن انس قال. كان رسولالله صلى الله عليه وسلم، و ابوبكر، و عمر، رضوان الله عليهما لايجهرون بسم الله الرحمن الرحيم.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر (۹)

عن شعبة، عن ثابت، عن انس، قال: صليت خلف رسول الله ﷺ وخلف ابی بكر وخلف عمر ولم يجهر احدا منهم بسم الله الرحمن الرحيم.(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: ,,میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی اور ان میں سے کوئی بھی بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتا تھا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن ثابت عن انس قال لم يكن رسول الله ﷺ ولا ابوبكر ولا عمر يجهرون بسم الله الرحمن الرحيم .(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے تھے۔

---

(۱) (اخرجه ابن حبان في الصحيح جلد ۴ صفحه ۱۲۵ برقم ۱۷۹۹ لفظ له.وقال شعيب الأرنوؤط:اسناده صحيح على شرط مسلم.)

(۲) (اخرجه البغوى فى شرح السنة جلد۳ صفحه ۵۲ برقم ۵۸۲ لفظ له.اخرجه الرزاز الواسطى فى تاريخ واسط صفحه ۲۵۰)

حدیث نمبر (۱۱)

عن ابی نعامة الحنفي عن انس قال كان رسول الله ﷺ و ابوبكر و عمر لا يقرؤون يعني لا يجهرون.(۱)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما قرات نہیں کرتے تھے یعنی بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر (۱۲)

عن ابی حنيفة، عن حماد، عن انس بن مالك رضى الله عنه قال كان النبی ﷺ و ابوبكر و عمر و عثمان لا يجهرون بسم الله الرحمن الرحيم.(۲)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہر کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر (۱۳)

عن انس ان رسول الله ﷺ كان يسر ببسم الله الرحمن الرحيم.و	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر و عمر

(۱) (احمد فی مسنده جلد۳ صفحه ۲۱۶ برقم ۱۳۲۹۲ لفظ له، و ابو يعلى فی مسنده جلد ۷ صفحه ۲۱۱ برقم ۴۲۰۵ و فيه لا يقرؤون بسم الله الرحمن الرحيم، و البيهقی فی السنن الكبرىٰ جلد ۲ صفحه ۵۲.وفيه،، لا يجهرون بسم الله الرحمن الرحيم،،)

(۲) (جامع المسانيد للامام ابی حنيفة جلد ۱ صفحه ۳۲۲ لفظ له و فی المسند صفحه ۵۸،والقزوينی فی التدوين في اخبار قزوين جلد ۱ صفحه ۲۹۳،والخطيب في تاريخ بغداد جلد ۳ صفحه ۱۲۵)



ابو بکر و عمر .(۱)

رضی اللہ عنہما سب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر (۱۴)

عن حميد الطويل عن انس بن مالك انه قال قمت وراء ابى بكر وعمر و عثمان فكلهم كان لا يقراء بسم الله الرحمن الرحيم اذا افتتح الصلوٰة.(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی یہ تمام حضرات جب نماز شروع فرماتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی قرأت نہیں کرتے تھے۔(یعنی جہر سے)

اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے ایک غیر مقلد نے لکھا

الجواب: اول حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صرف قتادہ سے پائی جاتی ہے اور قتادہ سے روایت کرتے ہیں امام شعبہ اور ان سے آگے ان کے شاگرد ہیں اور انہیں سے مختلف الفاظ منقول ہیں

---

(۱) ذكره الهيثمي في مجمع الزوائد جلد ۲ صفحه ۱۰۸ اللفظ له. وقال : رواه الطبراني في الكبير و الأوسط ورجاله موثقون.

☆ واخرجه الطبراني في الكبير جلد ۱ صفحه ۲۵۵ برقم ۷۳۹، وابن خزيمة في الصحيح جلد ۱ صفحه ۲۵۰ برقم ۴۹۷، والمقدسي في الأحاديث المختارة جلد ۵ صفحه ۲۵۰، ۲۵۱ برقم ۱۸۷۷، وقال :اسناده حسن ، وابن عدى في الكامل جلد ۳ صفحه ۱۲۶۳، و ابونعيم في الحلية الاولياء جلد ۷ صفحه ۱۷۹، و الطحاوى في شرح معانى الاثار جلد ۱ صفحه ۱۳۹ ، والطبراني في الاوسط جلد ۸ صفحه ۱۲۲ برقم ۸۲۷۷ غير ذكر ابوبكر و عمر رضى الله عنهما .)

(۲) (اخرجه المالك في الموطا صفحه ۷۰ ، والطحاوى في شرح معانى الاثار جلد ۱ صفحه ۲۰۲ ، و البغوى في شرح السنة جلد ۳ صفحه ۵۳ برقم ۵۸۳ والبيهقى في السنن الكبرىٰ جلد ۲ صفحه ۵۱)

اولاً: فلم اسمع احدا منهم بسم الله الرحمن الرحيم

ثانیاً: لا يستفتحون القراة بسم الله الرحمن الرحيم

ثالثاً: فلم يكونوا يقرؤن بسم الله الرحمن الرحيم

رابعاً: فلم اسمع احدا منهم يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم

خامساً: فكانوا الا يجهرون بسم الله الرحمن الرحيم

سادساً: فكانوا يسرون ببسم الله الرحمن الرحيم

سابعاً: فكانوا يستفتحون القراة بالحمد لله رب العالمين.

(دیکھیے نصب الرایہ ص ۳۳۰ ج ۱)(۱)

الجواب

اولاً: ,,غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ,,حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صرف قتادہ سے پائی جاتی ہے،، یہ غلط ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت صرف حضرت قتادہ سے نہیں بلکہ حضرت قتادہ کے علاوہ بھی پائی جاتی ہے مثلاً ,,منصور بن زادان، جیسا کہ حدیث نمبر ۷ میں ذکر ہوا،، ابو قلابہ جیسا کہ حدیث نمبر ۸ میں ذکر ہوا،، ثابت سے جیسا کہ حدیث نمبر ۹ میں ذکر ہوا،، ابو نعامہ الحنفی جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱ میں ذکر ہوا،، حماد سے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۲ میں ذکر ہوا،، حمید الطویل سے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۴ میں ذکر ہوا۔

ثانیاً: اس غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ,,قتادہ سے روایت کرتے ہیں امام شعبہ اور ان سے آگے ان کے شاگرد ہیں،، یہ بھی غلط ہے کیونکہ حضرت قتادہ سے صرف امام شعبہ ہی روایت نہیں کرتے بلکہ ان سے امام شعبہ کے علاوہ ,,شیبان، ابن ابی عروبہ، سفیان، ہمام بن یحیی وغیرہم بھی روایت کرتے ہیں جیسا کہ گزرا اور امام دار قطنی رحمہ اللہ نے تو اس کی نشاندہی فرمائی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۶ کے تحت گزرا۔

ثالثاً: اس غیر مقلد نے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان میں بھی بد دیانتی کی نمبر اولا میں جن الفاظ کو غیر مقلد نے لکھا ہے ان میں خیانت کی۔ ایسے ہی خامسا میں جو الفاظ لکھے ان میں

(۱) (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۴۱)



بھی بددیانتی سے کام لیا، کیونکہ الفاظ یوں تھے ,,فکانوا لا یجھرون ...،،لیکن غیر مقلد نے لکھا ,,فکانوا الا یجھرون...،،یعنی ,,لا،،کو ,,الا،،بنادیا۔

رابعا: غیر مقلد کا اس عبارت کو لکھنا سوائے اس کے کہ اپنی کتاب کے صفحات بڑھ جائیں کوئی معنی نہیں رکھتا۔

خامسا: اگر کوئی ثقہ راوی کسی صحابی سے روایت کرنے میں اکیلا ہو اور اس سے روایت کرنے والا بھی ثقہ ہو مگر اکیلا ہو تو اس وجہ سے وہ روایت ضعیف نہیں ہوگی جب تک اس میں کوئی اور علت نہ پائی جائے۔ مگر یہاں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے بھی کئی ہیں اور حضرت قتادہ سے روایت کرنے والے بھی کئی ثقہ راوی ہیں۔

حدیث نمبر (۱۵)

عن عبدة ان عمر بن الخطاب کان یجھر بھؤلاء الکلمات یقول سبحانک اللھم و بحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک و عن قتادة انہ کتب الیہ یخبرہ عن انس بن مالک انہ حدثہ قال صلیت خلف النبی ﷺ وابی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لایذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قراۃ ولا فی آخرھا.(۱)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ,,سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک،، بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ (برائے تعلیم) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی تو یہ تمام حضرات قرأت (نماز میں) الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو قرأت کے اوّل میں پڑھتے تھے اور نہ آخر میں۔ (یعنی بلند آواز سے)

(۱) (اخرجہ المسلم فی الصحیح جلد ۱ صفحہ ۱۷۲ لفظ لہ۔ و ابو عوانۃ فی مسندہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ وفیہ انہ صلی خلف رسول اللہ ﷺ ...... والبیھقی فی السنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۵۰)

حدیث نمبر (۱۶)

عن اسحاق بن عبد الله بن ابی طلحة عن انس قال كنا نصلی خلف رسول الله ﷺ و ابی بكر و عمر وعثمان فكانوا يستفتحون بام القران فيما يجهر فيه .(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی پس وہ سب ابتداء ام القران (یعنی فاتحہ) سے کرتے تھے وہ اس میں (بسم اللہ الرحمٰن الرحمٰن) بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر (۱۷)

عثمان بن غياث قال اخبرنی ابو نعامة الحنفی قال حدثنا ابن عبدالله بن مغفل قال كان عبد الله بن مغفل اذا سمع احدنا يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم يقول صليت خلف رسول الله ﷺ و خلف ابی بكر و خلف عمر رضی الله عنهما فما سمعت احدا منهم قرأ بسم الله الرحمن الرحيم.(۲)

حضرت ابن عبداللہ بن مغفل نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ جب ہم میں سے کسی ایک کو (جہرا) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے سنتے تھے تو فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے کسی ایک کو بھی (بلند آواز سے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔

---

(۱) (اخرجه الدارقطنی فی السنن جلد ۱ صفحه ۳۲۶ برقم ۱۱۹۴ لفظ له ،و مسلم فی الصحيح جلد ۱ صفحه ۱۷۲)

(۲) (اخرجه النسائی فی السنن المجتبیٰ جلد ۱ صفحه ۱۳۱ برقم ۹۱۰ لفظ له ،و احمد فی مسنده جلد ۵ صفحه ۵۴ ،لفظه سواء.)

حدیث نمبر(۱۸)

سعید بن ابی ایاس الجریری عن قیس بن عبایة، عن ابن عبد الله بن مغفل، قال سمعنی ابی و انا فی الصلوٰة اقول بسم الله الرحمن الرحیم. فقال لی ای بنی محدث! ایاک والحدث قال ولم اراحد امن اصحاب رسولالله ﷺ کان ابغض الیه الحدث فی الاسلام یعنی منه قال وقد صلیت مع النبی ﷺ ومع ابی بکر و مع عمرو مع عثمان فلم اسمع احدا منهم یقولها فلا تقلها اذا انت صلیت فقل الحمد لله رب العالمین. قال ابوعیسیٰ حدیث عبد الله بن مغفل حدیث حسن والعمل علیه عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ منهم ابوبکروعمر و عثمان و علی وغیرھم و من بعدھم من التابعین وبه یقول سفیاالثوری و ابن المبارک واحمد واسحاق. لایرون ان یجھر بسم الله الرحمن الرحیم قالوا ویقولھا فی نفسه.(۱)

حضرت ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے میرے والد نے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے۔ بدعت سے بچو اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو بھی ان سے زیادہ بدعت سے بغض رکھتے ہوئے نہیں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ بیشک میں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی تو میں نے ان میں سے کسی کو بھی (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) پڑھتے نہیں سنا پس تم بھی اس کو (جہراً) نہ کہو اور جب نماز پڑھو تو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو، امام ترمذی نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اکثر نبی اکرم ﷺ کے اصحاب جن میں حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم وغیرہم اور ان کے بعد تابعین کا اسی پر عمل ہے اور سفیان ثوری اور ابن المبارک اور احمد اور اسحاق بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھنا جائز قرار نہیں دیتے تھے اور فرماتے دل میں پڑھنی چاہیے

(۱) (اخرجه الترمذی فی الجامع جلد ۱ صفحه ۳۳ برقم ۲۴۴ للفظ له ،احمد فی=

حدیث نمبر (۱۹)

عن يزيد بن مغفل عن ابيه انه صلى خلف امام فجهر بسم الله الرحمن الرحيم فناداه يا عبد الله انا صليت خلف رسول الله ﷺ و ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احدامنهم يجهر بها.(۱)

حضرت یزید بن مغفل اپنے باپ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھا تو آپ نے اس کو آواز دی اور کہا: اے اللہ کے بندے! میں نے رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی پس میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں سنا کہ وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے پڑھتے ہوں۔

قارئین! یہاں تک جو احادیث ہم نے نقل کی ہیں وہ اس بات میں صریح ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلند آواز سے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے تھے بلکہ آہستہ آواز یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نماز میں قرات کی طرح نہیں بلکہ ثناء کی طرح پڑھتے تھے۔

اب وہ احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں جن میں اس بات کی صراحت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں قرات کہاں سے شروع کرتے تھے یعنی بلند آواز سے پڑھنا کہاں سے شروع کرتے تھے۔

=مسنده جلد ۴ صفحه ۸۵ و جلد ۵ صفحه ۵۵، وابن ماجه صفحه ۱۲۲ برقم ۸۱۵، وابن ابی شيبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۲۷۰، والطحاوی فی شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحه ۲۰۲).

(۱) (جامع المسانيد للامام ابی حنيفه جلد ۱ صفحه ۳۱۹ و محمد فی کتاب الآثار صفحه ۲۵ لفظ له سواء و مسند الامام ابی حنيفة صفحه ۵۸ لفظ له سواء.)

حدیث نمبر (۲۰)

شعبة، عن قتادة، عن انس، ان النبی ﷺ وابا بکر، وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰة بالحمد لله رب العالمین.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم نماز کی ابتداء (یعنی قرأت کا آغاز) الحمد للہ رب العالمین سے کرتے۔

یہی روایت شعبہ کے طریق سے مروی ہے لیکن اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی نام موجود ہے، ملاحظہ ہو

شعبة عن قتادة عن انس صلیت خلف رسول الله ﷺ و ابی بکر و عمر وعثمان فکانوا یفتتحون بالحمد لله رب العالمین.(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی، یہ تمام حضرات (قرأة) کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھئے "نصر الباری فی تحقیق جزء القرأة صفحہ ۱۷۳"

(۱) (اخرجه البخاری فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۰۳ للفظ له، و فی جزء القرأة صفحه ۲۸ برقم ۱۰۹، والتاریخ الکبیر جلد ۲ صفحه ۵۸، و احمد فی مسنده جلد ۳ برقم ۱۳۹۲۸، و البیهقی فی السنن الکبریٰ جلد ۲ صفحه ۵۱)

(۲) (اخرجه البخاری فی جزء القراة برقم ۱۱۰ للفظ له، واخرجه الدارقطنی فی السنن جلد ۱ صفحه ۳۲۶ برقم ۱۱۹۲، و ابن خزیمة فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۲۴۸ و فیه یستفتحون ......)

اور یہی روایت شعبہ رحمہ اللہ کے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے۔

عن شعبة عن قتادة عن انس قال صليت خلف رسول الله ﷺ و خلف ابی بکر و عمر و عثمان رضی الله عنهم فلم یکونوا یستفتحون القراة بسم الله الرحمن الرحیم. قال شعبة فقلت لقتادة اسمعته من انس؟ قال نعم نحن سألناه عنه.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس وہ سب (نماز میں) قرأت کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نہیں کرتے تھے شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے قتادہ سے کہا، کیا تم نے یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے اس کے متعلق ان سے سوال کیا تھا

اور یہی روایت حضرت قتادہ سے امام شعبہ کے علاوہ بھی کئی ثقہ راوی روایت کرنے والے ہیں ملاحظہ ہو۔

حماد عن قتادة و ثابت، عن انس ان النبی ﷺ، و ابابکر، و عمر، کانوا یستفتحون القران بالحمد لله رب العالمین .(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما قرآن کی ابتداء (نماز میں) الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

حجاج قال لنا حماد و عن الحجاج قال لنا همام عن قتادة عن انس مثله.(۳)
(غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے ان دونوں کو صحیح کہا ہے دیکھئے ,,نصر الباری فی تحقیق جزء القرأة صفحہ ۱۷۶)

---

(۱)(اخرجه عبد الله بن احمد فی زوائد مسند احمد جلد۳ صفحه ۲۷۸ برقم ۲۰۰۲)

(۲)(اخرجه البخاری فی جزء القراۃ صفحه ۲۹ برقم ۱۱۴)

(۳)(اخرجه البخاری فی جزء القراۃ صفحه ۲۹ برقم ۱۱۵، والطبرانی فی الأوسط جلد ۵ صفحه ۳۳۱ برقم ۵۴۶۲).

اور یہی روایت حضرت حماد کے طریق سے مروی ہے جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو

حماد قال انبانا قتادة و ثابت وحميد عن انس بن مالک ان النبی ﷺ و ابا بكر و عمر و عثمان كانوا يستفتحون القراة بالحمد لله رب العالمين.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ بے شک نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قرأة کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے فرماتے تھے۔

حدیث

سعيد بن ابى عروبة عن قتادة عن انس بن مالک ان النبی ﷺ وابا بكر و عمر و عثمان كانوا يفتتحون القراة بالحمد لله رب العالمين.(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ بے شک نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قرأة کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے فرماتے۔

(غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھئے ,,نصر الباری فی تحقیق جزء القرأة صفحہ ۱۷۵)

(۱) (اخرجه احمد فی مسنده جلد۳ صفحه ۱۲۸ برقم ۱۲۷۴۴ : لفظ له، و جلد۳ صفحه ۲۸۶ برقم ۱۴۰۹۷ وقال الامام الا ان حميدا لم يذكر النبی ﷺ و جلد ۳ صفحه ۲۰۳ برقم ۱۳۴ عن قتادة و ثابت عن انس وابن ابی شيبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۴۴۷ عن حميد قال حميد واحسبه ذكر النبی ﷺ و ابن حبان فی الصحيح جلد۴ صفحه ۱۳۴ برقم ۱۷۹۷ و فيه...... يفتتحون القراة ...... و البغوى فی شرح السنه جلد۳ صفحه ۵۲ برقم ۵۸۱ و فيه يستفتحون الصلوٰة و عن حماد انا قتادة و ثابت)

(۲) (اخرجه احمد فی مسنده جلد ۳ صفحه ۱۰۱ برقم ۱۲۰۱۴ : لفظ له ،وجلد۳ صفحه ۲۰۵ برقم ۱۳۱۵۲ وجلد۳ صفحه ۲۵۵ برقم ۱۳۷۱۵ و ابن ابی شيبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۴۴۷ ، و ابو عوانة فی مسنده جلد ۱ صفحه ۴۹۹ برقم ۱۲۵۹ وجلد ۲ صفحه ۱۲۲ و ابن حبان فی الصحيح جلد۴ صفحه ۱۴۴ برقم ۱۷۹۵ ☆



عن ایوب عن قتادة عن انس قال صليت مع النبی ﷺ مع ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما فافتتحوا بالحمدللہ رب العالمین.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی پس وہ الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

(غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھئے ,,نصر الباری فی تحقیق جزء القرأۃ صفحہ ۱۷۹)

حدیث

هشام قال لنا قتادة عن انس ان النبی ﷺ وابا بکر و عمر کانوا یفتتحون القرأة بالحمد لله رب العالمین (۲).

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما قرأت کی ابتداء (نماز میں) الحمد للہ رب العالمین سے فرماتے تھے۔

(غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھئے ,,نصر الباری فی تحقیق جزء القرأۃ صفحہ ۱۷۸)

=حمید و سعید عن قتادة ...... و ابو یعلی فی مسنده جلد ۵ صفحه ۳۴۴ برقم ۲۹۸۰، ۲۹۸۱، ۲۹۸۲، و جلد ۵ صفحه ۴۳۵ برقم ۳۱۳۱، والبخاری فی جزء القرأة صفحه ۲۹ برقم ۱۱۳)

(۱) (اخرجه النسائی فی السنن المجتبیٰ جلد ۱ صفحه ۱۴۳ وفی السنن الکبریٰ جلد ۱ صفحه ۳۱۴ برقم ۹۷۶ و ابن ماجه فی السنن صفحه ۵۹، والبیهقی فی السنن الکبریٰ جلد ۲ صفحه ۵۱ و ابن الاعرابی فی المعجم جلد ۶ صفحه ۳۹۱ برقم ۱۲۲۳ و البخاری فی جزء القرأة صفحه ۳۰ وابن الجارود فی المنتقی صفحه ۵۵ برقم ۱۸۲.)

(۲) (اخرجه البخاری فی جزء القرأة صفحه ۳۰، برقم ۱۱۷ لفظ له، و ابوداؤد فی السنن صفحه ۱۲۷ برقم ۷۸۲، والدارمی فی السنن جلد ۱ صفحه ۳۱۱ برقم ۱۲۴۰)

یہی روایت انہی کے طریق سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نام کی زیادتی کے ساتھ بھی مروی ہے، ملاحظہ ہو۔

هشام حدثنا قتادة عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ و ابا بكر و عمر و عثمان كانوا يفتتحون القراءة ب (الحمد لله رب العالمين) (۱)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم قرأت کی ابتداء (نماز میں) الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

حدیث

ابو عوانة عن قتادة عن انس كان النبي و ابو بكر و عمر عثمان كانوا يستفتحون القراءة بالحمد لله رب العالمين. (۲)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم قرأت کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے فرماتے تھے

(غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھئے ,,نصر الباری فی تحقیق جزء القرأۃ صفحہ ۱۷۷)

---

(۱) (اخرجه احمد في مسنده جلد ۳ صفحه ۱۱۴ برقم ۱۲۱۵۹ ،وبرقم ۱۳۹۲۷ ، والدارمي في السنن جلد ۱ صفحه ۳۱۱ برقم ۱۲۴۰ ، و ابوداؤد في السنن ص۱۲۷ برقم ۷۸۲ ،وابو يعلى في مسنده جلد ۵ صفحه ۳۴۵ برقم ۲۹۸۳ و صفحه ۳۳۴ برقم ۳۱۲۸ ، و ابن ابي شيبة في المصنف جلد ۱ صفحه ۳۴۸)

(۲)(اخرجه البخاري في جزء القرأة صفحه ۲۹ . ۳۰ برقم ۱۱۶ ، والترمذي في الجامع جلد ۱ صفحه ۳۴ برقم ۲۴۶ ، و النسائي في المجتبیٰ جلد ۱ صفحه ۱۴۳ برقم ۹۰۴ غير ذكر عثمان وفي السنن الكبرىٰ جلد ۱ صفحه ۳۱۴ برقم ۹۷۵ ،و ابن ماجه في السنن صفحه ۵۹ برقم ۸۱۳ غير ذكر عثمان ،و ابن خزيمة في الصحيح جلد ۱ صفحه ۲۴۸ برقم ۴۹۱)

همام حدثنا قتادة (حدثنا) انس ان رسول الله ﷺ وابا بکر و عمر وعثمان كانوا يستفتحون القراة بعد التكبير بالحمد لله رب العالمين في الصلوة.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں قرأۃ کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے۔

حدیث

محمد بن یوسف قال لنا الاوزاعی قال كتب الى قتادة قال حدثنى انس يعنى ابن مالك قال صليت خلف النبى ﷺ و ابى بكر و عمر و عثمان و كانوا يفتتحون بالحمد لله رب العالمين .(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی اور یہ تمام حضرات (قرأت) کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

(غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھئے ,,نصر الباری فی تحقیق جزء القرأۃ صفحہ ۱۷۴)

حماد و شعبة و عمران القطان عن قتادة عن انس قال صليت خلف رسول الله ﷺ و ابى بكر و عمر و عثمان رضى الله عنهم فكانوا يستفتحون القرأة بالحمد لله رب العالمين.(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی پس وہ قرأۃ کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے فرماتے تھے۔

---

(۱)(اخرجه الامام احمد فى مسنده جلد۳ صفحه ۲۸۹ برقم ۱۴۱۲۳ لفظ له و ابويعلى فى مسنده جلد۵ صفحه ۲۶۱ برقم ۲۸۸۱ وفيه غير عثمان و بعد التكبير و فى الصلوة.)

(۲) (اخرجه البخارى فى جزء القرأة صفحه ۲۹ برقم ۱۱۱ : لفظ له و صفحه ۲۹ برقم ۱۱۲)

(۱) (اخرجه الدارقطنى فى السنن جلد ۱ صفحه ۴۲۶ برقم ۱۱۹۳)



اس روایت کو حضرت قتادہ رحمہ اللہ کے علاوہ بھی کئی راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

حمید الطویل، عن انس، قال: صلیت مع النبی ﷺ وابی بکر و عمر کانوا یفتتحون بالحمد للہ رب العالمین.(۱)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی وہ (نماز کی) ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے

(غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھئے ، نصر الباری فی تحقیق جزء القرأۃ صفحہ ۱۷۸)

مالک ابن دینار عن انس بن مالک قال صلیت خلف النبی ﷺ و ابی بکر و عمر و عثمان فکانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین(۲)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی، پس وہ نماز کی ابتداء (یعنی قرات) الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے

حدیث

معمر عن قتادۃ و حمید وابان عن انس سمعت النبی ﷺ و ابا بکر و عمر و عثمان یقرأون الحمد للہ رب العالمین.(۳)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو سنا وہ (نماز میں) قرأت الحمد للہ رب العالمین سے (شروع) کرتے تھے۔

(۱) (اخرجہ البخاری فی جزء القرأۃ صفحہ ۳۰ برقم ۱۱۸)
(۲) (اخرجہ البخاری فی جزء القرأۃ صفحہ ۳۰ برقم ۱۲۰)
(۱) (اخرجہ عبدالرزاق فی المصنف جلد ۲ صفحہ ۸۸ برقم ۲۵۹۸)

عن ابی سمر بن والحسن عن انس بن مالک قال کان رسول الله ﷺ و ابوبکر و عمر و عثمان یستفتحون بالحمد لله رب العالمین.(۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم الحمدللہ رب العالمین سے (قرأۃ) شروع فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا عمل بھی مروی ہے، ملاحظہ ہو۔

حدیث نمبر (۲۱)

عن عائذ بن شریح عن انس بن مالک قال صلیت خلف رسول الله ﷺ وأبي بكر وعمروعثمان وعلي رضی الله عنهم كانوا يفتتحون القرأة ب الحمد لله رب العالمين.(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ قرات کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

حدیث نمبر (۲۲)

عن قیس بن عبایة الحنفی عن ابن عبد الله بن مغفل قال لی ابی صلیت خلف رسول الله ﷺ و ابی بکر و عمر و عثمان و کانوا یقرأون الحمد لله رب العالمین.(۳)

حضرت ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والدگرامی نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکروعمروعثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی یہ تمام حضرات قرأت الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

(۱)اخرجه الطحاوی فی شرح معانی الاثار جلد ۱ صفحه ۱۳۹) ☆(۲)(أخرجه ابو نعيم في الحلية الأولياء جلد ۸ صفحه ۲۴۵) ☆(۳)(اخرجه البخاری فی جزء القراة ۲۸ ۳۰)



(غیر مقلدین کے محدث زبیر علی زئی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے دیکھئے ,,نصر الباری فی تحقیق جزء القراۃ صفحہ ۱۷۲)

حدیث نمبر (۲۳)

حسین المعلم عن بدیل العقیلی عن ابی الجوزاء عن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ یفتتح صلاته بالتکبیر و یفتتح قراته بالحمد لله رب العالمین.(۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی ابتداء تکبیر سے فرماتے اور اپنی (نماز میں) قرأت کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔

حدیث نمبر (۲۴)

عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ وابا بکر و عمر و عثمان کانوا یفتتحون القراۃ ب الحمد لله رب العالمین.(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قرات کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے

حدیث نمبر (۲۵)

سالم عن ابیه ان رسول الله ﷺ وابا بکر و عمر کانوا یفتتحون القراۃ ب الحمد لله رب العالمین . (۳)

حضرت سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما قرات کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے

(۱)(اخرجه عبدالرزاق فی المصنف جلد۲ صفحه ۸۹ برقم ۲۶۰۲)

(۲)(اخرجه ابو یعلی فی مسنده جلد ۱۱ صفحه ۹۰ برقم ۶۲۲۱ وابن ماجه فی السنن صفحه ۱۲۲ برقم ۸۱۴ والبخاری فی جزء القراۃ صفحه ۳۰)

(۳)(اخرجه الخطیب فی موضح اوهام الجمع والتفریق جلد ۱ صفحه ۳۸۳)

جہر بسم اللہ میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے

(۱) امام حافظ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لا یصح فی الجھر بالبسملۃ حدیث مسند۔

جہر میں کوئی بھی حدیث مسند صحیح نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد ۵ صفحہ ۲۸۸ بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۷ صفحہ ۱۸۶، جدید)

(۲) امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

انہ قال لم یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجھر۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی بھی احادیث جہر بسم اللہ میں مروی ہیں ان میں ایک بھی صحیح نہیں ۔

(فتح القدیر ص ۲۵۴ ج ۱، روح المعانی ص ۴۶ ج ۱ والمغنی جلد ۱ صفحہ ۲۸۵ نیل الأوطار للشوکانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱)

(۳) علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لم یصح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجھر شیء ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۵۲۲ ج ۱)

(۴) حضرت امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فالحاصل ان احادیث الجھر لم تثبت عند اھل النقل ۔

خلاصہ یہ کہ جہر کی احادیث اہل نقل (محدثین) کے نزدیک ثابت نہیں ہیں۔

(تبیین الحقائق ص ۱۱۲ ج ۱)

(۵) حضرت علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

واحادیث الجھر لیس فی صحیح صریح بخلاف حدیث الاخفاء فانہ

صحیح صریح ثابت فی مخرجہ فی الصحیح والمسانید المعرفۃ والسنن المشہورۃ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۲۹۱ ج ۵، کوئٹہ)

اور جہر کی احادیث میں کوئی بھی حدیث صحیح اور صریح نہیں ہے۔ بخلاف اخفاء کی احادیث کے کہ وہ صحیح صریح و مسانید و سنن مشہورہ میں ثابت ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ فقال لیس فیہ حدیث صحیح (عمدۃ القاری ص ۱۲، ج ۲)

کہ جہر بسم اللہ میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ لم یصح حدیث فی الجھر بالبسملۃ

اور جہر بسم اللہ میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں ہے۔

(رمز الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۳۲، ج ۱)

(۶) حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولا یصح فی الجھر شیء مرفوع کما نقل عن الدارقطنی۔

اور جہر بسم اللہ میں کچھ بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ امام دارقطنی سے نقل کیا گیا ہے۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ ھامش علی الھدایہ ص ۱۰۵ ج ۱، ملتان)

(۷) حضرت علامہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قال بعض الحفاظ لیس حدیث صریح فی الجھر الا وفی اسنادہ مقال عند اھل الحدیث۔ (فتح القدیر ص ۲۵۴ ج ۱، کوئٹہ)

اور بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ جہر بسم اللہ میں کوئی حدیث صحیح صریح نہیں مگر اس کی سند میں محدثین کے نزدیک کلام ہے۔

(۸) حضرت امام بدر الدین محمود آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

روی عن بعض الحفاظ لیس حدیث صریح فی الجھر لا وفی اسنادہ مقال۔

بعض حفاظ حدیث سے روایت کی گئی ہے کہ جہر بسم اللہ میں کوئی حدیث صریح نہیں ہے مگر اس کی سند میں کلام ہے۔ (روح المعانی ص ۴۶، ج ۱)

(۹) علامہ مجد الدین فیروز آبادی شافعی فرماتے ہیں۔

درباب جهره در صلوٰة به بسم الله الرحمن الرحيم حديث صحيح ثابت نشده. (سفر سعادة مع شرح ص ۵۳۴، سکھر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جہر میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔

غیر مقلدین کے گھر کی شہادتیں

(۱) امام وشیخ الوہابیہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے

وقد اتفق اهل المعرفة على انه ليس فى الجهر حديث صحيح و لم يرو اهل سنن من ذلك شيا۔ (مختصر الفتاوی صفحہ ۴۶)

اور اس پر اہل معرفت متفق ہیں کہ جہر بسم اللہ میں کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے اور اہل سنن نے جہر بسم اللہ میں کچھ بھی روایت نہیں کیا۔

(۲) پیشوائے وہابیہ ابن قیم اپنی کتاب بالہدیٰ میں لکھتا ہے۔

صحيح تلك الاحاديث غير صريح و صريحها غير صحيح۔

(زاد المعاد فی ھدی خیر العباد جلد ا صفحہ ۱۵۵)

ان احادیث میں جو صحیح ہیں وہ جہر میں صریح نہیں اور جو صریح ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

(۳) قلت (یعنی عبدالرؤف غیر مقلد کہتا ہے) قوی اور راجح مذہب کے مطابق بسم اللہ سراہی پڑھنی چاہیے۔۔آگے تین احادیث جو سرا پڑھنے کی دلیل ہیں ان کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔۔

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ (ﷺ) اور خلفائے ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کا طریق کار اسرار (یعنی آہستہ) تھا جہر (یعنی بلند) نہیں محققین نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے جن کے اسمائے گرامی مع حوالجات (حوالہ جات) کتب درج زیل ہیں۔ ابن العربی ,,عارضۃ الاحوذی،، (۴۶-۴۴/۱) ابن تیمیہ ,,الفتاوی الکبری،، (۱۰۴-۸۸/۱) زیلعی ,,نصب الرایۃ (۳۶۳-۳۲۸/۱) شوکانی ,,نیل الأوطار،، (۱۹۸/۲) سید نذیر حسین وشمس الحق عظیم آبادی التعلیق المغنی (۳۱۵/۱) مبارکپوری تحفہ الاحوذی (۲۰۴/۱) البانی صفۃ الصلاۃ (۷۷) ابن باز تحقیق فتح الباری

(۲/۲۲۹) شعیب وعبدالقادر، تحقیق زادالمعاد، (۱/۲۰۶)۔۔۔۔

مؤلف (یعنی صادق سیالکوٹی غیر مقلد) نے جس حدیث سے بسم اللہ جہراً پڑھنے کی دلیل لی ہے یہ نسائی (۲/۱۳۴) ابن خزیمۃ (۴۹۹) ابن حبان (۴۵۰ موارد) دارقطنی (۱/۳۰۵/۱۴) اور مستدرک (۱/۲۳۲) میں من طریق نعیم المجمر عن ابی ہریرہ ہے اسے ابن حبان، حاکم، بیہقی اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ مگر اس حدیث سے دلیل لینا صحیح نہیں ہے۔ حافظ زیلعی فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے آٹھ سو شاگردوں میں سے سوائے نعیم مجمر کے کسی نے بھی بسم اللہ ذکر نہیں کی اور ان کے شاگردوں میں سے کسی ثقہ سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے یہ بیان کیا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں بسم اللہ جہراً تلاوت کرتے تھے۔ نعیم کی اس زیادتی پر طویل کلام کرنے کے بعد زیلعی فرماتے ہیں کہ اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں بسم اللہ جہر کی صراحت نہیں ہے۔ (نصب الرایۃ (۱/۳۳۵)

بسم اللہ اونچی پڑھنے کے بارے میں بعض ضعیف اور کئی من گھڑت روایات دارقطنی وغیرہ میں ہیں۔ ابن تیمیہ اور حافظ زیلعی نے بھی ذکر کیا ہے کہ امام دارقطنی جب مصر تشریف لائے تو بعض مصریوں نے ان سے بسم اللہ کے جہر کے بارے میں ایک مستقل رسالہ تالیف کرنے کی درخواست کی جب انہوں نے رسالہ تالیف کیا تو ایک مالکی نے ان سے سوال کیا کہ وہ یہ بتائیں کہ اس رسالہ میں کتنی صحیح روایات ہیں۔ امام دارقطنی نے جواب دیا کہ اس بارے میں جتنی مرفوع روایات ہیں سب کی سب غیر صحیح ہیں رہے آثار صحابہ (رضی اللہ عنہم) تو ان میں سے بعض صحیح اور بعض ضعیف ہیں۔

الحاصل بسم اللہ جہراً پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح صریح حدیث نہیں ہے لہذا بسم اللہ آہستہ ہی پڑھنی چاہیے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت اور جان پہچان رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ بسم اللہ جہراً کے بارے میں کوئی صریح روایت نہیں ہے اور نہ ہی مشہور سنن کے مؤلفین جیسا کہ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی ہیں نے اس بارے میں کوئی چیز

روایت کی ہے۔ بسم اللہ جہراً کا ذکر من گھڑت روایات میں ملتا ہے جن کو ثعلبی، ماوردی اور ان جیسے مفسرین نے روایت کیا ہے۔

یا ان فقہاء کی کتابوں میں یہ روایات ملتی ہیں جو موضوع اور غیر موضوع روایات میں تمیز نہیں کرتے بلکہ ہر قسم کی احادیث سے حجت لیتے ہیں۔ الفتاوی الکبری (۹۱/۱)

(صلوۃ الرسول مع تخریج و تعلیق صفحہ ۲۳۶، ۲۳۷)

قارئین! مولوی عبدالرؤف غیر مقلد کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) قوی اور راجح مذہب کے مطابق بسم اللہ سراً پڑھنی چاہیے،، یعنی بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کا مذہب قوی نہیں بلکہ کمزور ہے اور غیر راجح ہے۔ اب ہم غیر مقلدین کو دعوت انصاف دیتے ہیں کہ تمہارا مولوی یہ لکھ رہا ہے کہ یہ قوی نہیں آج تک تو سننے میں یہی آیا تھا کہ غیر مقلدین منبروں پر اپنی محافل میں یہ کہتے ہیں کہ ہم صرف صحیح، اور قوی احادیث پر عمل کرتے ہیں اور حنفی غیر صحیح اور کمزور یعنی ضعیف احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ پس غیر مقلد مولوی کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا قوی نہیں یعنی ضعیف ہے تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ یا تو بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا ترک کریں یا آج کے بعض اپنے آپ کو اہل حدیث کہلوانے کی بجائے اہل ضعیف الحدیث کہلوائیں۔ اب جو ان کے من کو بھائے۔۔۔؟

(۲) مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) اور خلفائے ثلاثہ کا طریق کار اسرار تھا جہر نہیں۔ غیر مقلد کی اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ رسول اکرم تو نماز میں بسم اللہ کو آہستہ آواز سے پڑھتے تھے اور خلفائے ثلاثہ یعنی حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تو جو اس کے خلاف کرے گا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والا ہو گا لہذا ثابت ہوا کہ غیر مقلدین رسول اللہ ﷺ اور خلفائے ثلاثہ کی بھی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ بقول غیر مقلد نبی اکرم ﷺ اور خلفائے ثلاثہ سے جہراً پڑھنا ثابت نہیں جب ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ آہستہ پڑھتے تھے لہذا جو بلند آواز سے پڑھے گا وہ ان کی مخالفت کرنے والا ہو گا۔

(۳) محققین نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ غیر مقلد کی اس بات سے ثابت



ہوا کہ جو بلند آواز سے پڑھتے ہیں ان میں کوئی بھی محقق نہیں تو اب غیر مقلدین کو چاہیے کہ آج کے بعد اپنے مولویوں کو محقق تسلیم نہ کریں کیوں کہ ان کا اپنا ہی کہنا ہے کہ محققین نے اس کو اختیار نہیں کیا کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی جائے۔

پس ثابت ہوا کہ نماز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنا نبی اکرم ﷺ سے صحیح ثابت نہیں بلکہ آپ ﷺ سے سند صحیح کے ساتھ سراً پڑھنا ثابت ہے۔

لہذا آہستہ پڑھنا ہی سنت ہے نہ کہ بلند آواز سے بلکہ بلند آواز سے پڑھنا بدعت ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(تفصیل کے لئے دیکھیے ہمارا رسالہ ,,نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا بدعت ہے،،)



مسئلہ نمبر (۵)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی الہ و اصحابہ و بارک وسلم ۔امابعد۔

برادرانِ اسلام! نماز میں سورۃ فاتحہ کے اختتام پر امام ومقتدی اور منفرد پر آمین کہنا سنت ہے۔لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آمین کو بلند آواز سے پکارا جائے یا آہستہ کہا جائے۔

علمائے احناف اس کو آہستہ کہنے کے قائل ہیں جب کہ غیر مقلدین اس کو چیخ کر کہنے کے قائل ہیں۔

حق یہی ہے کہ اس کو آہستہ کہنا چاہیے اس پر قرآن وحدیث متفق ہیں۔ کیونکہ آمین ایک دعا ہے اور ازروئے قرآن دعا آہستہ کرنی چاہیے۔

آمین دعا ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے،

﴿ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾	فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو ثابت قدم رہو اور نادانوں کی راہ نہ چلو۔(۱)

یہاں دعا کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے حالانکہ دعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام مانگ رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام صرف آمین کہہ رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی دعا کرنے والا شمار کیا۔

اس پر روایات ملاحظہ فرمائیں،

نمبر(۱)

اخرجہ ابو الشیخ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال کان موسی علیہ السلام اذا دعا امن ھرون علی دعائہ یقول امین .(۲)	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دعا مانگ رہے تھے تو آپ کی دعا پر حضرت ہارون علیہما السلام آمین کہتے تھے۔

(۱)(پ ۱۱ یونس ۸۹) (۲)(تفسیر در منثور للسیوطی جلد ۳صفحہ ۳۱۲)

نمبر(۲)

واخرج ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ ، قد اجیبت دعوتکما قال دعا موسی علیہ السلام و امن ہرون .(۱)	۔۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿قد اجیبت دعوتکما﴾ کے بارے میں فرمایا کہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگ رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔

نمبر(۳)

اخرج ابن جریر عن ابن زید رضی اللہ عنہ قال کان ہرون علیہ السلام یقول آمین فقال اللہ تعالی قد اجیبت دعوتکما فصار التامین دعوۃ.(۲)	۔۔حضرت ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی پس آمین بھی دعا ہی ہے۔

یہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت زید رضی اللہ عنھم کی روایات اگرچہ بظاہر موقوف ہیں لیکن یہ حکماً مرفوع ہیں اور یہ امام بخاری و مسلم کے نزدیک بھی مسند (مرفوع) کا حکم رکھتی ہیں،

تفسیر صحابی مرفوع کا حکم رکھتی ہے

امام حاکم فرماتے ہیں،

وتفسیر الصحابی عندھما مسند(۳)	اور صحابی کی تفسیر امام بخاری و مسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے،

(۱)(تفسیر در منثور للسیوطی جلد ۳ صفحہ ۳۱۴)

(۲) (تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۳۱۴،تفسیر ابن جریر ۱۱/۱۶۱)

(۳)(حاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۲۲۳،وجلد ۲ صفحہ ۲۸۵،وفی المعرفۃ علوم الحدیث صفحہ ۲۰،وضیاء الدین المقدسی فی الاحادیث المختارۃ جلد ۲ =

نمبر (۴)

اخرجه عبد الرزاق وابن جرير وابو الشيخ عن عكرمة رضى الله عنه قال كان موسى عليه السلام يدعو ويومن هرون عليه السلام (۱)	حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے، اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔

یہاں یہ بات بھی یادر ہے کہ یہ روایت بظاہر مرسل ہے لیکن قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے تفسیر مظہری میں امام ابوداؤد کے حوالے سے نقل کیا کہ حضرت عکرمہ نے کہا کہ میں تفسیر کے سلسلہ میں جو بات کہوں وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی کہی ہوئی ہوتی ہے۔ (خواہ میں ان کا نام لوں یا نہ لوں) (۲)

نمبر (۵)

اخرجه سعيد بن منصور وابن جرير عن محمد بن كعب القرظى قال كان موسى يدعو وهرون يومن و	حضرت محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔

=صفحه ۱۲۳، وجزالرى فى توجيه النظر الى اصول الاثر ونووى فى الارشاد طلاب الحقائق الى معرفة سنن خير الخلائق جلد ۱ صفحه ۱۲۴، والسيوطى فى التدريب الراوى جلد ۱ صفحه ۱۹۲، وزكريا بن محمد الانصارى فى الفتح الباقى بشرح الفية العراقى وابن الملقن فى المقنع فى علوم الحديث جلد ۱ صفحه ۱۲۷، وابن تيمية فى المسودة فى اصول الفقة صفحه ۲۹۹، وابن الصلاح فى مقدمه ابن الصلاح مع التنقيد والايضاح صفحه ۷۰، وسخاوى فى فتح المغيث بشرح الفية الحديث جلد ۱ صفحه ۱۲۳، والعراقى فى التبصرة والتذكرة جلد ۱ صفحه ۱۳۶، وامير يمانى فى توضيح الافكار جلد ۱ صفحه ۲۸۱، وعبد الحى لكنوى فى ظفر الامانى شرح مختصر الجرجانى صفحه ۳۴۲، وشيخنا علامه محمد عباس رضوى فى شرح حيات الانبياء للبيهقى صفحه ۲۱۷)

(۱) (تفسير در منثور جلد ۳ صفحه ۳۱۴، تفسير ابن جرير ۱۱/۱۲۱)

(۲) (تفسیر مظہری پ ۵ سورۃ النساء زیر آیت، ومن يقتل مومنا متعمدا۔۔۔الخ)

الداعی والمومن شریکان .(۱)	دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا دونوں دعا میں شریک ہوتے ہیں۔

نمبر(۶)

واخرج ابن جریر عن ابی صالح وابی العالیة والربیع مثله .(۲)	حضرت ابی صالح اور حضرت ابو العالیہ اور حضرت ربیع سے بھی اس کی مثل روایت ہے

نمبر(۷)

قال ابو العالیة وعکرمة ومحمد بن کعب والربیع کان موسی علیه السلام ویدعوا و هارون یومن فسما هما الله داعیین.(۳)	حضرت ابوالعالیہ وعکرمہ ومحمد بن کعب اور ربیع فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو دعا کرنے والا کہا ہے۔

نمبر(۸)

عن ابی العالیة(قد اجیبت دعوتکما) قال دعا موسی وامن هارون وروی ذلک عن ابی صالح مثله وروی عن عکرمة ومحمد بن کعب القرظی و الربیع بن انس.(۴)	حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے (قد اجیبت دعوتکما) فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام نے آمین کہی اور اسی کی مثل ابو صالح سے روایت ہے اور حضرت عکرمہ ومحمد بن کعب القرظی اور ربیع بن انس سے بھی۔

(۱) (تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۳۱۴، تفسیر ابن جریر ۱۶۱/۱۱)

(۲) (تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۳۱۴، تفسیر ابن جریر ۱۶۱/۱۱)

(۳) (عمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۶ صفحہ ۵۳)

(۴) (اخرجه ابن ابی حاتم فی تفسیرہ جلد ۵ صفحہ ۱۹۸۰ برقم ۱۰۵۵۱)

نمبر(۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا،

اعطیت آمین فی الصلاۃ وعند الدعاء لم یعط احد قبلی الا ان یکون موسی کان یدعوا وھارون یومن فاختموا باس فان اللہ یستجیبہ لکم.(۱)

مجھے نماز میں اور دعا کے وقت آمین عطا کی گئی، جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہ ہوئی، مگر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔

تفسیر خازن میں ہے

انما نسب الدعاء الیھما وان الداعی ھو موسی وحدہ لان ھرون علیہ السلام کان یومن والتامین دعاء لانہ طلب وسوال ایضا ومعناہ اللھم استجب فصار بذلک شریک موسی فی الدعاء .(۲)

یعنی یہاں دعا کی نسبت دونوں (حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام) کی طرف کی گئی ہے حالانکہ دعا مانگنے والے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ تو یہ (نسبت دونوں کی طرف) اس لیے کی گئی ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہنے والے تھے اور آمین بھی دعا ہے کیونکہ اس سے طلب اور سوال کیا جاتا ہے اس کا معنی ہے کہ ،،اے اللہ قبول فرما،، اس میں حضرت ہارون علیہ السلام بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دعا میں شریک ہو گئے۔

---

(۱)اخرجہ ابن خزیمۃ فی الصحیح جلد ۳ صفحہ ۳۹ برقم ۱۵۸۶ ،والحارث فی مسندہ (بغیۃ الباحث) جلد ۱ صفحہ ۲۶۳ برقم ۱۷۶ ،وابن حجر فی المطالب العالیۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۳ برقم..،وبوصیری فی اتحاف الخیرۃ المھرۃ جلد ۵ صفحہ ۳۷۰ ،وابن کثیر فی تفسیرہ جلد ۱ صفحہ ۳۲،

(۲) (تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۳۲۹)

تفسیر نسفی

قیل کان موسی علیه السلام یدعوا وهرون یومن فثبت ان التامین دعا فکان اخفاء اولی.(۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگ رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے، تو ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے اور دعا آہستہ مانگنا بہتر واولیٰ ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے

فذکر الدعاء موسی وحده وسیاق الکلام ما یدل علی ان هرون امن فنزل منزلة من دعاء لقوله تعالی (قد اجیبت دعوتکما) فدل ذلک علی ان من آمن علی دعاء .(۳)

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے ہی دعا مانگ رہے تھے اور کلام کا سیاق و سباق دلالت کرتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔ پس وہ بھی دعا مانگنے والے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ آمین بھی دعا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے

والذی تظاهرت به الاثار انه علیه السلام کان یومن لدعاء اخیه والتامین فانه معنی امین استجب (۱).

اور احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی کی دعا پر فقط آمین کہہ رہے تھے اور آمین کا معنی ہے اے اللہ قبول فرما۔

---

(۱) (تفسیر نسفی هامش علی خازن جلد ۲ صفحه ۳۲۹)
(۲) (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحه ۳۲)
(۳) (تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحه ۱۷۳)

یہ تو قرآن وحدیث وتفاسیر سے دلائل تھے کہ آمین خداوند بزرگ وبرتر کے نزدیک دعا ہے،
اب احادیث وآثار سے اس بات کو واضح کیا جاتا ہے کہ آمین نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی دعا ہی ہے۔

حدیث نمبر(۱)

قال ابن عباس رضی الله عنه سالت النبی ﷺ من معنی امین فقال یا رب افعل.(۱)	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے آمین کا معنی پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا معنی ہے کہ اے اللہ! ایسے ہی کردے۔

نمبر(۲)

قال ابن عباس رضی الله عنه معناه اسمع واستجب .(۲)	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے، اے اللہ! بات سن اور قبول فرما

نمبر(۳)

قال عطاء امین دعا.(۳)	حضرت عطاء نے فرمایا کہ آمین دعا ہے۔

نمبر(۴)

قال الحسن معناه اللهم استجب.	حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے، یا اللہ! قبول فرما۔

---

(۱) (تفسیر در منثور جلد ۱ صفحہ۱۷ وتهذیب الاسماء واللغات جلد ۲ صفحہ۱۲ وتفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۱، و تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ۵ ،وتفسیر نسفی جلد ۱ صفحہ۱۹)

(۲) (تفسیر در منثور جلد ۱ صفحہ ۱۷ ،و تفسیر مظهری جلد ۱ صفحہ ۱۰)

(۳) (بخاری فی الصحیح جلد ۱ صفحہ۱۰۷ ،وعبد الرزاق فی المصنف جلد ۲ صفحہ ۹۷(۲۶۴۰)،والقرطبی فی تفسیرہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ ،والنووی فی الاسماء جلد ۲ صفحہ۱۲ وابن حجر فی التغلیق التعلیق جلد ۲ صفحہ ۳۱۷)

نمبر(۵)

وقال القتادة كذلك يكون . حضرت قتادہ نے کہا کہ اس کا معنی ہے، اے اللہ! جس طرح میں کہہ رہا ہوں اسی طرح ہو جائے

نمبر(۶)

وقال الجوهری وجمهور اهل اللغة آمين فی الدعاء.(۱) امام جوہری اور جمہور اہل لغت نے کہا کہ آمین دعا میں سے ہے۔

نمبر(۷)

علامه عینی فرماتے هیں

آمين دعا.(۲) آمین دعا ہے

نمبر(۸)

امام راغب اصفهانی فرماتے هیں

لان معناه استجب .(۳) یعنی اس کا معنی ہے، اے اللہ! قبول فرما

نمبر(۹)

علامه ابن کثیر فرماتے هیں

وقال الاكثرون معناه اللهم استجب لنا.(۴) اور اکثر مفسرین ومحدثین نے کہا کہ اس کا معنی ہے، اے اللہ! ہمارے لیے قبول فرما۔

نمبر(۱۰)

وحید الزمان غیر مقلد نے کہا،

آمین کے معنی، یا اللہ! قبول کر۔(۵)

(۱) (تهذیب الاسماء صفحه ۱۲.۱۱)
(۲) (عمدة القاری شرح البخاری جلد ۶ صفحه ۵۲)
(۳) (مفردات القرآن صفحه ۲۷)
(۴) (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحه ۳۱)
(۵) (لغات الحدیث جلد ۱ صفحه ۷۵)

ان مختصر مگر ٹھوس حوالا جات سے معلوم ہوا کہ آمین دعا ہے اور اس کے دعا ہونے پر قرآن واحادیث اور آثار صحابہ کرام اور تابعین عظام علیہم الرضوان اور آئمہ لغت متفق ہیں۔

اب جبکہ آمین کا دعا ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا تو حکم خداوندی کے تحت دعا آہستہ ہونی چاہیے نہ کہ چیخ و پکار کے ساتھ۔

فرمان رب العالمین ہے

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾(۱)	اپنے رب سے دعا کر گڑ گڑاتے ہوئے اور خفیہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔

تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا آہستہ مانگنی چاہیے لہذا آمین بھی دعا ہے اس لیے اس کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔

نمبر(۱)

اخرج ابن جریر وابن منذر و ابو الشیخ عن ابن عباس ادعوا ربکم تضرعا وخفیة قال السر انه لا یحب المعتدین فی الدعاء.(۲)	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ﴿ادعوا ربکم تضرعا وخفیة﴾ فرمایا آہستہ کیونکہ دعا میں حد سے بڑھنے والوں کو اللہ عزوجل پسند نہیں کرتا۔

نمبر(۲)

اخرج ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر فی قوله ادعوا ربکم تضرعا یعنی مستکینا وخفیة یعنی خفض. (۱)	سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ،،تضرعا،، یعنی گڑگڑا کر اور ،،خفیة،، یعنی آہستہ آہستہ دعا مانگو۔

(۱) (پ۸ سورۃ الاعراف آیت ۵۵)

(۲) (تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۹۲، والطبری جلد ۸ صفحہ ۲۰۶)

(۳) (تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۹۳)

نمبر (۳)

عن زید بن اسلم فی قول الله عزوجل (ادعوا ربکم...) قال کان یری ان الجهر بالدعاء الاعتداء.(۱)	حضرت زید بن اسلم نے اللہ تعالیٰ کے قول (ادعوا ربکم۔۔۔) کی تفسیر میں فرمایا کہ دعا میں آواز بلند کرنا حد سے بڑھنا ہے۔

نمبر (۴)

اخرج ابن جریر و ابوالشیخ عن ابن جریج فی الآیة قال ان من الدعاء اعتدا یکره رفع الصوت والنداء والصیاح با الدعاء.(۲)	حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ دعا میں حد سے بڑھنا یعنی آواز بلند کرنا اور ندا کرنا اور دعا میں چیخنا مکروہ ہے۔

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراهیم بغدادی فرماتے ہیں

یعنی سر انفسکم وهو ضد العلانیة والادب فی الدعاء ان یکون خفیا لهذه الایة.(۳)	یعنی آہستہ اپنے دلوں میں دعا مانگو اور یہ اعلانیہ کی ضد ہے اور دعا میں ادب یہ ہے کہ یہ خفیہ مانگی جائے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں حکم ہے

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی فرماتے ہیں

وعن ابن جریج الرافعین اصواتهم با لدعاء وعنه الصیاح فی الدعاء مکروه وبدعة.(۴)	حضرت ابن جریج سے روایت ہے کہ دعا میں اپنی آوازوں کا بلند کرنا اور چیخنا مکروہ اور بدعت ہے۔

---

(۱) (اخرجه ابن ابی حاتم فی تفسیره جلد۵ صفحه ۱۵۰۰، والسیوطی فی الدر منثور جلد۳ صفحه۹۳)

(۲) (تفسیر در منثور جلد ۳ صفحه۱۰۳، والطبری جلد ۸صفحه ۲۰۶)

(۳) (تفسیر خازن جلد ۲ صفحه۱۰۳)

(۴) (تفسیر نسفی هامش علی الخازن جلد ۲ صفحه۱۰۳)

قاضی ناصر الدین ابوالخیر عبداللہ بن عمر الشیرازی البیضاوی

ای ذوی تضرع وخفیة فان الاخفاء دلیل الاخلاص .(۱)

یعنی گڑگڑا کر اور خفیہ دعا مانگو، پس اخفا اخلاص کی دلیل ہے۔

تفسیر جلالین میں ہے

ادعوا ربکم تضرعا حال تذللا و خفیة سرا انه لا یحب المعتدین بالتشدد ورفع الصوت.(۲)

یعنی اپنے رب سے دعا کر گڑگڑا کر ذلت وعاجزی کے ساتھ خفیہ یعنی پوشیدہ طور پر، اللہ تعالی دعا میں تجاوز یعنی بلند آواز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مولوی احمد حسن غیر مقلد نے لکھا ہے،

اس آیت میں اللہ تعالی نے دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گڑگڑا کر چپکے سے دعا مانگو تاکہ ریا نہ ہو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا کہ خفیہ کے معنی پوشیدہ کے ہیں ابن جریر نے تضرع کے معنی گڑگڑانے کے بیان کیے ہیں دعا کے اندر چلانے اور چیخنے سے منع کیا گیا ہے۔(۳)

ان مختصر مگر ٹھوس دلائل سے معلوم ہوا کہ آمین قرآن واحادیث کی روشنی میں دعا ہے اور دعا قرآن پاک کے حکم کے تحت آہستہ کرنی چاہیے۔

شبہ

بعض لوگوں نے آمین کو اللہ تعالی کے اسماء مبارکہ میں شمار کیا ہے، اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ یہ دعا نہیں اور دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ اگر آمین بالجہر کہنا جائز وممنوع ہے تو پھر ذکر بالجہر بھی ممنوع وناجائز ہونا چاہیے۔

---

(۱) (تفسیر انوار التنزیل صفحہ ۲۰۸)

(۲) (تفسیر جلالین صفحہ ۱۳۴)

(۳) (تفسیر احسن التفاسیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۵)

جواب

ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا آہستہ کرنی چاہیے نا کہ بلند آواز سے، دوسرا یہ اللہ تعالی کے اسماء میں سے نہیں ہے

جیسا کہ حضرت علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ولیس من اسمائہ تعالی کما یرونہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قیل و لکونہ دعاء.(۱)	اور یہ اللہ تعالی کے اسماء میں سے نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس لیے کہ یہ دعا ہے۔

حضرت علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وھذا لا یصح لانہ لیس فی اسماء اللہ تعالی اسم مبنی ولا غیر معرب مع ان اسماء اللہ تعالی لا تثبت الا با لقرآن او سنۃ متواترۃ وقد عدم الطریقان فی ا مین .(۲)	اور یہ کہنا کہ آمین اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ اللہ تعالی کے اسماء میں سے کوئی نام بھی مبنی اور غیر معرب نہیں ہے (حالانکہ آمین مبنی وغیر معرب ہے) اس کے ساتھ یہ کہ اللہ تعالی کے اسماء قرآن اور سنت متواترہ سے ثابت ہیں اور آمین ان دونوں طریقوں سے ثابت نہیں ہے۔

اسی طرح علامہ ابن کثیر نے بھی اس چیز کا رد کیا ہے (۳)

---

(۱) (تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

(۲) (تہذیب الاسماء واللغات جلد ۲ صفحہ ۱۳)

(۳) (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۱)

آمین کے آہستہ کہنے کے متعلق احادیث مبارکہ

حدیث نمبر (۱)

عن ابی صالح السمان عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين فقولوا امين فانه من وافق قوله قول الملآئكة غفرله ما تقدم من ذنبه(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ,, غیر المغضوب علیھم والضآلین ،، کہے تو تم آمین کہو پس جس آدمی کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

حدیث نمبر (۲)

عن سعيد بن المسيب عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضآلين فقولوا امين فان الملئكة تقول امين وان الامام يقول آمين فمن وافق تا مينه تا مين الملئكة غفر له ما تقدم من ذنبه(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ,, غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین ،، کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے پس جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی اس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۱)اخرجه البخاری فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۰۸ کتاب الاذان برقم ۷۸۲ لفظه، وکتاب التفسیر برقم ۴۴۷۵، ومسلم فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۷۶ برقم ۴۱۰، وابو داؤد فی السنن جلد ۱ صفحه ۱۳۹ برقم ۹۳۵، والنسائی فی السنن المجتبی جلد ۱ صفحه ۱۴۷ برقم ۹۳۱، واحمد فی مسنده جلد ۲ =

حدیث نمبر (۳)

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ .(۱)	حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ,, غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ،، کہے تو تم آمین کہو، اللہ عزوجل تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔

وجہ استدلال

حدیث نمبر ا۔۲ سے معلوم ہوا کہ فرشتے آمین کہتے ہیں اور فرشتے آمین آہستہ کہتے ہیں، وہ چیخ کر نہیں کہتے، اس طرح آہستہ کہنے سے ان کی موافقت ہوتی ہے

جیسا کہ حضرت ملا علی قاری نے فرمایا،

وھذا المعنی متعین علی مذھبنا لانہ یسر فی آمین .(۲)	اور یہ حدیث ان معنوں میں ہمارے مذہب کی تائید میں خاص ہے کیونکہ ہم آمین آہستہ کہتے ہیں۔

=صفحہ ۲۵۹ برقم ۹۹۲۳)

(۲)(اخرجہ النسائی فی السنن المجتبی جلد ۱ صفحہ ۱۴۷ لفظلہ(۱)، ودارمی فی السنن جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ برقم ۱۲۴۶، و عن سعید وابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ، احمد فی مسندہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۰ برقم ۷۶۴۷، وابن حبان فی الصحیح جلد ۴ صفحہ ۱۴۶ برقم ۱۸۰۱)

(نوٹ) یاد رہے یہ الفاظ ،،قدیمی کتب خانہ کراچی،، کی شائع کردہ میں موجود ہیں

(۱) (اخرجہ عبد الرزاق فی المصنف جلد ۲ صفحہ ۹۸ برقم ۲۶۴۷ لفظلہ، ومسلم فی الصحیح جلد ۱ صفحہ ۱۷۴، والنسائی فی السنن المجتبی جلد ۱ صفحہ ۱۴۶ فی حدیث طویل، وفیھما .واذاقرا...)

(۲) (مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۵۲۲)

شبہ

احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنی چاہیے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے ,,باب جهر الماموم با لتامين ،، یعنی مقتدی کے بلند آواز سے آمین کہنے کا باب لہذا آمین بلند آواز سے کہنی چاہیے۔

جواب

ان احادیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آمین بلند آواز سے کہنی چاہیے، نہ امام کو اور نہ ہی مقتدی کو، کیونکہ اگر امام اونچی آواز سے آمین کہتا تو نبی اکرم ﷺ کو یہ بتانے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ امام بھی آمین کہتا ہے، اگر آپ ان احادیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آمین بلند آواز سے ہی کہنی چاہیے تو پھر آپ کو ,,ربنا لک الحمد ،، بھی بلند آواز سے کہنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد فانه من وافق قوله قول الملا لکة غفر له ماتقدم من ذنبه (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ,,سمع الله لمن حمده،، کہے تو تم ,,اللهم ربنا لک الحمد،، کہو پس جس کا ,,اللهم ربنا لک الحمد،، کہنا فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ جس طرح ,,ربنا لک الحمد ،، آہستہ کہا جاتا ہے اسی طرح آمین بھی آہستہ ہی کہی جائے گی۔

---

(۱) اخرجه البخاری فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۰۹ اللفظله ومسلم فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۷۶، والنسائی فی السنن المجتبی جلد ۱ صفحه ۱۶۲، والترمذی فی الجامع جلد ۱ صفحه ۳۶)

باقی رہا امام بخاری رحمہ اللہ کا باب قائم کرنا، تو یہ بلند آواز سے کہنے پر حجت نہیں، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت جو حدیث نقل کی ہے اس حدیث کو دیکھا جائے گا، کہ کیا اس میں کوئی ایسا لفظ موجود ہے جس سے آمین بلند کہنے پر دلیل قائم ہو سکے لیکن اس حدیث میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ آمین بلند آواز سے کہنی چاہیے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صرف لفظ ,,فقولوا آمین،، سے یہ استدلال کیا ہے اور یہ استدلال درست نہیں کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ,تو تم آمین کہو، اس سے بلند آواز سے آمین کہنا کیسے ثابت ہوتا ہے جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ہی،، عبداللہ بن یوسف،، کے علاوہ اسی سند سے وہی الفاظ ,,اللھم ربنا لک الحمد،، کیلیے بھی نقل کیے ہیں۔

یعنی دونوں روایتوں میں ,, ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام ،، تک ایک ہی الفاظ ہیں اور آگے آمین والی روایت میں ہے ,, غیر المغضوب علیھم والاالضآلین ،، اور اللھم ربنا لک الحمد،، والی روایت میں ,, سمع اللہ لمن حمدہ ،، اور آگے دونوں میں یہی لفظ ہے،، فقولوا ،، اس کے بعد آمین والی روایت میں آمین کا ذکر ہے اور اللھم ربنا لک الحمد،، والی میں اس کا ذکر ہے اور پھر آگے بھی دونوں میں وہی الفاظ ہیں ,,فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ،،

اگر،، فقولوا ،، سے بلند آواز سے کہنے پر استدلال درست ہے تو اللھم ربنا لک الحمد، بھی بلند آواز سے کہنا چاہیے جب کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ دوسرا یہ بھی ثابت ہوا کہ جس طرح کا قول،، اللھم ربنا لک الحمد ،، ہے اسی طرح آمین بھی ہے، تو جب کوئی بھی اس کا قائل نہیں تو پھر سب اسی کے قائل ہوئے کہ اللھم ربنا لک الحمد ،، فرشتے آہستہ کہتے ہیں، تو جب اللھم ربنا لک الحمد ،، آہستہ کہنے سے فرشتوں کی موافقت ہے تو پھر آمین بھی آہستہ کہنے سے ہی موافقت ہوگی، نہ کہ چیخ کر۔

شبہ

حدیث مبارکہ میں جب یہ ہے کہ جب امام،، آمین ،، کہے تو تم بھی آمین کہو، اگر امام بلند آواز سے آمین نہیں کہے گا تو مقتدیوں کو کس طرح معلوم ہوگا کہ امام نے آمین کہا ہے۔

جواب

یہ اعتراض بھی صحیح نہیں کیونکہ امام کے آمین کہنے کا ہر ایک کو علم ہے کہ وہ ،، والالضآلین ،، کہنے کے بعد آمین کہے گا بلکہ یہ اعتراض ہی کم علمی کی دلیل ہے کیونکہ اگر امام نے بلند آواز سے آمین کہنا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ یہ نہ بتاتے کہ امام بھی آمین کہتا ہے جیسا کہ پیچھے حدیث مبارکہ گزر چکی کہ ,,وان الامام یقول آمین ،،اور امام کے آمین کہنے کا علم بھی حدیث مصطفےٰ ﷺ میں موجود ہے کہ وہ کب آمین کہتا ہے،

اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین .فقولوا آمین ...	یعنی جب امام ,,غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین ،، کہے تو تم آمین کہو۔

یعنی امام،،ولا الضالین،، کہنے کے بعد جب آمین کہے تو تم بھی اس وقت آمین کہو۔

شبہ

جب قول کا حکم ہوتا ہے تو اصل یہ ہے کہ وہ جہری ہو اور اگر اس سے مراد سری ہے تو سری کی قید ضروری ہے اس لیے اصل کے لحاظ سے بھی جہری مراد ہوگا۔

جواب

یہ قاعدہ بھی ہر جگہ درست نہیں ہے۔ کئی مقامات پر قول مطلق ہے اور مراد سری یا نفسی ہے جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ (یعنی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) پیچھے گزری کہ

,,فقولوا اللھم ربنا لک الحمد ،،

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے

عن انس بن مالک ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد(۱)	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ،،ربنا لک الحمد کہو،

ربنا لک الحمد بالاتفاق آہستہ کہا جاتا ہے اور اس کو بلند آواز سے کہنے کا کوئی بھی قائل نہیں۔

(۱)(اخرجہ عبد الرزاق فی المصنف جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ ابرقم ۲۹۰۹)

حدیث نمبر ۴

عن الحسن عن سمرة قال سكتتان حفظتهما عن رسول الله ﷺ فانكر ذلك عمران بن حصين قال حفظنا سكتة فكتبنا الى ابى بن كعب بالمدينة فكتب ابى ان حفظ سمرة قال سعيد فقلنا لقتادة ما هاتان السكتتان قال اذا دخل فى صلوته و اذا فرغ من القراة ثم قال بعد ذلك واذا قرا ولاالضالين قال وكان يعجبه اذا فرغ من القراة ان يسكت حتى يتراد اليه نفسه ...(۱)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے یاد کیے ہیں تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار کیا، فرمایا کہ ہم نے آپ ﷺ سے ایک سکتہ یاد کیا ہے تو پھر ہم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف مدینہ طیبہ میں لکھا تو انہوں نے (جواب میں) لکھا کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی یاد صحیح ہے، حضرت سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ دو سکتے کیا ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب نماز میں داخل ہو (یعنی ثنا کیلیے) اور جب قرات سے فارغ ہو (یعنی آمین کیلیے) پھر فرمایا اس کے بعد جب ولاالضالین کہے۔ اور کہا کہ حضرت قتادہ کو پسند تھا کہ جب قرات سے فارغ ہو لیں تو سکتہ کریں حتی کہ سانس واپس آجائے۔

(۱) (اخرجه الترمذى فى الجامع جلد ۱ صفحه ۳۴ ،لفظله وابن حبان فى الصحيح جلد ۳ صفحه ۱۴۷ برقم ۱۸۰۴ ،والدارقطنى فى السنن جلد ۱ صفحه ۲۵۲،۴۵۱ برقم ۱۲۶۰ واحمد فى مسنده جلد ۵ صفحه ۷ برقم ۲۰۳۴۱ وصفحه ۱۵ برقم ۲۰۴۲۸ وصفحه ۲۰ برقم ۲۰۴۹۱ وصفحه ۲۱ برقم ۲۰۵۰۶)

امام ملا علی قاری رحمہ اللہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں فرماتے ہیں

قال الطیبی والاظهر ان سكتة الاولى للثناء والثانية للتامين .(۱)	امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ پہلا سکتہ ثناء کیلیے اور دوسرا آمین کہنے کیلیے ہے

اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی نماز میں دو سکتے تھے، ایک تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کیلیے اور دوسرا ,,غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین،، پڑھنے کے بعد آہستہ آمین کہنے کے لیے۔

حدیث نمبر ۵

عن الحسن عن سمرة انه كان اذا افتتح الصلاة سكت هنيهة واذا قراولا الضآلين سكت سكتة فانكرذلك عليه فكتب في ذلك الى ابى بن كعب فكتب ان الامر كما صنع سمرة...(۲)	حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک وہ جب نماز شروع کرتے تو سکتہ فرماتے تھوڑی دیر اور جب ،، ولا الضالین ،، کہتے تو سکتہ فرماتے تھے

حدیث نمبر ۶

عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلى مع النبى ﷺ حين قال غير المغضوب عليهم ولا الضآلين قال : آمين يخفض بها صوته .(۳)	حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ ﷺ نے غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین ، پڑھا تو آمین کو آہستہ آواز میں کہا

(۱)مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵۱۷)

(۲)(اخرجه الدارقطنى فى السنن جلد ۱ صفحه ۳۵۲ برقم ۱۲۶۱ لفظله واحمد فى مسنده جلد ۵ صفحه ۱۱ برقم ۲۰۳۸۹،وصفحه ۲۱ برقم ۲۰۵۰۹،وصفحه ۲۳ برقم ۲۰۵۳۰)

(۳)(اخرجه الحاكم فى المستدرك جلد ۱ صفحه ۲۳۲ لفظ له وقال هذا =

اعتراض

اس میں شعبہ نے حجر ابی العنبس کہا ہے جو کہ غلط ہے بلکہ یہ حجر بن عنبس ہے جس کی کنیت ,, ابوالسکن،، ہے لہذا یہ شعبہ کی غلطی ہے۔

جواب

یہ امام شعبہ نے غلطی نہیں کی بلکہ اس کی دو کنیتیں ہیں اور مشہور کنیت ابوالعنبس ہے جیسا کہ حافظ ذھبی نے ،، المقتنی فی سرد الکنی جلد ۱ صفحہ ۴۴ اور امام دولابی نے کتاب الکنی والاسماء جلد ۲ صفحہ ۴۶ اور امام ابن حبان نے کتاب الثقات جلد ۴ صفحہ ۱۷۷ و جلد ۶ صفحہ ۲۳۴ اور حافظ ابن حجر نے تہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، اور اصابہ جلد ۲ صفحہ ۵۹ اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد جلد ۸ صفحہ ۲۷۴ اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل جلد ۱ صفحہ ۲۶۶ اور ابن عبدالبر نے الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۱۳۵ والمزی فی تھذیب الکمال جلد ۵ صفحہ ۴۷۳ اور ابن القطان الفاسی نے بیان الوھم والایھام الواقعین فی الاحکام جلد ۳ صفحہ ۳۷۴ میں اس کو تفصیلا بیان کیا ہے،

اور امام سفیان ثوری بھی اس بات میں امام شعبہ کے ہمنوا ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں،، سنن ابی داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۰،، نا سفیان عن سلمة عن حجر ابی العنبس الحضرمی ،، وسنن دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۴۷ برقم ۱۲۵۳،، عن سلمة بن کھیل عن حجر ابی العنبس وھو ابن عنبس عن وائل بن حجر ،، وبیہقی فی السنن جلد ۲ صفحہ ۵۷ وغیرہ وغیرہ۔

=حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ،والترمذی فی الجامع جلد ۱ صفحہ ۳۸،واحمد فی مسندہ جلد ۴ صفحہ ۳۱۶ برقم ۱۹۰۴۸ ،وفیہ خفض بھا صوتہ .وصفحہ ۳۱۷ برقم ۱۹۰۵۹ .وفیھاخفی بھا صوتہ والدارقطنی فی السنن جلد ۱ صفحہ ۳۴۸ برقم ۱۲۵۶ والطیالسی فی مسندہ صفحہ ۱۳۸ ،والبیھقی فی السنن الکبری جلد ۲ صفحہ ۵۷ وفیھما ،، خفض بھا صوتہ ،، والطبرانی فی الکبیر جلد ۲۲ صفحہ ۹ و صفحہ ۳۸)

آثار صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنھم

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان

عن ابراهيم قال :قال عمر :اربع يخفين عن الامام :التعوذ، وبسم الله الرحمن الرحيم،وآمين ،واللهم ربنا ولک الحمد. (ابن جرير) (۱)

حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے فرمایا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ پڑھے(۱)تعوذ (۲) تسمیہ(۳) آمین(۴)اللھم ربنا ولک الحمد.

نمبر(۲)

عن عبد الرحمن بن ابی ليلى ان عمر بن الخطاب قال يخفى الامام اربعا التعوذ و بسم الله الرحمن الرحيم وآمين و ربنا لک الحمد (۲).

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے (۱) تعوذ (۲)تسمیہ(۳) آمین(۴)ربنا لک الحمد .

نمبر(۳)

ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال يخفى الامام اربعا التعوذ و بسم الله الرحمن الرحيم وآمين و ربنا لک الحمد .(۳)

حضرت ابو معمر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے (۱) تعوذ (۲)تسمیہ(۳) آمین(۴)ربنا لک الحمد

(۱) (اخرجه على المتقى فى كنز العمال جلد۸ صفحه۲۷۴ برقم ۲۲۸۹۳)

(۲) (اخرجه ابن حزم فى المحلى جلد ۲ صفحه۲۸۰. ۲۹۲وفى نسخة ج ۳ صفحه ۲۲۹و۲۶۳)

(۳) (عينى شرح هداية جلد ۱ صفحه۶۲۰)

حضرت عمر فاروق اور علی المرتضی رضی اللہ عنہما کا عمل

عن ابی وائل قال کان عمر وعلی لایجھران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا با لتامین .(۱)

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اور علی المرتضی رضی اللہ عنہما تسمیہ، تعوذ، آمین بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے

نمبر (۲)

عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجھران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا با لتامین . (رواہ الطبری فی تھذیب الاثار)(۲)

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اور علی المرتضی رضی اللہ عنہما، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بلند آواز سے کہتے اور نہ ہی آمین کو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان وعمل

عن علقمة والاسود کلاھما عن ابن مسعود قال یخفی الامام ثلاثا الاستعاذة وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین . (۳)

حضرت علقمہ اور اسود دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ امام تین چیزیں مخفی رکھے، تعوذ، تسمیہ، آمین،

حضرت علی المرتضی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا عمل

عن ابی وائل قال کان علی وابن مسعود لا یجھران ببسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین .(۴)

ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تعوذ اور آمین کو بلند آواز سے نہیں کہتے تھے

---

(۱) (اخرجه الطحاوی فی شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحه ۱۷۰)

(۲) (کذا فی عمدة القاری جلد ۶ صفحه ۵۲ وفی الجوھر النقی جلد ۲ صفحه ۴۸)

(۳) (اخرجه ابن حزم فی المحلی جلد ۲ صفحه ۲۸۰،۲۹۴)

(۴) (اخرجه الطبرانی فی الکبیر جلد ۹ صفحه ۲۶۳)

حضرت امام ابراہیم نخعی کا فرمان

عن حماد عن ابراهيم قال: اربع يخفيهن الامام .بسم الله الرحمن الرحيم، والاستعاذة ،وآمين واذا قال سمع الله لمن حمده، قال ربنا لک الحمد .(۱)

حضرت حماد، حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱)تسمیہ (۲) تعوذ (۳) آمین (۴) سمع اللہ لمن حمدہ، کے بعد ربنا لک الحمد۔

نمبر (۲)

حصين ومغيرة عن ابراهيم قال يخفى الامام بسم الله الرحمن الرحيم والاستعاذة وآمين وربنا لک الحمد .(۲)

حضرت حصین، اور مغیرہ، حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا امام (۱)تسمیہ (۲) تعوذ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد آہستہ کہے

امام نخعی، امام شعبی، امام ابراہیم تیمی بھی آمین آہستہ کہنے کے قائل تھے

روی عن ابن مسعود وروی عن النخعي والشعبي وابراهيم كانوا يخفون بآمين.(۳)

روایت کی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابراہیم نخعی اور شعبی اور ابراہیم تیمی یہ سب آمین آہستہ کہتے تھے

ان تمام احادیث وآثار سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنھم آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے اور جو کبھی نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز سے کہی ہے تو وہ صرف بطور تعلیم کہی ہے یعنی یہ سمجھانے کیلئے کہ سورہ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا چاہیے۔

---

(۱) (اخرجه عبد الرزاق في المصنف جلد ۱ صفحه۸۷ برقم ۲۵۹۶ لفظله وفي رواية ،خمس يخفين وزاده فيه سبحان اللهم ...عن منصور عن ابراهيم برقم ۲۵۹۷)

(۲) (اخرجه ابن ابي شيبة في المصنف جلد ۱ صفحه۴۲۸)

(۳)(كذا في الجوهر النقي جلد ۲ ۵۸)

جیسا کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ مروی ہے

وقراء غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقال آمین یمد بها صوته ما اراه الا یعلمنا .(۱)

یعنی نبی اکرم ﷺ جب ,, غیر المغضوب علیهم ولا الضالین،، کی قرات سے فارغ ہوئے، تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے آمین کہی، میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ ہمیں تعلیم دینے کیلیے ایسا کرتے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سے جو بلند آواز سے آمین کہنا ثابت ہے وہ فقط تعلیم کیلیے تھا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

وھابیوں کے گھر کی گواہی

غیر مقلدین کے جداعلی ابن قیم الجوزیہ ,,زادالمعاد،، میں لکھتے ہیں،

فاذاجهر به الامام احیانا لیعلم المامومین فلا باس بذلک فقد جهر عمر بالافتتاح لیعلم المامومین وجهرابن عباس لقراءة الفاتحة فی صلوة الجنازة لیعلم انها سنة ومن هذاایضا جهرالامام بالتامین .(۲)

تو امام جب اس کو (یعنی قنوت) کبھی بلند آواز سے پڑھے تاکہ مقتدیوں کو علم ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقتدیوں کی تعلیم کی خاطر ثناء بلند آواز سے کبھی کبھی پڑھ لیتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں فاتحہ کبھی کبھی بلند آواز سے پڑھ لیتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ بھی سنت ہے اور اسی طرح امام کا بلند آواز سے آمین پڑھنا (تعلیم کی خاطر ہے)

(۱)(کتاب الاسماء والکنی جلد ۱ صفحہ۱۹۷ مکتبه الریه سانگله هل)

(۲)(زادالمعاد جلدصفحه ۷۰)

پس اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو بلند آواز سے آمین کا پڑھنا نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے وہ تعلیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلیے تھا نہ کہ اس کو ہمیشہ ہی بلند آواز سے پڑھا جائے۔ پھر یہ آمین اتنی بلند آواز سے بھی نہیں کہی جاتی تھی جتنی آج کل کے غیر مقلدین چیخ کر کہتے ہیں بلکہ صرف اتنی بلند ہوتی تھی کہ نبی اکرم ﷺ کے قریب جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوتے تھے صرف وہ ہی سنتے تھے جیسا کہ دوسری حدیث مبارکہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

عن ابی هريرة قال كان ﷺ اذا تلا غير المغضوب عليهم ولا الضآلين قال آمين حتى يسمع من يليه من الصف الاول .(١)	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ،،غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین ،، کی تلاوت کی تو آمین کہی حتی کہ جو پہلی صف میں آپ کے بالکل قریب تھے انہوں نے سنی۔

پس ثابت ہوا کہ آمین آہستہ کہنی یہی نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم کی سنت ہے نہ کہ چیخ کر کہنا۔

(١)جمع الفوائد جلد ١ صفحه ١٣١ ،وابو داؤدجلد ١ صفحه ٣٥،وابن ماجه صفحه ٦٢)

نوٹ

(نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا کسی بھی صحیح ،صریح ،مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ،اس مسئلہ کیلیے ہماری کتاب ،،مناظرے ہی مناظرے،، حصہ اول کا مطالعہ فرمائیں)



مسئلہ نمبر(۲)

جلسہء استراحت سنت نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی نبینا محمد رسولہ الکریم و علی الہ الطیبین واصحابہ الطاہرین وامتہ اجمعین ۔

جلسہء استراحت کس کو کہتے ہیں

پہلی اور تیسری رکعت کے بعد بیٹھنا اور ہلکا سا قعدہ کرنا یہ جلسہء استراحت کہلاتا ہے۔ یعنی پہلی رکعت یا تیسری رکعت میں دو سجدوں کے بعد آرام کیلئے بیٹھ جانا۔

آج کل لامذہب غیر مقلدین سجدہ کے بعد بیٹھ جاتے ہیں اور اس کے بعد ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر اٹھتے ہیں، اس کو جلسہء استراحت کہا جاتا ہے یعنی تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد دوسری اور چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہونا۔

پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد سیدھا قدموں کے بل انگلیوں پر زور دیتے ہوئے کھڑا ہونا چاہیے۔ سنت طریقہ تو یہی ہے۔ جس پر اہلسنت احناف کا عمل ہے یعنی بغیر جلسہء استراحت کے آدمی سیدھا کھڑا ہو جائے لیکن اگر کوئی مجبوری ہو یعنی آدمی بڑھاپے کی وجہ سے یا جوڑوں میں درد کی وجہ سے قدموں اور پنڈلیوں پر بوجھ ڈال کر کھڑا نہیں ہوسکتا تو پھر وہ ہاتھوں پر ٹیک لگا کر بھی کھڑا ہوسکتا ہے لیکن یہ صرف کسی مجبوری کی وجہ سے ہوگا عام حالت میں نہیں۔

اس سلسلہ میں چند دلائل ملاحظہ ہوں

نبی اکرم ﷺ نے نماز کا طریقہ اپنے صحابی کو سکھایا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں،

أن رجلا دخل المسجد يصلي ورسول الله ﷺ في ناحية المسجد فجاء فسلم عليه فقال له ارجع فصل فانك لم تصل فرجع فصلی ثم سلم	ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی اور رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے وہ بعد از نماز آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کی

فقال و علیک ارجع فصل فانک لم تصل قال فی الثالثة فأعلمنی قال اذا قمت الی الصلاة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فکبر و قرأ بما تیسر معک من القران ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع راسک حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تستوی و تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تستوی قائما ثم افعل ذلک فی صلاتک کلها .(۱)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا واپس لوٹ جا اور جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس گیا اور پھر نماز پڑھ کر حاضر بارگاہ ہوا اور سلام عرض کی آپ ﷺ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا واپس لوٹ جا اور جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا حضور ﷺ مجھے نماز کا طریقہ سمجھا دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہہ اور جتنا قرآن میسر آئے پڑھ، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کر، پھر سر اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جا، پھر اطمینان سے سجدہ کر، پھر سجدے سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جا، پھر اطمینان سے سجدہ کر، پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جا اور اسی طرح ساری نماز پڑھ۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابی رضی اللہ عنہ کو پہلی رکعت پڑھ کر سیدھا کھڑے ہونے کا حکم فرمایا ہے اگر جلسہ استراحت سنت ہوتا، تو نبی مکرم ﷺ اس کو اس کی بھی تلقین فرماتے لہذا آپ ﷺ کا اس کو اس کا حکم نہ فرمانا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے۔

---

(۱)أخرجه البخاری فی الصحیح جزء ۸ صفحه ۱۳۹ برقم ۶۶۶۷، کتاب الایمان والنذور، باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ... والبیهقی فی السنن الکبری جلد ۲ صفحه ۳۷۲، وفی الصغری جلد ۱ صفحه ۱۱۸ برقم ۳۲۷، وابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۳۲۲ و فی نسخة صفحه ۲۵۷، و الحاکم فی شعار لاصحاب الحدیث صفحه ۴۵ ۔ ۴۶ برقم ۴۶)

نیز امام حاکم رحمہ اللہ کا اس حدیث مبارکہ کو "شعار لاصحاب الحدیث" میں ذکر کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ محدثین کا طریقہ یہی ہے لیکن آج کل کے نام نہاد اہلحدیث (غیر مقلدین) اس کو خلاف سنت قرار دینے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں جو کہ صریح طور پر سنت نبوی ﷺ سے بغاوت کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر (۲)

عن رفاعة بن رافع ان رسول الله ﷺ بينما هو جالس في المسجد يوما قال رفاعة : و نحن معه اذا دخل رجل كالبدوی فصلی فاخف صلاته ثم انصرف فسلم علی النبی ﷺ فقال النبی ﷺ و علیک فارجع فصل فانک لم تصل ففعل ذلک مرتین او ثلاثا فقال :له الرجل فی آخر ذلک فارنی و علمنی فانما انا بشر اصیب و اخطیء قال اجل اذا قمت الی الصلاة فتوضا کما امرک الله عزو جل ثم تشهد ثم کبر فان کان معک قرآن فاقراه و الا فاحمد الله و کبره و هلله ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع فاعتدل قائما ثم اسجد فاعتدل ساجدا ثم اجلس حتی تطمئن جالسا ثم اسجد فاعتدل ساجدا ثم قم فاذا فعلت ذلک

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے کہ ایک بدوی شخص آیا اور اس نے جلدی جلدی نماز پڑھی پھر پلٹا اور نبی اکرم ﷺ کو سلام عرض کیا تو نبی اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دے کر ارشاد فرمایا کہ لوٹ جا اور جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی تو اس نے دو یا تین مرتبہ ایسا کیا تو اس شخص نے آکر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں بشر ہوں اور صحیح و غلط مجھ سے سرزد ہو جاتا ہے مجھے نماز کا صحیح طریقہ سمجھا دیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا بہت خوب جب تو نماز کا ارادہ کرے تو جیسا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے وضو کر پھر کلمہ شہادت پڑھ پھر تکبیر تحریمہ کہہ اور قرآن مجید میں سے تجھے کچھ یاد ہے تو اس کو پڑھ نہیں تو اللہ کی حمد و تکبیر و تحلیل کر پھر رکوع کر حتی کہ حالت رکوع میں تو مطمئن

فقد تمت صلاتک .(۱)

ہو جائے پھر رکوع سے سیدھا کھڑا ہو جا پھر اعتدال کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جا پھر اعتدال کے ساتھ سجدہ کر اور پھر سجدہ سے سیدھا کھڑا ہو جا اگر تو نے ایسا کیا تو تیری نماز مکمل ہو گئی۔

شعیب الارنؤوط نے کہا

حديث صحيح . يحيى بن على ذكره ابن حبان في الثقات وهو متابع ، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح غير حجاج بن ابراهيم فقد روى له أبو داؤد والنسائي ، وهو ثقة . (۲)

اس حدیث کے تحت ایک غیر مقلد غلام مصطفی امن پوری علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے

,,یہی صاحب (یعنی ابن ترکمانی رحمہ اللہ) آگے چل کر لکھتے ہیں: حدیث رفاعہ بن رافع جس میں آپ ﷺ نے ایک دیہاتی کو نماز کی تعلیم دی اس میں آپ ﷺ نے جلسہ استراحت کا حکم نہیں دیا ہے۔(الجوہر النقی :۲/۱۲۵) انصاف کو ابن ترکمانی صاحب سے شکایت ہے کہ وہ اس کا ساتھ نہیں دیتے ہیں۔لو! صحیح ابن خزیمہ اٹھائیں، حدیث رفاعہ بن رافع میں ہے:(ثم اسجد فاعتدل ساجدا ثم اجلس فاطمئن جالسا ، ثم قم) یعنی:,,تو اعتدال سے سجدہ کر پھر بیٹھ جا، جب اطمینان سے بیٹھ جائے، پھر کھڑا ہو۔

(صحیح ابن خزیمہ:۱/۲۷۴)(۳)

(۱) (شرح مشكل الآثار جلد ۱۵ صفحه ۳۵۶.۳۵۷ برقم ۶۰۷۴، و احمد فی مسنده جلد ۴ صفحه ۳۴۰ ،والطبرانی فی الکبیر جلد۵ صفحه ۳۶ برقم ۴۵۲۱، و ابن عبد البر فی التمهيد جلد ۹ صفحه ۱۸۳ و الحاكم فی شعار لاصحاب الحديث صفحه ۴۵. ۴۶ برقم ۴۶)

(۲) (ذيل شرح مشكل الآثار جلد ۱۵ صفحه ۳۵۶)

(۳) (تسهيل الوصول صفحه ۲۲۵)

جواب

اولا: ابن ترکمانی رحمہ اللہ نے تو انصاف کے ساتھ ہی یہ بات لکھی تھی لیکن ناانصافی کرنے والے غیر مقلد کو اس میں انصاف نظر نہ آیا کیونکہ خود ناانصافی کرنے والا تھا۔

ثانیا: صحیح ابن خزیمہ میں الفاظ یوں ہیں ,,ثم ارجع فاطمئن راکعا ، ثم اعتدل قائما ، ثم اسجد فاعتدل ساجدا ، ثم اجلس فاطمئن جالسا ، ثم قم ...الخ ،،

یہاں بیٹھنا ایک سجدہ کے بعد ہے نہ کہ دونوں سجدوں کے بعد کیوں کہ رکوع کے بعد سجدہ کرنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا ,,ثم اجلس فاطمئن جالسا ،، لہذا یہ بیٹھنا دو سجدوں کے بعد نہیں بلکہ ایک سجدہ کے بعد دوسرے سجدہ کے لیے ہے۔ یہاں الفاظ کو کم کیا گیا ہے ۔اور روایت مختصر بیان کی گئی ہے۔ جبکہ جو حوالہ جات ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں روایت کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اگر غیر مقلد کو زیادہ اعتماد اور اصرار ہے تو اس روایت سے دو سجدوں کے بعد بیٹھنے کی صراحت دکھائے ورنہ زبان وقلم روک لے کیونکہ حدیث کے الفاظ اس کی تائید نہیں کرتے

ثالثا: اور پھر یہ روایت بھی ضعیف ہے امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس روایت کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے ,,اخبرنا ابو طاھر نا ابو بکر نا علی بن حجر السعدی نا اسماعیل یعنی بن جعفر نا یحیي بن علی بن یحیي بن خلاد بن رافع ...الخ

یہ روایت امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ دو واسطوں کے ساتھ علی بن حجر السعد ی سے بیان کرتے ہیں اور علی بن حجر السعد ی اس کو اسماعیل بن جعفر سے بیان کرتے ہیں۔

اور یہی روایت ,,جزء حدیث علی بن حجر السعد ی عن اسماعیل بن جعفر المدنی ،، صفحہ ۴۹۹_۵۰۱ پر موجود ہے۔

اس کے ذیل میں عمر بن رفود بن رفید السفیانی نے لکھا ,,اسنادہ ضعیف من اجل حال شیخ المصنف (صفحہ ۵۰۱)

پس ثابت ہوا کہ اس روایت میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کا ذکر نہیں کہ غیر مقلد کی دلیل

بن سکے اور یہ روایت ہے بھی ضعیف جبکہ صحیح روایت میں پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کا نہیں بلکہ کھڑے ہونے کا حکم ہے۔

لہذا مفصل کے مقابلہ میں مجمل اور صحیح کے مقابلہ میں ضعیف کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے حجت قائم ہو سکتی ہے۔

صحابی رسول ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کا طریقہ نماز جو لوگوں کو سکھلایا

حدیث نمبر (۴)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے نبی اکرم ﷺ کا طریقہ نماز سکھاتے ہوئے جو طریقہ بیان فرمایا اس میں ہے،

....ثم اقام الصلاة، فتقدم فرفع يديه فكبر، فقرأ بفاتحة الكتاب و سورة يسرهما ثم كبر فركع فقال: سبحان الله وبحمده، ثلاث مرار، ثم قال سمع الله لمن حمده، واستوى قائما، ثم كبر وخر ساجدا، ثم كبر فرفع رأسه، ثم كبر فسجد، ثم كبر فانتهض قائما...(۱)	پھر اقامت کہی گئی تو حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ آگے ہوئے اور ہاتھوں کو بلند کیا یعنی رفع یدین کیا پھر تکبیر کہی پس سورہ فاتحہ اور سورۃ پڑھی اور ان کو آہستہ پڑھا پھر تکبیر کہی تو رکوع کیا پس پڑھا سبحان اللہ و بحمدہ تین مرتبہ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہی اور سیدھے سجدے میں چلے گئے پھر تکبیر کہی تو سر کو اٹھایا پھر تکبیر کہی تو سجدہ کیا پھر تکبیر کہی تو سیدھے کھڑے ہو گئے۔

اولا: اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ نے نماز میں رفع یدین صرف پہلی بار تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا بعد میں نہیں کیا جیسا کہ پہلی تکبیر کے ساتھ تو رفع یدین کا ذکر کیا گیا ہے مگر بعد والی تکبیرات کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(۱)(أخرجه احمد في مسنده جلد ۵ صفحه ۳۴۳ برقم ۲۲۹۹۴، و مجمع الزوائد جلد ۲ صفحه ۱۳۰)

ثانیا: یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جلسۂ استراحت نہیں کیا۔

حدیث نمبر (۴)

عن عباس .أو عياش . بن سهل الساعدى انه كان فى مجلس فيه ابوه ، فذكر فيه قال فسجد فانتصب على كفيه وركبتيه وصدور قدميه وهو جالس فتورك و نصب قدمه الاخرى ثم كبر فسجد ثم كبر فقام و لم يتورك .....(۱)

عباس یا عیاش بن ابو سہل الساعدی سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد صاحب بھی تھے انہوں نے حدیث بیان کی جس میں یہ ذکر کیا کہ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا دونوں ہتھیلیوں دونوں گھٹنوں اور قدموں کی انگلیوں پر اور پھر ایک قدم بچھا کر اس پر بیٹھے اور دوسرے قدم کو کھڑا کیا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور پھر سیدھے کھڑے ہو گئے اور بیٹھے نہیں۔

حدیث نمبر (۵)

عن ابى هريرة قال : كان النبى ﷺ ينهض فى الصلاة على صدور قدميه.(۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں اپنے قدموں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

اس روایت کی سند میں گو کلام ہے لیکن اس کے صحیح و حسن شواہد موجود ہیں۔

(۱) (اخرجه ابو داؤد فى السنن صفحه ۱۵۴ برقم ۹۶۶،وشرح مشكل الآثار للطحاوى جلد ۱۵ صفحه ۳۵۲ برقم ۶۰۷۲.وقال :شعيب الأرنؤوط : اسناده حسن)

(۲) (أخرجه الترمذى فى الجامع صفحه ۱۱۱ برقم ۲۸۸ ، كتاب الصلاة ، و البغوى فى شرح السنة جلد ۳ صفحه ۱۶۶ برقم ۶۶۹ والبيهقى فى السنن الكبرى جلد ۲ صفحه ۱۲۴ ،والطبرانى فى المعجم الاوسط جلد ۳ صفحه ۳۲۰ برقم ۳۲۸۱،وابن عدى فى الكامل جلد ۳ صفحه ۶).

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں

حديث ابى هريرة عليه العمل عند اهل العلم ، يختارون ان ينهض الرجل فى الصلاة على صدور قدميه .(۱)	یعنی حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اہل علم کا عمل ہے انہوں نے اختیار کیا ہے کہ آدمی نماز میں اپنے قدموں کے اگلے حصہ پر زور ڈالتے ہوئے کھڑا ہو۔

امام ترمذی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جن کو نور علم عطا کیا گیا ہے انہوں نے تو اسی بات کو اختیار کیا ہے کہ جلسہ استراحت نہ کیا جائے لیکن غیر مقلدین اس بات کو واضح کرنے کے لئے کہ ہم میں کوئی بھی صاحب علم نہیں اس لئے جلسۂ استراحت کرتے ہیں اور اس کو سنت متواترہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آثار صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم

حضرت عمر فاروق اور علی المرتضی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن الشعبى ان عمر و عليا و اصحاب رسول الله ﷺ كانوا ينهضون فى الصلوة على صدور اقدامهم .(۲)	امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں اپنے قدموں کے بل کھڑے ہوتے تھے

امام شعبی رحمہ اللہ کے اس قول سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے اور امام شعبی کا یہ جملہ ,,واصحاب رسول اللہ ﷺ،، اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ان میں سے کوئی بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتا تھا اور نہ آپ اس کو بعض کے ساتھ یا اکثریت کے ساتھ خاص فرماتے۔

---

(۱) جامع ترمذی صفحہ ۱۱۱ برقم ۲۸۸)

(۲) اخرجه ابن ابی شيبة فى المصنف جلد ۱ صفحه ۳۹۴ ،وفى نسخة صفحه ۳۴۶)

نمبر ﴿۲﴾

عن یزید بن زیاد بن ابی الجعد قال کان علی ینهض فی الصلاۃ علی صدور قدمیه (۱)

یزید بن زیاد نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں (جلسۂ استراحت کے بغیر) اپنے قدموں کی انگلیوں پر کھڑے ہوتے تھے

حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم بھی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے

عن سلیمان الاعمش قال رایت عمارۃ بن عمیر یصلی من قبل ابواب کندہ قال فرایته رکع ثم سجد فلما قام من السجدۃ الاخیرۃ قام کما هو فلما انصرف ذکرت ذلک له فقال حدثنی عبد الرحمن بن یزید انه رای عبد اللہ بن مسعود یقوم علی صدور قدمیه فی الصلاۃ قال الاعمش فحدثت بهذ االحدیث ابراهیم النخعی فقال ابراهیم حدثنی عبد الرحمن بن یزید انه رأی عبد اللہ بن مسعود یفعل ذلک فحدثت به خیثمة بن عبد الرحمن فقال رایت عبد اللہ بن عمر یقوم علی صدور قدمیه فحدثت به محمد بن عبد اللہ الثقفی فقال

سلیمان الاعمش نے فرمایا کہ میں نے عمارہ بن عمیر کو دیکھا کہ وہ ابواب کندہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے میں نے دیکھا کہ جب انہوں نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا اور سجدہ سے سیدھا کھڑے ہوگئے جب نماز پوری کر کے واپس پلٹے تو میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے عبد الرحمٰن بن یزید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ قدموں کے اگلے حصہ پر کھڑے ہوتے تھے امام اعمش نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث امام ابراہیم نخعی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے عبد الرحمٰن بن یزید نے بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسا ہی کرتے تھے (یعنی جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے) میں نے خیثمہ بن عبد الرحمٰن

(۱) (اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۳۹۴)

رایت عبد الرحمن بن ابی لیلی یقوم علی صدور قدمیه فحدثت به عطیة العوفی فقال رایت ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر و ابا سعید الخدری رضی الله عنهم یقومون علی صدور اقدامهم فی الصلاة .(۱)

سے یہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنے پاؤں کی انگلیوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔ میں نے محمد بن عبد اللہ ثقفی سے یہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کو دیکھا کہ وہ بغیر جلسہ کے قدموں کے سہارے کھڑے ہوتے تھے میں نے یہ حدیث عطیہ عوفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ تمام اپنے قدموں کے بل نماز میں کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل

عن نافع عن ابن عمر انه کان ینهض فی الصلاة علی صدور قدمیه .(۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں پر زور دیتے ہوئے کھڑے ہوتے تھے

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا عمل

عن وهب بن کیسان قال رایت ابن الزبیر اذا سجد الثانیة قام کما هو

وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا

(۱) (سنن الکبری للبیهقی جلد ۲ صفحه ۱۲۵)

(۲) (اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۳۹۴)

علی صدور قدمیہ .(۱)

کہ جب وہ دوسرا سجدہ کرتے تو اس سے سیدھے قدموں پر زور دیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے یعنی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن عبد الرحمن بن یزید قال رمقت ابن مسعود فرایتہ ینھض علی صدور قدمیہ و لا یجلس اذا صلی فی اول رکعة حین یقض السجود .(۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے بغور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ پہلی رکعت میں دوسرا سجدہ مکمل کر لینے کے بعد بیٹھتے نہیں تھے اپنے قدموں کے اگلے حصوں پر زور دے کر کھڑے ہو جاتے تھے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن النعمان بن ابی عیاش قال ادرکت غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ فکان اذا رفع راسہ من السجدة فی اول رکعة والثالثة قام کما ھو ولم یجلس.(۳)

حضرت نعمان بن ابی عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا وہ جس وقت پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے اسی طرح کھڑے ہو جاتے تھے جلسہ استراحت کے لئے نہیں بیٹھتے تھے۔

---

(۱) (اخرجہ ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

(۲) (سنن الکبری للبیھقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶ ،المعجم الکبیر للطبرانی جلد ۹ صفحہ ۲۶۲ برقم ۹۳۲۷ و عبد الرزاق فی المصنف جلد ۲ صفحہ ۱۷۸ برقم ۲۹۶۶، ۲۹۶۷ و ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحہ ۳۹۴.) قال الشیخ ھو عن ابن مسعود صحیح

(۳)(اخرجہ ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحہ ۳۹۵ وابن عبد البر فی التمھید جلد ۱۹ صفحہ ۲۵۴)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

النعمان بن ابی عیاش . وکان ادرک اباہ و اکثر اصحاب النبی ﷺ .(۱)

نعمان بن ابی عیاش نے اپنے باپ (صحابی رسول) اور نبی اکرم ﷺ کے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ نعمان بن ابی عیاش کا اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پانا اور اس بات کا اعلان فرمانا کہ میں نے کسی کو بھی جلسۂ استراحت کرتے نہیں دیکھا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے لہٰذا اگر کسی سے اس کے برعکس بالفرض صحیح سند سے مروی بھی ہوگا تو وہ کسی جسمانی عذر کی وجہ سے ہوگا نہ کہ سنت نبوی ﷺ تصور کرتے ہوئے۔

یہ اثر امام مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے کیونکہ اس کے پہلے راوی امام ابن ابی شیبہ ہیں جو کہ بخاری و مسلم کے راوی ہیں اور دوسرے راوی ابو خالد الاحمر ہیں وہ بھی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں اور تیسرے راوی محمد بن عجلان ہیں جو کہ مسلم کے راوی ہیں اور نعمان بن ابی عیاش بھی بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔

صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن الزهری قال کان اشیاخنا لا یمایلون یعنی اذا رفع احدهم راسه من السجدة الثانية فی الرکعة الاولی والثالثة ینهض کما هو ولم یجلس(۳)

حضرت امام زہری (تابعی) فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ جلسۂ استراحت کی طرف مائل بھی نہیں ہوتے تھے بلکہ جب ان میں سے کوئی پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتا تو ویسا ہی کھڑا ہو جاتا اور جلسۂ استراحت کے لئے نہیں بیٹھتا تھا

(۱) (التاریخ الاوسط للبخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶۰ برقم ۷۹۰)
(۳) (اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحہ ۳۹۵)

اس اثر سے ثابت ہوا کہ حضرت امام ابن شہاب زہری کے اساتذہ میں سے کوئی بھی جلسۂ استراحت کرنا تو کجا اس کی طرف مائل بھی نہیں ہوتا تھا اب دیکھیں کہ امام زہری کے شیوخ اور اساتذہ کون کونسے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جن سے آپ نے روایات لی ان میں سے حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت سہل بن سعد، حضرت ربیعہ بن عباد، حضرت ابوامامہ، حضرت سائب بن یزید حضرت ابو الطفیل، حضرت محمود بن الربیع حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم وغیرہم اور حضرات تابعین میں سے تو بہت کبار تابعین ہیں مثلاً حسن بن محمد بن الحنفیہ، خارجہ بن زید بن ثابت، سالم بن عبداللہ بن عمر، نافع مولی ابن عمر وغیرہم بے شمار حضرات ہیں اور حضرت امام زہری نے اپنے کسی بھی استاد کو اس بات سے خارج نہیں کیا بلکہ تمام کے بارے میں فرمایا کہ وہ تمام حضرات جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ

عن ابراھیم النخعی انه کان یسرع فی القیام فی الرکعة الاولی من آخر سجدة.(۱)	حضرت امام ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ وہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھنے کے بعد جلد قیام کرتے تھے (یعنی جلسۂ استراحت کے بغیر)

حضرت امام ابن عمیر

عن خیثمة عن ابن عمیر قال ینهض فی الصلاة علی صدور قدمیه .(۲)	حضرت ابن عمیر نماز میں سجدہ سے قدموں کے اگلے حصہ کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی

عن محمد بن عبد الله قال کان ابن ابی لیلی ینهض فی الصلاة علی صدور قدمیه	حضرت امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نماز میں قدموں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔(۳)

(۱) (اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۳۹۵)

(۲) (اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۳۹۴)

(۳) (اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۱ صفحه ۳۹۴)

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں

واختلف الفقهاء فی النهوض من السجود الی القیام فقال مالک والاوزاعی والثوری و ابو حنیفة واصحابه ینهض علی صدور قدمیه ولا یجلس وروی ذلک عن ابن مسعود ،وابن عمر و ابن عباس وقال النعمان بن ابی عیاش ادرکت غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ یفعل ذلک وقال ابو الزناد تلک السنة وبه قال احمد بن حنبل واسحاق بن راهویه قال احمد اکثر الاحادیث علی هذا قال الاثرم ورایت احمد بن حنبل ینهض بعد السجود علی صدور قدمیه ولا یجلس قبل ان ینهض وذکر عن ابن مسعود ،وابن عمر ، وابی سعید ،و ابن عباس ،و ابن الزبیر انهم کانوا ینهضون علی صدور اقدامهم . ....(۱)

یعنی سجدہ سے قیام کے لئے اٹھنے کے طریقہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے حضرت امام مالک ، امام اوزاعی ،امام سفیان ثوری ،امام ابوحنیفہ اوران کے اصحاب کا فرمانا ہے کہ نمازی اپنے قدموں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے اور جلسۂ استراحت کے لئے نہ بیٹھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود ،ا بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح مروی ہے اور نعمان بن عیاش نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا کہ وہ اسی طرح کرتے تھے اور ابوالزناد نے فرمایا کہ یہی سنت ہے اور یہی امام احمد بن حنبل ،امام اسحاق بن راھویہ (امام بخاری کے استاذ ہیں) کا فرمان ہے اورامام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور اثرم نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل کو دیکھا کہ وہ سجدہ کے بعد قدموں کے بل کھڑے ہوتے تھے اور جلسۂ استراحت نہیں کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابوسعید خدری

(۱)(التمهید شرح موطا امام مالک جلد ۱۹ صفحه ۲۵۴،۲۵۵)

، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم تمام حضرات قدموں کے اگلے حصے پر زور دیتے ہوئے کھڑے ہوتے تھے۔

غیر مقلدین کے امام علامہ ابن قیم نے لکھا

ثم کان ﷺ ینهض علی صدور قدمیه و رکبتیه معتمدا علی فخذیه کما ذکر عنه وائل و ابو هریرة ولا یعتمد علی الارض بیده ......واختلف الفقهاء فیها هل هی من سنن الصلاة فیستحب لکل احد ان یفعلها او لیست من السنن وانما یفعلها من احتاج الیها ؟علی قولین هما روایتان عن احمد .قال الخلال رجع احمد الی حدیث مالک الحویرث فی جلسة الاستراحة وقال: اخبرنی یوسف بن موسی ان ابا امامة سئل عن النهوض ، فقال علی صدور القدمین علی حدیث رفاعة و فی حدیث ابن عجلان ما یدل علی انه کان ینهض علی صدور قدمیه و قد روی عن عدة من اصحاب النبی ﷺ و سائر من وصف صلاته ﷺ لم یذکر هذه

پھر مسئلہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے قدموں کے پنجوں، رانوں اور پنڈلیوں پر زور دیتے ہوئے کھڑے ہوتے تھے۔ جیسا کہ ذکر کیا اس کو حضرت وائل و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے اور زمین پر ہاتھوں کی ٹیک لگا کر کھڑے نہیں ہوتے تھے ۔۔۔۔اور فقہا کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جلسۂ استراحت نماز کی سنتوں میں سے ہے یا مستحب کہ ہر شخص اس کو بجالائے یا یہ سنتوں میں سے نہیں ہے اور یہ معذور کے لئے ہے۔ امام احمد سے اس سلسلہ میں دونوں روایتیں کی گئی ہیں امام خلال نے کہا کہ امام احمد نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ والی روایت سے رجوع کر لیا تھا (جس میں جلسۂ استراحت کا اثبات ہے) اور فرمایا کہ مجھے خبر دی یوسف بن موسی نے کہ حضرت ابوامامہ سے پوچھا گیا کہ نماز میں کھڑے کس طرح ہوا جائے تو انہوں نے فرمایا کہ دونوں قدموں کے بل جیسا کہ حضرت

الجلسة انما ذكرت في حديث ابي حميد و مالك بن الحويرث ولو كان هديه ﷺ فعلها دائما لذكرها كل من وصف صلاته ﷺ و مجرد فعله ﷺ له يدل على انها من سنن يقتدى به فيها و اما اذا قدر انه فعلها للحاجة يدل على كونها سنة من سنن الصلاة ... فهذا من تحقيق في هذه المسئلة .(۱)

رفاعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور ابن عجلان کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں قدموں پر زور دیتے ہوئے آپ ﷺ کھڑے ہوتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے اور ہر اس شخص سے جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی نماز کا نقشہ بتایا تو کسی نے بھی اس جلسہ کا ذکر نہیں کیا یہ صرف حضرت ابو حمید ساعدی اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مروی ہے اور اگر یہ جلسہ آپ ﷺ کی ہمیشہ کی سنت ہوتی تو ہر وہ صحابی اس کا ذکر کرتا جس نے آپ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان فرمایا ہے اور کبھی کبھار آپ ﷺ کا کرنا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ نماز کی سنتوں میں سے ہے مگر یہ کہ جب اس کا علم ہو جائے گا۔ اور اگر آپ نے یہ کام کسی علت کی وجہ سے کیا ہے تو پھر سنت ثابت نہیں ہوگا (لہذا جلسہ استراحت سنت نہیں ہے) پس اس مسئلہ میں یہی صحیح تحقیق ہے۔

پس ان دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ جلسہ استراحت نماز کی سنتوں میں سے نہیں ہے اور نماز میں جلسہ استراحت کرنا جائز نہیں مگر کسی جسمانی عذر کی وجہ سے اگر کوئی کرتا ہے تو جائز ہے۔ ویسے جلسہ استراحت نہیں کرنا چاہیے۔

(۱) (زاد المعاد لابن القیم جلد ۱ صفحہ ۱۸۶،۱۸۷)

مسئلہ نمبر(۷)

وتر تین رکعت ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الاول الذی لیس قبله شیء والآخر الذی لیس بعده شیء والظاهر الذی لیس فوقه شیء والباطن الذی لیس دونه شیء و افضل الصلوات واکمل التحیات و ازکی التسلیمات علی رسوله الامین الصادق والمصدق الذی الیه الرجوع فی المشکلات والحاجات و علی اله و صحبه و کل من اتبعه و طاعه فی السیرة والهدی . اما بعد

نماز وتر تین رکعت ہے اور تین رکعتوں میں دو (۲) تشہد ہیں جب کہ تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت ہے اور دعائے قنوت میں تکبیر تحریمہ کی طرح تکبیر ہے اور اس کے ساتھ رفع الیدین ہوتا ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ وتر صرف ایک رکعت ہے اور اگر تین رکعت وتر پڑھے جائیں تو ان کے درمیان دو (۲) رکعت کے بعد تشہد نہیں ہے بلکہ صرف ایک ہی تشہد کے ساتھ تین رکعتیں پڑھی جائیں گی اور قنوت رکوع کے بعد ہے اور دعائے قنوت میں عام دعا کی طرح ہاتھ اٹھائے جائیں گے تو اس سلسلہ میں اہل سنت و جماعت کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

نماز وتر تین رکعت ہے

اس پر احادیث رسول ﷺ و آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اقوال تابعین رحمہم اللہ تعالی سے دلائل ملاحظہ فرمائیں

حدیث نمبر (۱)

عن ابن عباس کان النبی ﷺ یو تر بثلاث یقرأ فی الاول بسبح اسم ربک الاعلی و فی الثانیة بقل یآیها الکافرون و فی الثالثة بقل هو الله احد. (۱) .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں ,,سورۂ اعلی،، دوسری رکعت میں ,,سورۂ کافرون،، تیسری رکعت میں ,,سورۂ اخلاص،، پڑھتے تھے۔

(۱) أخرجه النسائی فی السنن المجتبی صفحه ۲۴۲ برقم ۱۷۰۲، وبرقم=

حدیث نمبر (۲)

عن أبی بن کعب أن رسول الله ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات کان یقرأ فی الأول ب﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾ وفی الثانیة ب﴿قل یایھا الکفرون﴾ وفی الثالثة ب﴿قل ھو الله أحد﴾ و یقنت قبل الرکوع..........(۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں ﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قل یایھا الکفرون﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قل ھو الله أحد﴾ اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے

=١٧٠٥ بلفظله وفی الکبری جلد ١ صفحه ١٧٠ برقم ٤٣٥ و ٤٣٦ وصفحه ٤٤٧ برقم ١٤٢٦ و ١٤٢٧ و ١٤٢٨ واحمد فی مسنده جلد ١ صفحه ٢٩٩ برقم ٢٧٢٠ و صفحه ٣٠٠ برقم ٢٧٢٥ و ٢٧٢٦ وصفحه ٣٠٥ برقم ٢٧٧٧ و صفحه ٣١٦ برقم ٢٩٠٧ و صفحه ٤٢٧ برقم ٣٥٣١ و ابن ماجه فی السنن صفحه ١٧١ برقم ١١٧٢ و الترمذی فی الجامع صفحه ١٦٥ برقم ٤٦١ و المقدسی فی الاحادیث المختارة جلد ١٠ صفحه ٣٢١ برقم ٣٤٤، تا، ٣٤٧ و صفحه ٣٦٣ برقم ٣٨٨ و الدارمی فی السنن جلد ١ صفحه ٤٤٩ برقم ١٥٨٦ و صفحه ٤٥١ برقم ١٥٨٩ و البیهقی فی السنن الکبری جلد ٣ صفحه ٣٨ و الطحاوی فی شرح معانی الآثار جلد ١ صفحه ٢٨٧ و الطبرانی فی الصغیر جلد ٢ صفحه ١٦٣ برقم ٩٦١ وفی الاوسط جلد ٣ صفحه ٢٥٤ برقم ٣٠٦٨ وفی الکبیر جلد ١٢ صفحه ٢٧ برقم ١٢٣٤٧ و القزوینی فی اخبار قزوین جلد ١ صفحه ١٨٦ و الخطیب فی تاریخه جلد ١ صفحه ٢٥٤ و جلد ١٤ صفحه ٢٨٣ ، و المروزی فی قیام اللیل صفحه ٢٠٩ و ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ٢ صفحه ٢٤٤ و ابو یعلی فی مسنده جلد ٤ صفحه ٤٢٩ برقم ٢٥٥٥ و ابن عدی فی الکامل جلد ٥ صفحه ٣٦٧) البانی نے ابوداؤد و ترمذی و نسائی کی روایت کے تحت اسے ,,صحیح،، کہا۔

(١)(اخرجه النسائی فی السنن المجتبی صفحه ٢٦٢ (١٧٠١) للفظ له وفی الکبری جلد ١ صفحه ٤٤٨ برقم ١٤٣٢ و جلد ٦ صفحه ١٨٤ برقم ١٠٥٧٠ و البیهقی فی السنن الکبری جلد ٣ صفحه ٤٠ و احمد فی مسنده جلد ٥ صفحه ١٢٣ و البغوی فی شرح السنة جلد ٤ صفحه ٩٨.٩٩ و الدارقطنی فی السنن جلد ٢ صفحه ٣١)

قال الألبانی : صحیح .وقال زهیر الشاویش وشعیب الأرنوؤط :اسناده صحیح

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

واختار اکثر اهل العلم من الصحابة فمن بعدهم ان يقرأ فيها ب﴿سبح اسم ربک الأعلى﴾ و﴿قل يايها الكافرون﴾ و﴿قل هو الله احد﴾ في كل ركعة سورة. ورواه ابن عباس عن رسول الله ﷺ ايضا.(۱)

اور اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور ان کے بعد والوں میں سے اکثر نے اسی کو اختیار کیا کہ وتر میں ,,سورۂ اعلی،، اور ,,سورۂ کافرون،، اور ,,سورۂ اخلاص،، ہر رکعت میں ایک سورت پڑھے۔۔۔۔۔۔۔۔

حدیث نمبر (۳)

عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث.(۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے

یاد رہے کہ اس روایت میں بعض جگہ اس بات کی وضاحت ہے کہ تین رکعت وتر میں نبی اکرم ﷺ کون کون سے سورتیں پڑھتے تھے اور بعض جگہ رات کی نماز کی کیفیت بیان کی گئی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ رات کو آٹھ رکعت (تہجد) اور تین رکعت وتر اور فجر کی دو رکعت (یعنی سنت) ادا فرماتے تھے۔

اس روایت کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے ایک غیر مقلد مولوی داؤد ارشد نے لکھا ,,اولا اس کی سند میں یحیی بن الجزار کوفی ہے (طحاوی ج ا ص ۱۹۸) جو کہ غالی شیعہ تھا (تھذیب ج ۱۱ ص ۱۹۲) اور شیعہ کی روایت مفتی صاحب کے نزدیک سخت ضعیف ہوتی ہے۔(۳)

(۱) (شرح السنة جلد ۲ صفحه ۹۹)

(۲) (اخرجه الطبراني في الكبير جلد ۱۲ صفحه ۱۵۰ برقم ۱۲۷۳۰، وصفحه ۲۷ برقم ۱۲۳۷۲، وصفحه ۱۳۶ برقم ۱۲۶۹۰، والطحاوي في شرح معاني الآثار جلد ۱ صفحه ۲۸۷ والنسائي في السنن المجتبى صفحه ۲۶۳ برقم ۱۷۰۹، وفي الكبرى جلد ۱ صفحه ۲۲۳ برقم ۱۳۳۰ وصفحه ۲۷۴ برقم ۱۴۲۸، واحمد في مسنده جلد ۱ صفحه ۳۰۱ و ۳۰۵ والدارمي في السنن جلد ۱ صفحه ۴۴۹، ۴۵۰)

(۳) (دین الحق جلد ۱ صفحہ ۴۳۶)

الجواب

اولاً: قارئین یہ غیر مقلد مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ کے ساتھ بغض میں اور ان پر اعتراضات کرنے میں اتنا مرفوع القلم ہو گیا ہے کہ اس کو اس کی بھی خبر نہیں کہ میں کیا لکھ رہا ہوں۔

قارئین! یہاں اس روایت میں راوی ,, یحیی بن الجذ ارکوفی ،، نہیں ہے بلکہ یحیی بن الجزار کوفی ہے

ثانیاً: اس غیر مقلد نے یہاں پر بھی غیر ایمان داری کا ثبوت دیا۔ صرف اس لئے کہ اگر میں ایمان داری سے کام لوں گا تو مسلک سے بے وفائی ہوگی لہذا ایمان داری کو رہنے دو مسلک کو بچاؤ کیونکہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس روایت کی ایک سند نہیں بلکہ دو سندیں بیان کی ہیں ایک سند میں یحیی بن الجزار کوفی راوی ہے لیکن دوسری سند میں یہ راوی نہیں ہے۔

ملاحظہ دوسری سند ,, حدثنا روح بن الفرج قال ثنا لوین قال ثنا شریک عن ابی اسحاق عن سعید بن جبیر عن بن عباس عن النبی ﷺ مثلہ ،،

پس معلوم ہوا کہ اس راوی کا متابع موجود ہے اور وہ ,, سعید بن جبیر ،، ہیں جو کہ ثقہ آئمہ حدیث میں سے ہیں اور حدیث کا ادنی سا طالب علم بھی اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ جب کسی روایت کے کسی ضعیف راوی کا ثقہ متابع مل جائے تو وہ روایت ضعیف نہیں رہتی۔

اعتراض

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

,, لا اعرف لابی اسحاق سماعا من سعید بن جبیر ،،

جواب

ہم کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قول اس کے لئے معتبر نہیں ہے کیونکہ سعید بن جبیر سے روایت کرنے والا صرف ابو اسحاق ہی نہیں بلکہ ,, مسلم البطین ،، بھی ہے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں جلد ا صفحہ ۳۰۵ برقم ۲۷۷۲ میں روایت کیا۔ اور یہ صحیح مسلم و بخاری کا راوی ہے۔

امام مسلم نے اس سے اپنی صحیح میں ,, مسلم البطین عن سعید بن جبیر عن بن عباس ،، کی سند سے تین مقامات پر روایت لی ہے ملاحظہ ہو ,, باب ما یقرأ فی الجمعة ،جلد ۱ صفحہ ۲۸۸ برقم ۸۷۹ ،وباب قضاء الصیام علی المیت ، برقم ۱۱۴۸ ،وباب من اشرک فی الله ... برقم ۲۹۸۶ .

اورامام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی صحیح میں اسی سند سے ,,باب فضل العمل فی ایام التشریق ... جزء ۲ صفحہ ۲۰ برقم ۹۲۶ ،وباب من مات و علیہ صوم ....،، برقم ۱۸۵۲ میں روایات لی ہیں۔

مخول بن راشد

یہ بھی بخاری اور مسلم کا راوی ہے اس کی مسلم بن عمران البطین سے اور مسلم البطین کی سعید بن جبیر سے اور سعید بن جبیر کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں ,,باب ما یقرأ فی الجمعة ،جلد ۱ صفحہ ۲۸۸ برقم ۸۷۹ ،لیا ہے اورامام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس سے اپنی صحیح میں روایت لی ہے ملاحظہ ہو ,,باب من افاض علی راسه ثلاثا برقم ۲۵۲ .

مخول بن راشد سے اس کو روایت کرنے والا شریک بن عبداللہ النخعی ہے

اس کے بارے میں گو کہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن یہ حسن الحدیث ہیں ہم اس کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب ,,تذکرۃ الحفاظ،، سے نقل کرتے ہیں

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے آپ کوفہ کے رہنے والے چوٹی کے آئمہ حدیث میں سے ایک امام ہیں۔ابوصخرہ جامع بن شداد، جامع بن ابی راشد، سلمہ بن کھیل، ابواسحاق، زیاد بن علاقہ ،اور چند اور لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا اور ان سے ان کے شیوخ میں سے ابان بن تغلب اور محمد بن اسحاق اور متاخرین میں قتیبہ، علی بن حجر، اسحاق بن اسرائیل، ابوبکر بن ابی شیبہ ان کے بھائی عثمان، ہناد بن سری اور بہت سے دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں۔

اسحاق ارزق ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ان سے (۹) ہزار احادیث سیکھی ہیں۔عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں یہ اپنے اہل شہر کی احادیث سفیان ثوری سے زیادہ جانتے ہیں۔امام نسائی

فرماتے ہیں ان کے ساتھ کوئی حرج نہیں ہے۔عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا ہے جو اپنے علم میں شریک سے زیادہ پرہیزگار ہو ابواسحاق جوزجانی کہتے ہیں شریک سی ءالحفظ تھے میں کہتا ہوں شریک حسن الحدیث ہے امام، فقیہ، محدث اور بہت تعلیم دینے والے تھے ہاں حفظ وضبط میں حماد بن زید کا مقابلہ نہیں کرتے تھے امام بخاری نے استشہاد کیا ہے اور امام مسلم متابعت میں ان کی حدیث اپنی کتاب میں لائے ہیں امام یحیٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے ۔۔۔۔۔ مجھے ان کی عالی حدیثیں حاصل ہوئی ہیں اور ان کی احادیث حسن کے درجہ کی ہوتی ہیں۔(۱)

اور شریک سے روایت کرنے والے کئی لوگ ہیں لہذا ثابت ہوا کہ یہ حدیث کم از کم درجہ حسن کی حدیث ہے۔

شریک عن مکحول کی روایت کی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تحسین وتصحیح فرمائی ہے

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: حسن صحیح ...باب ما جاء فی ما یقرأ به فی صلاة الصبح یوم الجمعة . برقم ۵۲۰.

غیر مقلد کا دوسرا اعتراض

اس کی سند میں دوسرا راوی حبیب بن ثابت ہے جو کہ گوفی نفسہ ثقہ ہیں لیکن مدلس ہیں اور ان کی تدلیس کی صراحت حافظ ابن حجر، امام ابن خزیمہ اور امام دارقطنی نے کی ہے۔(ایضا)

الجواب

اولا : یہ غیر مقلد کا صاف وشفاف جھوٹ ہے کہ اس کی سند میں دوسرا راوی حبیب بن ثابت ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں یہ راوی موجود ہی نہیں ہے بلکہ اس روایت کی سند میں ،،حبیب بن ابی ثابت،، راوی ہے

ثانیا : دوسری سند میں یہ راوی نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ غیر مقلد کے دونوں اعتراض مردود ہیں اور یہ روایت ضعیف نہیں۔

غیر مقلدین کے محدث ناصر الدین الالبانی نے نسائی کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے

(۱)(تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۱۹۱ مترجم)

حدیث نمبر (۴)

عن عمران بن حصین ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر بثلاث کان یقرا فی الرکعۃ الاولی ب﴿سبح اسم ربک الاعلی﴾ و فی الثانیۃ ب﴿قل یاایھا الکافرون﴾ و فی الثالثۃ ب﴿قل ھو اللہ احد﴾ .... (۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے پہلی رکعت میں ,,سبح اسم ربک الاعلی،،دوسری رکعت میں ,,قل یا ایھا الکافرون ،،اور تیسری رکعت میں ,,قل ھو اللہ احد،، پڑھتے تھے

حدیث نمبر (۵)

عن ثابت قال: قال انس یا ابا محمد خذ عنی فانی اخذت عن رسول اللہ ﷺ و اخذ رسول اللہ ﷺ عن اللہ ولن تاخذ عن احد اوثق منی قال: ثم صلی بی العشاء ، ثم صلی ست رکعات یسلم بین الرکعتین ثم اوتر بثلاث یسلم فی آخرھن .(۲)

حضرت ثابت سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو محمد مجھ سے پکڑ پس میں نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالی سے حاصل کیا اور تو کسی ایک سے بھی یہ حاصل نہیں کر سکے گا جو مجھ سے اوثق ہو، آپ ﷺ عشاء کی نماز ادا فرماتے پھر چھ رکعت پڑھتے کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور پھر تین رکعت وتر پڑھتے اور ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے

(علامہ علی متقی ہندی نے کہا کہ اس کو امام رویانی نے اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں

(۱)(اخرجہ الحارث بن ابی اسامۃ فی مسندہ کما فی زوائدہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۷ برقم ۲۲۸ وفی نسخۃ صفحہ ۸۶،وذکرہ الذھبی فی تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ ،فی ترجمۃ عباد بن العوام،وابن حجر فی المطالب العالیۃ جلد ۱ صفحہ ۱۵۵.۱۵۴)وقال مسعد عبد الحمید :صحیح ،واصلہ عند مسلم ۲۹۸و ابو داؤد ۸۱۴.۸۱۳ ،والنسائی ۱۳۰/۲ واحمد ۴۲۶/۳،۴۳۱،۴۳۳، ☆ (۲)(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۷.۶۶ برقم ۲۱۹۰۲، و تھذیب تاریخ دمشق جلد ۳ صفحہ ۱۴۸)

حدیث نمبر (۶)

عن ابن ابی اوفی قال کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث یقرا فیھن فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی و فی الثانیۃ بقل یآیھا الکافرون و فی الثالثۃ قل ھو اللہ احد فاذا سلم قال سبحان الملک القدوس و مد بھا صوتہ .(۱)

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنھما سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے ان میں پہلی رکعت میں ,,سبح اسم ربک الاعلی،، دوسری رکعت میں ,,قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں ,,قل ھو اللہ احد،، پڑھتے تھے تو جب سلام پھیرتے کہتے ,,سبحان الملک القدوس اور اپنی آواز کو لمبا کرتے۔

حدیث نمبر (۷)

عن علی ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث.(۲)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے تھے

حدیث نمبر (۸)

عن عبد اللہ ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث یقرأ فیھن ﴿بسبح اسم ربک

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے

(۱)(قال الھیثمی رواہ البزار و فیہ ھاشم بن سعید ضعفہ ابن معین ووثقہ ابن حبان وقال البزار اخطا ھاشم فی ھذا الحدیث . جلد ۲ صفحہ ۲۴۱)

(۲)(اخرجہ احمد فی مسندہ جلد ۱ صفحہ ۸۹ برقم ۶۸۵ لفظلہ وبرقم ۶۷۸، والترمذی فی الجامع صفحہ ۱۶۴ برقم ۴۵۹، والطبرانی فی الصغیر جلد ۱ صفحہ ۲۷۸ برقم ۴۵۷، وابو یعلی فی مسندہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۶ برقم ۴۶۰، والمروزی فی قیام اللیل صفحہ ۲۱۷، والطحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۹۹، وابو نعیم فی تاریخہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، والبزار فی مسندہ جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ برقم ۹۲۴)

الاعلی ﴾ ﴿وقل یا أیها الکافرون ﴾ ﴿وقل هو الله أحد ﴾(۱)	تھے ان میں پڑھتے ﴿بسبح اسم ربک الاعلی ﴾ ﴿وقل یا أیها الکافرون ﴾ ﴿وقل هو الله أحد ﴾

حدیث نمبر (۹)

عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات ویجعل القنوت قبل الرکوع .(۲)	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور قنوت کو رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر (۱۰)

عن ابی سلمة ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث من آخر اللیل . (۳)	حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ آخر رات میں تین رکعت وتر پڑھتے تھے

---

(۱) (اخرجه ابن عدی فی الکامل جلد ۵ صفحه ۳۰۸ فی ترجمة ،عبد الملک بن الولید بن معدان الضبعی وفی نسخة صفحه ۱۹۴۶ ،و ابو یعلی فی مسنده جلد ۸ صفحه ۲۶۴ برقم ۵۰۵۰)

(۲) (أخرجه الطبرانی فی الأوسط جلد ۸ صفحه ۳۶ برقم ۷۸۸۵.وقال الهیثمی فی المجمع الزوائد جلد ۲ صفحه ۱۳۸ وقال الهیثمی : رواه الطبرانی فی الاوسط و فیه سهل بن العباس الترمذی قال الدارقطنی لیس بثقة)

(۳) (اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۵)

آثار صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم

نمبر (۱)

عن عبید بن السباق عن عمر لما دفن ابو بکر بعد العشاء الآخرة اوتر بثلاث رکعات و اوتر معه ناس من المسلمین و فی روایة لم یسلم الا فی آخرهن .(۱)

عبید بن السباق سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عشاء کے بعد دفن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین رکعت وتر پڑھے اور لوگوں نے بھی ان کے ساتھ تین رکعتیں پڑھی اور آپ نے سلام نہیں پھیرا مگر آخر میں۔

اس روایت کے پہلے راوی امام ابوبکر بن ابی شیبہ صاحب ,,مصنف،، ثقہ حافظ حجت ہیں۔

اور امام عبدالرزاق ہیں یہ بھی ثقہ صاحب ,,مصنف،، حافظ الحدیث ہیں

دوسرے راوی:

ابن جریج: عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج جو کہ ثقہ فاضل ہیں مگر امام نسائی اور دارقطنی وغیرہ نے ان کو مدلس کہا ہے لیکن اس روایت میں اس کی تدلیس مضر صحت نہیں کیونکہ یہاں اس نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ جیسا کہ عبدالرزاق کی سند میں ہے۔ اور ابن ابی شیبہ کی سند میں جلد ۲ صفحہ ۹۳ والی روایت میں ابن جریج کے علاوہ ابن جریر بھی ہے یعنی کہ اس کا متابع بھی موجود ہے

تیسرے راوی:

اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص ہیں یہ بھی ثقہ حجت ہیں۔

چوتھے راوی:

عبید بن السباق۔ یہ بھی ثقہ راوی ہیں۔

جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل بیان فرما رہے ہیں

(۱) اخرجه المروزی فی قیام اللیل صفحه ۲۱۰ و ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۳، وجلد ۳ صفحه ۲۲۷، وابن سعد فی الطبقات الکبری جلد ۳ صفحه ۲۰۸، و عبد الرزاق فی المصنف ۳/۲۰ (۴۶۳۹) وفی نسخة ۲/۲۹۶)

نمبر(۲)

عن أنس أنه كان يوتر بثلاث ركعات .(۱)	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک وہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

اس روایت کے پہلے راوی امام ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں جو کہ ثقہ حافظ صاحب ,,مصنف،، امام ہیں

دوسرے راوی: ہشیم۔

تیسرے راوی: حمید۔

چوتھے راوی: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ,,هشيم عن حميد عن انس رضى الله عنه،، کی سند سے دو مقامات پر اخراج کیا ہے۔

اولا: جلد ا صفحہ ۵۸ برقم ۳۹۳، و برقم ۴۶۳۲ باب قوله عسى ربه ان طلقهن ...الخ)

پس یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ کی شرائط کے ساتھ صحیح ہے

نمبر(۳)

عن انس قال الوتر ثلث ركعات (۲).	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا وتر تین رکعت ہیں

نمبر(۴)

عن أبي غالب قال كان أبو أمامة يوتر بثلاث ركعات .(۳)	حضرت ابو غالب سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر نماز پڑھتے تھے۔

---

(۱) (أخرجه ابن ابى شيبة فى المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۴)

(۲) (أخرجه الطحاوى فى شرح معانى الآثار جلد ۱ صفحه ۲۰۲)

(۳) (أخرجه ابن ابى شيبة فى المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۴)

اس روایت کے پہلے راوی امام ابن ابی شیبہ ثقہ حافظ ہیں

دوسرے راوی: امام عبدالرحمن بن مہدی بن حسان ہیں جو کہ ثقہ، ثبت، حافظ، عارف بالرجال والحدیث ہیں (تقریب صفحہ ۳۷۹)

تیسرے راوی: سلیمان بن حیان الازدی، ابو خالد الاحمر الکوفی ہیں گو کہ ان پر بعض آئمہ جرح وتعدیل نے جرح کی ہے لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے اپنی صحیح میں تین روایتیں لی ہیں اور ایک روایت تعلیقاً بھی لی ہے۔

چوتھے راوی: ابو غالب ہیں جن کے نام میں اختلاف ہے کہ بعض نے کہا کہ حزور۔ بعض نے کہا کہ سعید بن حزور، بعض نے کہا کہ نافع اور یہ راوی سچا ہے

پانچویں راوی: سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ کم از کم حسن ضرور ہے

نمبر (۵)

عن حصين قال: بلغ ابن مسعود ان سعدا يوتر بركعة فقال ما أجزأت ركعة قط. (۱)	حضرت حصین سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت سعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایک رکعت تو کبھی بھی کفایت نہیں کرتی۔

نمبر (۶)

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود اهون ما يكون الوتر ثلاث ركعات (۲)	حضرت علقمہ سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وتر کم از کم تین رکعت ہیں۔

(۱) اخرجه الطبراني في الكبير جلد ۹ صفحه ۲۸۳ برقم ۹۴۲۲، ۹۴۲۳، وقال الهيثمي في المجمع الزوائد جلد ۲ صفحه ۲۴۲: رواه الطبراني في الكبير وحصين لم يدرك ابن مسعود و اسناده حسن. وقال: رواه الطبراني وهو مرسل صحيح لان ابراهيم لم يسمع من ابن مسعود. وابن حجر في الدراية جلد ۱ صفحه ۱۹۲)

(۲) اخرجه الشيباني في الحجة جلد ۱ صفحه ۱۹۸)

نمبر(۷)

عن ابی سعید أن رسول الله ﷺ نهی عن البتیراء أن یصلی الرجل رکعة واحدة یوتر بها .(۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے بتیرا (دم کٹا) سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ کہ آدمی ایک رکعت پڑھے اور اسے وتر قرار دے

نمبر(۸)

عن عمر بن الخطاب انه قال ما احب انی ترکت الوتر بثلاث و ان لی حمر النعم .(۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں تین رکعت وتر چھوڑ دوں اگرچہ ان کے بدلے مجھے سرخ اونٹوں کا خزانہ مل جائے۔

نمبر(۹)

عن زادان قال: کان علی یوتر بثلاث اذا جاء نصر الله والفتح و انا انزلناه فی لیلة القدر و قل هو الله احد.(۳)

حضرت زادان سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے (اور ان میں پہلی رکعت میں) ﴿اذا جاء نصر الله والفتح﴾ (دوسری رکعت میں) ﴿انا انزلناه فی لیلة القدر﴾ (تیسری رکعت میں) ﴿قل هو الله احد﴾

(۱) (أخرجه ابن عبد البر فی التمهید جلد ۱۳ صفحه ۲۵۴، وذکره الذهبی فی المیزان فی ترجمة عثمان بن محمد بن ربیعة .وفی ترجمة :احمد بن محمد بن اسماعیل بن الفرج وفی ترجمة :الحسن بن سلیمان الملقب بقبیطة ولسان المیزان جلد ۲ صفحه ۲۱۲، وجلد ۴ صفحه ۱۵۲، وفی الجوهر النقی جلد ۳ صفحه ۲۷ و فی عمدة القاری جلد ۷ صفحه ۴)

(۲) (أخرجه الشیبانی فی الحجة جلد ۱ صفحه ۱۹۶)

(۳) (اخرجه ابن الجعد فی مسنده صفحه ۳۴۸ برقم ۲۴۰۰، وعبد الرزاق فی المصنف جلد ۳ صفحه ۳۴، وابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۵)

نمبر (۱۰)

ان عبد الله بن عمر كان يقول صلوة المغرب وتر صلوة النهار .(۱)

بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے نماز مغرب دن کے وتر ہیں۔

نمبر (۱۱)

عن القاسم قال و رأينا اناسا منذ ادركت يوترون بثلاث .(۲)

حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ ہم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے تو ہم نے لوگوں کو تین رکعت وتر پڑھتے ہی دیکھا ہے۔

قاسم سے مراد حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق ہیں۔آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے انہوں نے اپنی پھوپھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ،حضرت ابن عباس ،حضرت معاویہ،حضرت فاطمہ بنت قیس ،حضرت ابن عمر،حضرت ابو ہریرہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے علم حدیث حاصل کیا ان کے بارے میں امام یحیٰ بن سعید انصاری کہتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی عالم ایسا نہیں ہے کہ جسے ہم قاسم پر برتری دیں۔ابو الزناد کہتے ہیں میں نے قاسم سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ حدیث پاک کا علم رکھنے والا کوئی انسان معلوم ہے۔سفیان بن عیینہ نے کہا کہ قاسم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم ہیں ایوب سختیانی نے فرمایا کہ میں نے قاسم سے افضل کوئی آدمی نہیں دیکھا۔(۳)

نمبر (۱۲)

عن ابراهيم قال .... لا وتر بأقل من ثلاث .(۴)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ تین رکعت سے کم وتر نہیں ہیں۔

---

(۱) (اخرجه مالک فی الموطا صفحه ۱۱٦ و محمد فی الموطا صفحه ۱۴۷)

(۲) (اخرجه البخاری فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۳۵)

(۳) (الجرح والتعدیل جلد ۷ صفحه ۱۱۸ ،تذکرة الحفاظ جلد ۱ صفحه ۹٦،۹۷، کتاب الثقات جلد ۵ صفحه ۳۰۲)

(۴) (اخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۴)

نمبر(۱۳)

عن سعيد بن جبير انه كان يوتر بثلاث و يقنت في الوتر قبل الركوع (١).	حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ بے شک وہ وتر تین رکعت ہی پڑھتے تھے اور وتروں میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے

نمبر(۱۴)

عن عمرو عن الحسن قال اجمع المسلمون عن أن يوتر ثلاث لا يسلم الا في آخرهن .(٢)	حضرت حسن فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور ان میں سلام نہیں مگر آخر میں

نمبر(۱۵)

عن علقمة قال الوتر ثلاث .(٣)	حضرت علقمہ نے فرمایا کہ وتر تین رکعت ہیں

نمبر(۱۶)

جابر بن يزيد يقول الوتر ثلاث .(۴)	جابر بن یزید فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہیں

نمبر(۱۷)

وعن بكر بن رستم سمعت الحسن ومحمدا و قتادة وبكر بن عبد الله المزني ومعاوية بن قرة واياس بن معاوية يقولون الوتر ثلاث .(٥)	بکر بن رستم سے روایت ہے کہ حضرت حسن، محمد، قتادہ، بکر بن عبد اللہ المزنی، معاویہ بن قرہ، اور ایاس بن معاویہ یہ تمام فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہیں۔

(١) اخرجه ابن ابی شيبة في المصنف جلد ٢ صفحه ١٩۴)
(٢) ايضا)
(٣) اخرجه ابن ابی شيبة في المصنف جلد ٢ صفحه ١٩۴)
(۴) اخرجه ابن ابی شيبة في المصنف جلد ٢ صفحه ١٩۴)
(۵) اخرجه المروزی فی قيام الليل صفحه ٢١١ ومختصر كتاب الوتر للمقريزی صفحه ٨٠)

نماز وتر تین رکعت ہیں دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ

حدیث نمبر (۱)

عن المطلب بن ابی وداعة أن النبی ﷺ قال الصلاۃ مثنی مثنی وتشهد فی کل رکعتین.....(۱)

حضرت مطلب بن ابو وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے۔

حدیث نمبر (۲)

عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ الصلاۃ مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین....(۲)

فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر تشہد ہے

---

(۱) (أخرجه ابن خزیمة فی الصحیح جلد ۲ صفحه ۲۲۰ برقم ۱۲۱۲، وسنن الکبری للبیهقی جلد ۲ صفحه ۴۸۸، والدارقطنی فی السنن جلد ۱ صفحه ۴۱۸، وابو داؤد فی السنن صفحه برقم ۱۲۹۶، والنسائی فی السنن الکبری جلد ۱ صفحه ۲۱۲ برقم ۶۱۶، وجلد ۱ صفحه ۴۵۱ برقم ۱۴۴۱، واحمد فی مسنده جلد ۴ صفحه ۱۶۷، والطیالسی فی مسنده صفحه ۱۹۵ برقم ۱۳۶۶، وابو بکر الشیبانی فی الآحاد و المثانی جلد ۱ صفحه ۳۵۶.۳۵۷ برقم ۴۷۹، وابن الجعد فی مسنده صفحه ۲۳۷ برقم ۱۵۶۸)

(۲)(أخرجه الترمذی فی الجامع صفحه برقم ۳۸۵باب ما جاء فی التخشع فی الصلاۃ، وسنن الکبری للبیهقی جلد ۲ صفحه ۴۸۷، والنسائی فی السنن الکبری جلد ۱ صفحه ۲۱۲ برقم ۶۱۵، وجلد ۱ صفحه ۴۵۰ برقم ۱۴۴۰، و الطبرانی فی الاوسط جلد ۸صفحه ۲۷۸ برقم ۸۶۳۲، واحمد فی مسنده جلد ۱ صفحه ۲۱۱، والطبرانی فی الکبیر جلد ۱۸ صفحه ۲۹۵ برقم ۷۵۷، وابن المبارک فی الزهد صفحه ۴۰۴، و نوادر الاصول للحکیم الترمذی صفحه ۳۱۹)

حدیث نمبر (۳)

عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ لا يسلم في الركعتين الاولين من الوتر (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نماز وتر کی پہلی دو رکعت میں سلام نہیں پھیرتے تھے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل

عن عمر بن الخطاب أنه أوتر بثلاث ركعات لم يفصل بينهن بسلام . (۲)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک آپ تین رکعت نماز وتر پڑھتے اور ان کے درمیان سلام سے فصل نہیں کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل

عن ثابت بت عند انس فقام يصلي

حضرت ثابت سے روایت ہے کہ میں نے

(۱)أخرجه الحاكم في المستدرك جلد ۱ صفحه ۴۴۶ برقم ۱۱۳۹ ،والبيهقي في السنن الكبرى جلد۳ صفحه ۳۱ ،واسحاق بن راهويه في مسنده جلد ۳ صفحه ۳۰۶ برقم ۱۳۱۰ ،والدارقطني في السنن جلد ۲ صفحه ۳۲ ،والنسائي في السنن الكبرى جلد ۱ صفحه ۴۴۰ برقم ۱۴۰۰ ،وفي السنن المجتبى صفحه برقم ۱۶۹۸ ،والطبراني في الأوسط جلد ۶ صفحه ۳۷۵ برقم ۶۶۶۱ ،وفي مسند الشاميين جلد ۲ صفحه ۵۹ برقم ۹۱۷ ،ووفي المعجم الصغير جلد ۲ صفحه ۱۸۰ برقم ۹۹۰ ،والبغدادي في تاريخ بغداد جلد ۱۴ صفحه ۲۸۴ ،والمروزي في قيام الليل صفحه ۲۰۹ ،و ابن ابي شيبة في المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۵)

وقال الحاكم :هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه وله شواهد فمنها .... كان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث لا يسلم الا في آخرهن وهذا وتر امير المؤمنين عمر بن الخطاب وعنه اخذه أهل المدينة .

(۲)أخرجه ابن ابي شيبة في المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۴)

من الليل و كان يسلم في كل مثنى فلما كان في آخر صلوته اوتر بثلاث مثل المغرب .(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس رات گزاری تو آپ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے پس نماز کے آخر میں آپ نے تین وتر پڑھے نماز مغرب کی طرح

نمبر ﴿۲﴾

عن ثابت عن انس انه أوتر بثلاث لم يسلم الا في آخرهن . (۲)

حضرت ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ رضی اللہ عنہ تین رکعت نماز وتر پڑھتے ان میں سلام نہیں پھیرتے تھے مگر ان کے آخر میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان

عن عبد الله بن مسعود وتر الليل كوتر النهار صلاة المغرب ثلاثا .(۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رات کے وتر، دن کے وتروں نماز مغرب کی طرح تین رکعت ہیں۔

حضرت مکحول کا عمل

عن مكحول انه كان يوتر بثلاث لا يسلم في ركعتين .(۴)

حضرت مکحول سے روایت ہے کہ بے شک آپ تین رکعت وتر پڑھتے اور دو رکعت کے درمیان سلام نہیں پھیرتے تھے۔

---

(۱)أخرجه المروزی فی قیام اللیل صفحه ۲۱۱ و عبد الرزاق فی المصنف جلد ۳ صفحه ۲۰)

(۲)(أخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۵)

(۳)أخرجه الطبرانی فی الکبیر جلد ۹ صفحه ۲۸۲ برقم ۹۴۱۹، ۹۴۲۰، ۹۴۲۱ ،وعبد الرزاق فی المصنف جلد ۳ صفحه ۱۹ و ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۸۴، والمروزی فی قیام اللیل صفحه ۲۱۱ ،وقال الهیثمی فی المجمع الزوائد :رواه الطبرانی فی الکبیر و رجاله رجال الصحیح جلد ۲ صفحه ۲۴۲)

(۴) (أخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۴)

حضرت علی المرتضی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب کا عمل

عن ابی اسحاق قال کان أصحاب علی و اصحاب عبد اللہ لا یسلمون فی رکعتي الوتر .(۱)

ابو اسحاق سے روایت ہے فرمایا کہ حضرت علی المرتضی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ وتر

عن ابو خالد قال سالت ابا العالیۃ عن الوتر فقال علمنا اصحاب محمد ﷺ او علمونا ان الوتر مثل صلاۃ انا نقرأ فی الثالثہ فھذا وتر اللیل و ھذا وتر النھار .(۲)

حضرت ابو خالد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو العالیہ سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سیکھا ہے یا انہوں نے ہم کو سکھایا ہے کہ بے شک وتر نماز مغرب کی مانند ہیں مگر یہ کہ ہم وتروں کی تیسری رکعت میں بھی قرات کرتے ہیں پس یہ رات کے وتر ہیں اور نماز مغرب دن کے وتر ہیں

حضرت سعید بن مسیب کا فرمان

عن سعید بن المسیب قال لا یسلم فی الرکعتین من الوتر .(۳)

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے فرمایا وتروں کی دو رکعتوں کے درمیان سلام نہیں ہے

حضرت ابراہیم نے دو رکعت پر سلام پھیرنے سے منع فرمایا

عن حماد قال نھانی ابراھیم أن أسلم فی الرکعتین من الوتر .(۴)

حضرت حماد سے روایت ہے کہ مجھے حضرت ابراہیم نے مجھے دو رکعت وتر پر سلام پھیرنے سے منع فرمایا

---

(۱) أخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۵)

(۲) شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحه ۲۰۲ ونصب الرایة جلد ۲ صفحه ۱۲۱)

(۳) أخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۵)

(۴) أخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۱۹۵)

قنوت رکوع سے پہلے ہے

دعائے قنوت صرف نماز وتر میں ہے اور رکوع سے پہلے پڑھی جاتی ہے رکوع کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ دعائے قنوت نہیں اور نہ ہی وہ وتروں میں ہے بلکہ وہ قنوت نازلہ ہے جو کہ نماز فجر (یا دوسری فرض نمازوں) میں پڑھی گئی ہے۔ وتروں والی قنوت قبل الرکوع ہونے پر مختصر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر (۱)

عن عاصم قال سألت انس بن مالک عن القنوت فقال قد کان القنوت قلت قبل الرکوع او بعده قال قبله .....(۱)	عاصم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے متعلق سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ قنوت ثابت ہے میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رکوع سے پہلے

حدیث نمبر (۲)

عن أبی بن کعب أن رسول اللہ ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات کان یقرأ فی الأول ب﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾ وفی الثانیة ب﴿قل یایها الکفرون﴾ وفی الثالثة ب﴿قل هو اللہ أحد﴾ و یقنت قبل الرکوع.....(۲)	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں ﴿سبح اسم ربک الأعلی﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قل یایها الکفرون﴾ اور تیسری رکعت میں ﴿قل هو اللہ أحد﴾ اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے

(۱) أخرجه البخاری فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۳۶ برقم ۹۵۷، و برقم ۲۹۹۹، و برقم ۳۸۷۰، ومسلم فی الصحیح جلد ۱ صفحه برقم ۶۷۷، وابو نعیم فی المسند المستخرج جلد ۲ صفحه ۲۷۱ برقم ۱۵۲۰، والدارمی فی السنن جلد=

حدیث نمبر (۳)

عن عبد الله عن النبی ﷺ انه قنت فی الوتر قبل الرکوع .(۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ وتروں میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث نمبر (۴)

عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث رکعات ویجعل القنوت قبل الرکوع .(۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بے شک نبی اکرم ﷺ وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور قنوت کو رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

= ا صفحہ ۴۵۳ برقم ۱۵۹۶ ،والبیهقی فی السنن الکبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ ،والطحاوی فی شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۴۴ ،و احمد فی مسنده جلد ۳ صفحہ ۱۶۷ ،و ابو یعلی فی مسنده جلد ۷ صفحہ ۹۰ برقم ۴۰۲۶ ،و القزوینی فی اخبار قزوین جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)

(۲)(اخرجه النسائی فی السنن المجتبی صفحہ ۲۹۲ (۱۷۰۱) للفظ له ،وفی الکبری جلد ۱ صفحہ ۴۴۸ برقم ۱۴۳۲ وجلد ۲ صفحہ ۱۸۴ برقم ۱۰۵۷۰ ،والبیهقی فی السنن الکبری جلد ۳ صفحہ ۴۰ ،واحمد فی مسنده جلد ۵ صفحہ ۱۲۳ ،والبغوی فی شرح السنة جلد ۴ صفحہ ۹۸ .۹۹ والدارقطنی فی السنن جلد ۲ صفحہ ۳۱) .قال الألبانی : صحیح .وقال زهیر الشاویش وشعیب الأرنوؤط :اسناده صحیح.)

(۱) (أخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ ، و عبد الرزاق فی المصنف جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

(۲)(أخرجه الطبرانی فی الأوسط جلد ۸ صفحہ ۳۶ برقم ۷۸۸۵ .وقال الهیثمی فی المجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ وقال الهیثمی : رواه الطبرانی فی الاوسط و فیه سهل بن العباس الترمذی قال الدارقطنی لیس بثقة)

حدیث نمبر (۵)

عن ابن عباس قال اوتر النبی ﷺ بثلاث قنت فیها قبل الرکوع . (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

عن ابن مسعود انه کان یقنت فی الوتر قبل الرکوع ولا یقنت فی صلاۃ الفجر وفی روایة انه قنت فی الوتر بعد القرأة قبل الرکوع .(۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ وتروں میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے اور نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ بے شک آپ وتروں میں قنوت قرات کے بعد رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

عن علقمة أن ابن مسعود و اصحاب النبی ﷺ کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع .(۳)

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے

(۱)أخرجه ابو نعیم فی الحلیة الاولیاء جلد ۵ صفحه ۶۲ ،والبیهقی فی السنن الکبری جلد ۳ صفحه ۴۱.

(۲)أخرجه الطبرانی فی الکبیر جلد ۹ صفحه ۲۸۴ برقم ۹۴۳۲،والمروزی فی قیام اللیل صفحه ۲۲۹)

(۳)أخرجه ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۲۰۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل

عن الأسود ان عمر بن الخطاب قنت في الوتر قبل الركوع و في رواية بعد القراة قبل الركوع .(۱)

حضرت اسود سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قرات کے بعد رکوع سے پہلے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل

عن الأسود بن يزيد أن بن عمر قنت في الوتر قبل الركوع .(۲)

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ بے شک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے وتر میں قنوت پڑھتے تھے

حضرت سعید بن جبیر کا عمل

عن سعيد بن جبير أنه كان يقنت في الوتر قبل الركوع .(۳)

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ بے شک وہ وتر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

حضرت اسود بن یزید کا عمل

عن الأسود أنه كان يقنت في الوتر قبل الركعة . (۴)

حضرت اسود سے روایت ہے بے شک وہ وتروں میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے

(۱)أخرجه المروزي في قيام الليل صفحه ۲۲۸ وفي كنز العمال جلد ۸ صفحه ۷۵)
(۲)أخرجه ابن ابي شيبة في المصنف جلد ۲ صفحه ۲۰۲)
(۳)أخرجه ابن ابي شيبة في المصنف جلد ۲ صفحه ۲۰۲)
(۴)أخرجه ابن ابي شيبة في المصنف جلد ۲ صفحه ۲۰۲)

قنوت کے لئے تکبیر اور رفع یدین

تیسری رکعت میں فاتحہ اور سورت کے بعد تکبیر کہی جائے گی اور تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

عن عبد الرحمن بن الأسود عن ابيه ان عبد الله بن مسعود كان اذا فرغ من القراة كبر ثم قنت فاذا فرغ من القنوت كبر ثم ركع.(۱)	عبدالرحمٰن بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں بے شک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرات سے فارغ ہوتے تھے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے پس جب قنوت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع کرتے تھے۔

نمبر (۲)

و كان عبد الله بن مسعود يكبر فی الوتر اذا فرغ من قرأته حين يقنت واذا فرغ من القنوت۔(۲)	اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتروں میں تکبیر کہتے تھے جب قرات سے فارغ ہوتے قنوت کے وقت اور جب قنوت سے فارغ ہوتے تب بھی۔

نمبر (۳)

عبد الرحمن بن الأسود عن ابيه قال كان عبد الله يقرأ فی آخر ركعة من الوتر قل هو الله احد ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة.	۔۔۔۔۔۔۔فرمایا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتروں کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے پھر رفع یدین کرتے پھر قنوت پڑھتے رکوع کرنے سے پہلے۔

(۱) (أخرجه ابن ابی شيبة فی المصنف جلد ۲ صفحه ۳۰۶)

(۲)(أخرجه المروزی فی قيام الليل صفحه ۲۲۹)

(۳)(أخرجه الطبرانی فی الكبير ۹/ ۲۸۳، و الجزء رفع اليدين للبخاری ۷۸ (۹۹)

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا عمل

عن علی انه کبر فی القنوت حین فرغ من القرأة و حین رکع وفی روایة کان یفتتح القنوت بتکبیره (۱).

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک آپ جب قرات سے فارغ ہوتے تو قنوت کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ قنوت کی ابتداء اس کی تکبیر کے ساتھ کرتے تھے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا عمل

عن البراء انه کان اذا فرغ من السورة کبر ثم قنت.(۲)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک وہ جب سورت پڑھ کر فارغ ہوتے تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل

عن عمر أنه کان اذا فرغ من القرأة کبر ثم قنت ثم کبر و روي عن علی وابن مسعود والبراء وهو قول الثوری .ولا نعلم فیه خلافا .(۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک جب آپ قرات سے فارغ ہوتے تھے تو تکبیر کہتے تھے پھر قنوت پڑھتے تھے پھر تکبیر کہتے (یعنی رکوع کے لئے) اور یہی مروی ہے حضرت علی المرتضی، ابن مسعود اور براء رضی اللہ عنہم سے بھی اور یہی قول ہے امام سفیان ثوری کا اور ہم اس کے خلاف نہیں جانتے۔

---

(۱)(أخرجه المروزی فی قیام اللیل صفحه ۲۲۹)

(۲)(أخرجه المروزی فی قیام اللیل صفحه ۲۲۹)

(۳)(المغنی لابن قدامة جلد ۱ صفحه ۲۵۵، وفی نسخة ۲/۳۶۳)



مسئلہ نمبر ﴿۸﴾

فرض نماز کے بعد دعا

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الاول الذی لیس قبلہ شئی والآخر الذی لیس بعدہ شئی والظاھر الذی لیس فوقہ شئی والباطن الذی لیس دونہ شئی والفضل الصلوات وازکی التسلیمات علی رسولہ الامین الصادق والمصدوق الذی الیہ الرجوع فی المشکلات والحاجات وعلی الہ وصحبہ وکل من تبعہ وطاعہ فی السرۃ والھدی،

اما بعد

نماز کے بعد دعا مانگنا اور اس میں ہاتھ اٹھانا دونوں سنت ہیں، لیکن آج کل غیر مقلدین اور بعض دیوبندی اس کو بدعت کہتے ہیں۔

لوگوں کو نماز کے بعد دعا مانگنے سے روکنے کیلئے کہتے ہیں کہ یہ نبی اکرم ﷺ نے مانگی ہے، نہ ہی اس کا حکم فرمایا ہے۔

ہم حق کو واضح کرنے کیلئے یہ چند سطور لکھ رہے ہیں۔ تاکہ منکرین کی جہالت واضح ہو سکے اور وہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

نماز کے بعد دعا مانگنے کا حکم خود اس مجیب الدعوات نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ . (۱) تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔ (کنزالایمان)

یہ آیت کریمہ نماز کے بعد دعا مانگنے کیلئے نازل ہوئی یعنی اللہ وحدہ لاشریک نے حکم فرمایا کہ جب تم نماز پڑھ چکو تو دعا مانگا کرو۔

آیئے پہلے اس آیت کی تفسیر میں آئمہ تفاسیر کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

---

(۱) (پ ۳۰ سورہ الم نشرح آیت ۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، م ۶۸ھ

ویقال اذا فرغت من الصلاة المکتوبة فانصب فی الدعاء .(۱)	اور کہا گیا ہے کہ جب تم اپنی فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں کوشش کرو۔

امام ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، م ۱۰۵ھ

فاذا فرغت قال .من الصلاة المکتوبة والی ربک فارغب فی المسالة والدعاء:وقال ایضا ،فاذافرغت من الصلاة المکتوبة فانصب الی ربک فی الدعاء وارغب فی المسالة یعطیک .(۲)	پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالی کی طرف سوال اور دعا کے لیے رجوع کرو، اور اسی طرح فرمایا: پس جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے رب سے دعا کے لیے کھڑے رہو اور اسی کی طرف سوال کے لیے رجوع کرو، وہ تم کو عطا فرمائے گا۔

امام ابی زکریا یحیی بن زیاد الفراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں، م ۲۰۷ھ

فاذا فرغت فانصب. اذافرغت من صلاتک فانصب الی ربک فی الدعاء وارغب.(۳)	جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لیے کھڑے رہو اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

امام عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، م ۲۱۱ھ

عن معمر عن قتادة فی قوله تعالی فاذا فرغت فانصب .قال اذافرغت من صلاتک فانصب فی الدعاء.(۴)	اللہ تعالی کے قول ﴿فاذافرغت فانصب﴾ کے تحت حضرت قتادہ نے فرمایا کہ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوں تو دعا کیلیے کھڑے رہیں

(۱) (تنویر المقباس علی درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۲۱)
(۲) (تفسیر ضحاک جلد ۲ صفحہ ۹۷۷ برقم ۲۹۷۱-۲۹۷۱: دارالسلام قاھرہ)
(۳) (تفسیر معانی القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)
(۴) (تفسیر عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۳۹ برقم ۳۶۴۵: دارالکتب العلمیۃ)

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سن ۳۱۰ھ

حدثنی علی قال ثنا ابو صالح قال حدثنی معاویة عن علی عن ابن عباس فی قوله ﴿فاذا فرغت فانصب﴾ یقول فی الدعآء.(۱)

۔۔۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿فاذا فرغت فانصب﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لیے اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔

نمبر ﴿۲﴾

حدثنی محمد بن سعد قال ثنی ابی قال ثنی عمی قال ثنی ابی عن ابیه عن ابن عباس ﴿فاذا فرغت فانصب﴾ یقول فاذا فرغت مما فرض علیک من الصلاة فسئل الله وارغب الیه وانصب له .(۲)

۔۔۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم اس نماز سے فارغ ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کی ہے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو، اسی کی طرف رغبت کرو، اور اسی کیلیے کھڑے رہو۔

نمبر ﴿۳﴾

حدثنا بشر قال ثنا یزید قال ثنا سعید عن قتادة قوله ﴿فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب﴾. قال امره اذا فرغ من صلاته ان یبالغ فی دعائه.(۳)

۔۔۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان اقدس ﴿فاذا فرغت فانصب والی ربک فرغب﴾ کی تفسیر میں مروی ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہو جائیں تو اپنی دعا میں مبالغہ کریں۔

---

(۱) (جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۱۲ جز ۳۰ صفحہ ۱۵۱ مکۃ المکرمۃ۔ وفی نسخہ ۱۲/ ۶۲۸، بیروت)

(۲) (جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۱۲ جز ۳۰ صفحہ ۱۵۱۔ وفی نسخہ ۱۲/ ۶۲۸، بیروت)

(۳) (جامع البیان فی تفسیر القرآن جلد ۱۲ جز ۳۰ صفحہ ۱۵۲۔ وفی نسخہ ۱۲/ ۶۲۹، بیروت)

نمبر ﴿۴﴾

حدثنا ابن عبد الاعلى قال ثنا ابن ثور عن معمر عن قتادة في قوله ﴿فاذا فرغت﴾ من صلاتک ﴿فانصب﴾ في الدعاء.(۱)

۔۔۔حضرت ابوقتادہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت فرمایا کہ جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو۔

ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۴۵۰ھ

﴿فاذا فرغت فانصب﴾ فيه اربعة تاويلات احدها: فاذا فرغت من الفرائض فانصب من قيام الليل قاله ابن مسعود الثاني فاذا فرغت من صلاتک فانصب في دعائک قاله الضحاک .....والى ربک فرغب فيه ثلاثة اوجه، احدها: فارغب اليه في دعائک قاله ابن مسعود........(۲)

﴿فاذا فرغت فانصب﴾ اس میں چار (۴) تاویلات ہیں، ان میں سے پہلی (۱): جب تم فرائض سے فارغ ہو جاؤ تو رات کے قیام کے لیے کھڑے ہو جاؤ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوسری (۲) جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنی دعا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ یہ امام ضحاک نے کہا۔۔۔﴿والى ربک فارغب﴾ اس میں تین وجہ ہیں۔ پہلی تو اپنی دعا میں رغبت کرو یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

ابوقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری (متوفی ۴۶۵ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فاذا فرغت من الصلاة المفروضة عليک فانصب في الدعاء .(۳)

پس جب تم، نماز جو تم پر فرض کی گئی ہے، سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو۔

---

(۱)(جامع البيان في تفسير القرآن جلد ۱۲ / ۳۰ / ۱۵۲ .وفي نسخة ۱۲/ ۲۲۹)

(۲)(النكت والعيون جلد ٦ صفحه ۲۹۸.۲۹۹)

(۳) (تفسير القشيري المسمى لطائف الارشاد جلد ۳ صفحه ۴۳۳ دار الكتب العلمية بيروت)

عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف ابی زید الثعالبی المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

عن ابن مسعود وعن مجاهد ﴿فاذا فرغت﴾ من العبادة ﴿فانصب﴾ في الدعاء(۱)	حضرت ابن مسعود اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو۔

ابو محمد عبدالحق بن عطیۃ الاندلسی (متوفی ۵۴۱ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وقال ابن عباس، وقتادة معنى ﴿فاذا فرغت﴾ من العبادة ﴿فانصب﴾ في الدعاء.(۲)	اور حضرت ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ عنہما نے اس کلام کے معنی میں فرمایا کہ جب تم عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں محنت کرو

حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وقال ابن عباس ﴿فاذا فرغت فانصب﴾ يعني في الدعاء.(۳)	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم (نماز) سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگنے میں کوشش کرو۔

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

عن ابن عباس فاذا فرغت من صلاتك فاجتهد في الدعاء.(۴)	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا مانگنے میں کوشش کرو۔

---

(۱) اس کے محقق نے اس کے ذیل میں اس کی تخریج کرتے ہوئے لکھا: ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۶۲۸ برقم ۳۷۵۴۱ عن ابن عباس وذکرہ البغوی جلد ۴ صفحہ ۵۰۳ وابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۵۳۶)

(۲) (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز صفحہ ۱۹۸۹ دار ابن حزم)

(۳) (جلد ۳ صفحہ ۶۵۳)

(۴) (مدارک التنزیل. پ ۳۰)

علامہ علی بن محمد خازن شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قال ابن عباس اذا فرغت من الصلاۃ المکتوبۃ فانصب الی ربک فی الدعاء.(۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ، تو اپنے رب سے دعا مانگنے میں کوشش کرو۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اخرج، ابن حمید، وابن جریر وابن منذر، وابن ابی حاتم ،وابن مردویہ عن طرق ابن عباس فی قولہ﴿ فاذا فرغت فانصب﴾ قال اذا فرغت من الصلاۃ فانصب فی الدعاء وسئل اللہ وارغب الیہ.(۲)

ابن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم ،اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طریق سے اللہ تعالی کے اس قول ﴿فاذا فرغت فانصب﴾ کے تحت اخراج کیا کہ آپ نے فرمایا: جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اللہ تعالی سے سوال کرو اور اس کی طرف رغبت کرو۔

نمبر ﴿۲﴾

واخرج ابن ابی الدنیا فی الذکر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ فاذا فرغت من الصلاۃ فانصب الی الدعاء والی ربک فارغب فی المسئلۃ.(۳) (وذکرہ الشوکانی فی فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۱۸)

اور ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے ذکر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اخراج کیا کہ ان سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ، تو خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگو، اور اپنے رب کی طرف سوال کرنے کے لیے راغب ہو جاؤ۔

---

(۱) (تفسیر لباب التاویل پارہ ۳۰)

(۲) (تفسیر در منثور جلد ٦ صفحہ ۳٦۵ ،و التحفۃ المرغوبۃ صفحہ ۱۴)

(۳) (تفسیر در منثور جلد ٦ صفحہ ۳٦۵)

نمبر (۳)

واخرج عبد الرزاق وعبد بن حميد وابن جرير وابن منذر عن قتادة ﴿فاذا فرغت فانصب﴾ قال اذا فرغت من صلوتك فانصب في الدعاء.(۱)	اور عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، اور ابن منذر رحمہم اللہ نے اخراج کیا حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو خشوع خضوع کے ساتھ دعا مانگو۔

نمبر (۴)

واخرج عبد بن حميد وابن نصر من الضحاك فاذا فرغت قال من الصلاة المكتوبة والى ربك فارغب في المسئلة والدعاء.(۲)	---حضرت ضحاک نے فرمایا کہ جب تم فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ، تو دعا اور سوال کے لیے اپنے رب کی طرف راغب ہو جاؤ۔

امام ابوسعود محمد بن محمد بن مصطفے العمادی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

...وقيل :فاذا فرغت من صلاتك فاجتهد في الدعاء ...(۳)	اور کہا گیا ہے کہ جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہو جائیں تو دعا میں کوشش کریں

محمد الامین بن عبداللہ الارمی العلوی الھرری الشافعی فرماتے ہیں

..قال ابن عباس : اذا فرغت من الصلاة المكتوبة فانصب الى ربك في الدعاء ....(۴)	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تم فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے رب سے دعا کرنے میں لگ جاؤ۔

---

(۱) (تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۶۵، وقیام اللیل للمروزی صفحہ ۳۰)
(۲) (تفسیر در منثور جلد صفحہ ۳۶۵، وقیام اللیل صفحہ ۳۰)
(۳) (تفسیر ابی السعود جلد ۶ صفحہ ۴۴۴)
(۴) (تفسیر حدائق الروح والریحان جلد ۳۲ صفحہ ۱۱۶)

غیر مقلدین کی معتبر تفسیر احسن البیان میں ہے

وہ تفسیر احسن البیان کہ جس کو غیر مقلدین کے عالمی ادارہ دارالسلام نے شائع کیا اور جس کے ٹائٹل پر لکھا کہ ،،تفسیر احسن البیان،، صحیح احادیث کی روشنی میں،،

﴿فاذا فرغت فانصب و الی ربک فارغب﴾ . پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر۔ یہ ترجمہ کرنے کے بعد حاشیہ نمبر ۸ کے تحت ضمیمہ میں لکھا کہ ،،یعنی نماز سے، یا تبلیغ سے یا جہاد سے، تو دعا میں محنت کر، یا اتنی عبادت کر کہ تو تھک جائے۔(۱)

قارئین کرام: آپ نے تفاسیر کے حوالہ جات کو پڑھا کہ اس آیت کے تحت نبی اکرم ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے دعا فرمائی تھی،، اللھم اعط ابن عباس الحکمۃ و علمہ التاویل .(۲)

اور فرمایا۔ اللھم علمہ الحکمۃ و تاویل الکتاب.(۳)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

یرحمک اللہ فانک علیم معلم ۔(۴)

اس آیت اور صحابی رسول ﷺ حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنھما اور تابعین و آئمہ وغیرہ سے نقل کی گئی تفسیر سے ہر نماز کے بعد دعا مانگنا نہ صرف جائز بلکہ حکم ربانی سے ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھما کی مذکورہ بالا روایات بظاہر موقوف ہیں لیکن یہ حکما مرفوع ہیں

---

(۱)(صفحہ ۸۴۲،۸۵)

(۲)(احمد ،طبرانی کبیر ،حلیۃ الاولیاء ،ابن سعد ،مستدرک . کما فی کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۷۳۱ برقم ۳۳۵۸۴)

(۳) (ابن ماجہ ،ابن سعد ۳۶۵/۲ ،طبرانی کبیر. کما فی کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۷۳۱ برقم ۳۳۵۸۶)

(۴)(احمد ۳۷۹/۱ .الاعتقاد للبیھقی ۲۸۵)

کیونکہ یہ اصول ہے کہ صحابی کی تفسیر مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

تفسیر صحابی مرفوع کا حکم رکھتی ہے

امام حاکم فرماتے ہیں،

...وتفسیر الصحابی عندھما مسند (۱) اور صحابی کی تفسیر امام بخاری ومسلم کے نزدیک مسند (مرفوع) ہوتی ہے،

پس معلوم ہوا کہ بے شک نماز فرض ہو یا کوئی بھی، اس سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرنی جائز اور حکم خداوندی کی بجا آوری ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان بھی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کرو۔

نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت احادیث نبوی ﷺ سے

حدیث نمبر ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں

اذا فرغ احدکم من صلاته فلیدع باربع ثم لیدع بما شاء. اللھم انی اعوذ بک من عذاب جھنم وعذاب القبر وفتنة المحیا والممات وفتنة المسیح الدجال .(۲)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نماز سے فارغ ہو تو چار چیزوں کی دعا کرے پھر جو چاہے دعا کرے (۱) اے اللہ میں عذاب جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں (۲) اور عذاب قبر سے (۳) اور موت وحیات کے فتنہ سے (۴) اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔

اس حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے کسی خاص نماز کے بعد دعا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ

(۱) (حاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، وجلد ۲ صفحہ ۲۸۵، وفی المعرفة علوم الحدیث صفحہ ۲۰. مزید تخریج پیچھے نقل ہو چکی)

(۲) (اخرجه البیھقی فی السنن الکبری جلد ۲/ ۱۵۴، وفی کنز العمال ۲/ ۱۰۱ (۳۳۳۰)

ہر قسم کی نماز کے بعد دعا کرنے کا عام حکم ارشاد فرمایا تو جب یہ حکم ہر قسم کی نماز کو شامل ہے تو بعد نماز دعا کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل و تکمیل ہے اور دعا نہ کرنے والوں کو نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں غور کرنا چاہیے۔

عن ابی هريرة قال :قال رسول الله ﷺ من لم يدع الله سبحانه غضب عليه .(۱)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالی اس پر غضب ناک ہوتا ہے

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وهذا يدل على أن الأمر بالسوال لله تعالى واجب ..(۲)	اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تعالی سے سوال کرنا واجب ہے۔

امام زبیدی رحمہ اللہ نے لکھا

قال بعض الائمة وهو يدل على ان السوال لله واجب.(۳)	بعض آئمہ کرام نے فرمایا کہ یہ اس پر دلیل ہے کہ اللہ تعالی سے سوال کرنا واجب ہے

(۱)(اخرجه ابن ماجة في السنن صفحه ۵۷۶ برقم ۳۸۲۷ كتاب الدعاء، دار ابن حزم،لفظ له واحمد في ،مسنده جلد ۲ صفحه ۴۴۲ برقم ۹۶۹۹ وصفحه ۴۴۳ برقم ۹۷۱۷ وصفحه ۴۷۷ برقم ۱۰۱۸۱، والترمذي في الجامع برقم ۳۳۸۲،والحاكم في المستدرك جلد ۱ صفحه ۴۹۱،وقال: هذا حديث صحيح الاسناد،ووافقه الذهبي ،والبخاري في الادب المفرد صفحه ۱۸۳ برقم ۶۷۶.۶۷۵،وابن عدى في الكامل جلد ۷ صفحه ۲۹۴ ،وابو يعلى في مسنده جلد ۱۲ صفحه ۱۰ برقم ۶۶۵۵ ،وقال الزرقاني :روي أحمد بأسناد لا بأس به . شرح الزرقاني جلد ۲ صفحه ۴۴، وقال الشيخ حسين بن أسد في الذيل مسند ابو يعلى ،اسناده حسن . وقال الألباني :حسن)

(۲) (تفسير قرطبي ۱۶۳/۵)

(۳) (اتحاف السادة المتقين جلد ۵ صفحه ۳۰.وفي نسخة ۲۳۶/۵)

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وذلک لأن الله تعالی یحب أن یسأل من فضله علی ما مر ، فمن لم یسأل الله یبغضه، والمبغوض مغضوب علیه لا محالة .(۱)

میرے علم میں کوئی ایسی حدیث مبارکہ نہیں ہے کہ جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرض، سنت، نفل وغیرہ نماز کے بعد دعا کرنے سے منع کیا ہو، اگر کوئی ایسی روایت ہے تو بدعت بدعت کی رٹ لگانے والے پیش کریں اور اگر پورے ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں یہ حکم آپ ﷺ نے دیا ہو کہ نماز کے بعد دعا نہ کرنا تو پھر اپنی طرف سے لوگوں کو ایک عمل خیر سے روکنا گمراہی کے علاوہ اور کیا کہلا سکتا ہے، اور پھر دعا ایک ایسا کام بھی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی عزت والی چیز ہے۔

جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال لیس شیء اکرم علی الله تعالی من الدعاء.(۲)	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کو دعا سے زیادہ کوئی چیز معزز نہیں۔

(۱)(شرح الطیبی ۴/ ۲۷۵،ومرقاة المفاتیح ۵ / ۱۲۳ ،و فتح الباری شرح صحیح البخاری ۱۱/۱۴۱ ،و تحفة الأحوذي ۹/ ۲۲۱)

(۲)(اخرجه الترمذی فی الجامع برقم ۳۳۷۹،وابن ماجه فی السنن برقم ۳۸۲۹،و ابو داؤد الطیالسی فی مسنده صفحه ۳۳۷ برقم ۲۵۸۵ ،واحمد فی مسنده جلد ۲ صفحه ۳۶۲ برقم ۸۷۳۳،والحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحه ۴۹۰،والبخاری فی الادب المفرد برقم ۷۱۲، والقضاعي في مسند الشهاب جلد ۲ صفحه ۲۱۴ برقم ۱۲۱۳ و۱۲۱۴ ،وابن حبان في الصحیح جلد ۳ صفحه ۱۵۱ برقم ۸۷۰. وقال الترمذي: حدیث حسن غریب ..وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ،ووافقه الذهبی. وقال الألباني :حسن .وقال شعیب الأرنا ؤوط :اسناده حسن .)

حدیث نمبر۲

عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ﷺ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبۃ. (۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا گیا۔اے اللہ کے رسول ﷺ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایارات کے پچھلے حصہ اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد دعا کرنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے یعنی آپ ﷺ کا حکم بھی ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کرو کیونکہ یہ زیادہ قبولیت کا وقت ہے عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد نے لکھا,,قلت لا ریب فی ثبوت الدعاء بعد الانصراف من الصلوۃ المکتوبۃ عن رسول اللہ ﷺ ....،،(۲)

اعتراض

یہاں پر بعض منکرین یہ اعتراض کرتے ہیں,,یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے لیکن تم نے جو معنی بیان کیے ہیں وہ درست نہیں ہیں اور,,دبر الصلوۃ،، کے معنی نماز کے بعد نہیں بلکہ نماز کے آخر میں تشہد میں دعا کرنا مراد ہے۔

جواب

احادیث مبارکہ میں اس کا جواب بھی موجود ہے۔

---

(۱)(اخرجہ الترمذی فی الجامع جلد ۲ صفحہ۱۸۸ (۳۵۰۸)،والنسائی فی الکبری جلد ۳صفحہ ۱۵۵۳ ، (۹۹۳۶).وفی نسخۃ ۳۲/۶(۹۹۳۶)،وفی عمل الیوم واللیلۃ صفحہ ۱۸۶(۱۰۸)،وعبدالرزاق فی المصنف جلد ۲ صفحہ ۴۲۴ (۳۹۴۸)،و فی نسخۃ ۲۸۲/۲(۱۰۴۰)مطولا.

قال الترمذی : حسن . قال ابو انس: حسن .)

(۲)(تحفۃ الأحوذی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

حدیث نمبرا

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

عن وراد کاتب المغیرة بن شعبة قال املی علی المغیرة بن شعبة فی کتاب الی معاویة ان النبی ﷺ کان یقول فی دبر کل صلاة مکتوبة لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منک الجد.(۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ کے کاتب وراد نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ نے حضرت معاویہ کے نام ایک خط میں مجھ سے لکھوایا کہ نبی اکرم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے اللہ کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ جو تو عطا فرمائے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جسے تو منع فرمادے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلے میں کسی دولت مند کو اس کی دولت نفع نہ دے گی

اور یہاں لفظ دبر کی مزید وضاحت ,,سنن المجتبی للنسائی،، میں یوں ہے ....فقال کان رسول الله ﷺ اذا قضی الصلاة قال: لا اله الاالله وحده لا شریک له ... پس رسول اللہ ﷺ جب نماز مکمل فرماتے تو کہتے۔

دوسری روایت میں یوں ہے ...ان رسول الله ﷺ کان یقول دبر الصلاة اذا سلم :لا اله الا الله وحده لا شریک له... یعنی بے شک رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تو کہتے۔

تیسری روایت میں ہے...انی سمعته یقول عند انصرافه من الصلاة : لا اله الا

(۱)اخرجه البخاری فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۱۱۷ برقم ۸۴۴،و مسلم فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۲۱۸ برقم ۵۹۳،وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة ۴۹ (۱۱۴)، والنسائی فی السنن المجتبی جلد ۱ صفحه ۱۷۹ برقم ۱۳۴۳ تا ۱۳۴۵)

اللہ وحدہ لا شریک لہ۔۔۔ یعنی میں نے آپ ﷺ کو سنا نماز کے بعد کہتے ہوئے سنا (نماز سے فارغ ہونے کے بعد)

سنن نسائی کی روایات سے واضح ہوگیا کہ یہ کلمات نبی اکرم ﷺ سلام پھیرنے کے بعد کہا کرتے تھے نہ کہ تشہد میں۔ اس کے بعد اور کسی روایت کو پیش کرنے کی ضرورت تو نہیں لیکن ہم پھر بھی چند روایات مزید نقل کر دیتے ہیں تا کہ کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے

حدیث نمبر۲

عن ابی امامة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من قراء آية الكرسی دبر كل صلاة مكتوبة لم يحل بينه وبين دخول الجنة الاالموت .(۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھا کرے اس کے اور جنت میں داخل ہونے کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی سوائے موت کے۔

حدیث نمبر۳

عن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال امرنی رسول الله ﷺ ان اقراء بالمعوذات دبر كل صلاة .(۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے بعد معوذتین پڑھنے کا حکم فرمایا۔

(۱)اخرجه ابن السنی فی عمل اليوم والليلة صفحه ۵۲ برقم ۱۲۳ و الطبرانی فی المعجم الكبير جلد ۸ صفحه ۱۱۴ (۷۵۳۲) وفی الاوسط جلد ۸ صفحه ۹۲، ۹۳ برقم ۸۰۶۸ وفی المسند الشاميين جلد ۲ صفحه ۹ برقم ۸۲۴ وفی الدعاء جلد ۲ صفحه ۱۱۰۴ برقم ۶۷۵ والرويانی فی مسنده جلد ۲ صفحه ۳۱۱، ۳۱۲ برقم ۱۲۶۸)

(۲)اخرجه ابوداؤد فی السنن صفحه ۲۳۷ برقم ۱۵۲۳ . بيروت. و النسائی فی السنن المجتبی ۱۳۳۸ وفی الكبری جلد ۱ صفحه ۳۹۷ برقم ۱۲۵۹ وابن السنی فی عمل اليوم والليلة صفحه ۵۱ برقم ۱۲۱ والترمذی فی الجامع ۲۹۰۸ وقال هذا حديث حسن غريب واحمد فی مسنده جلد ۴ صفحه ۱۵۵ برقم ۱۷۵۵۳ وصفحه ۲۰۱=

ان احادیث مبارکہ میں لفظ ,,دبر،، استعمال ہوا ہے لہذا یہاں تمام احادیث میں مراد نماز سے فارغ ہو کر ہے نہ کہ تشہد میں۔ یہ ہم نے مختصر احادیث سے لفظ دبر کے بارے میں کلام کیا ہے ورنہ ایسی احادیث کا ایک ذخیرہ موجود ہے جن میں لفظ دبر موجود ہے اور اس کا یہی معنی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں لفظ دبر کا معنی

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں کتاب الدعوات میں باب قائم فرماتے ہیں ,,باب الدعاء بعد الصلاة ،، یعنی نماز کے بعد دعا کا باب۔

اس باب میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حدیث لائے ہیں جس میں ہے کہ ،....تسبحون في دبر كل صلاة عشرا ، وتحمدون عشرا ،وتكبرون عشرا . یعنی ہر نماز کے بعد دس بار تسبیح پڑھو، دس بار الحمد للہ پڑھو، دس بار تکبیر کہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا اس باب میں ان الفاظ کے ساتھ روایت لانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی لفظ دبر کا معنی سلام کے بعد ہے نہ کہ نماز کے اندر تشہد میں۔

بلکہ دوسری روایت جس کو امام بخاری رحمہ اللہ اسی باب میں لائے ہیں اس میں مزید وضاحت ہے۔...أن رسول الله ﷺ كا ن يقول في دبر كل صلاة اذا سلم :... یعنی بے شک رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تو کہتے، لا الـه الا الله وحده لا شريك له ،..... الخ

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

قوله (باب الدعاء بعد الصلاة) أي المكتوبة ، وفي هذه الترجمة رد على من زعم أن الدعاء بعد الصلاة لا يشرع ، متمسكا بالحديث الذي أخرجه

=برقم ۱۷۹۴۵ والطبرانی فی المعجم الکبیر جلد ۱۷ صفحہ ۲۵۴ برقم ۸۱۲ وابن المنذر فی الاوسط جلد ۳ صفحہ ۲۲۷ برقم ۱۵۷۰ والحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۲۵۳ وابن خزیمۃ فی الصحیح جلد ۱ صفحہ ۳۷۲ برقم ۷۵۵ والبیہقی فی الدعوات الکبیر جلد ۱ صفحہ ۸۰۔۸۱ برقم ۱۰۵)

مسلم من رواية عبد الله بن الحارث عن عائشة ,, كان النبي ﷺ اذا سلم لا يثبت الا قدر ما يقول : اللهم أنت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام ،،. والجواب أن المراد بالنفي المذكور نفي استمراره جالسا على هيئته قبل السلام الا بقدر أن تقول ما ذكر ، فقد ثبت أنه ,, كان اذا صلى أقبل على أصحابه ،، فيحمل ما ورد من الدعاء بعد الصلاة على أنه كان يقول بعد أن يقبل بوجهه على أصحابه . قال ابن قيم في ,,الهدي النبوي ،، : و أما الدعاء بعد السلام من الصلاة مستقبل القبلة سواء الامام والمنفرد والماموم فلم يكن ذلک من هدي النبي ﷺ اصلا ، ولا روي عنه باسناد صحيح ولا حسن ، و خص بعضهم ذلک بصلاتي الفجر والعصر ، ولم يفعله النبي ﷺ ولا الخلفاء بعده ولا أرشد اليه أمته ، و انما هو استحسان رآه من رآه عوضا من السنة بعدهما ، قال : وعامة الأدعية المتعلقة بالصلاة انما فعلها فيها و أمر بها فيها ، قال : وهذا اللائق بحال المصلي ، فانه مقبل على ربه مناجيه ، فاذا سلم منها انقطعت المناجاة وانتهى موقفه و قربه ، فكيف يترک سؤاله في حال مناجاته والقرب منه وهو مقبل عليه ثم يسأل اذا انصرف عنه ، ثم قال : لكن الأذكار الواردة بعد المكتوبة يستحب لمن أتى بها أن يصلي على النبي ﷺ بعد أن يفرغ منها و يدعو بما شاء و يكون دعاؤه عقب هذه العبادة الثانية و هي الذكر لا لكونه دبر المكتوبة . قلت : و ما ادعاه من النفي مطلقا مردود ، فقد ثبت عن معاذ بن جبل أن النبي ﷺ قال له ,, يا معاذ أني والله لأحبک ، فلا تدع دبر كل صلاة أن تقول : اللهم أعني على ذكرک و شكرک و حسن عبادتک ،، اخرجه أبو داؤد والنسائي و صححه ابن حبان والحاكم ، و حديث أبي بكرة في قول ,, اللهم اني اعوذ بک من الكفر والفقر و عذاب القبر ، كان النبي ﷺ يدعو بهن



دبر كل صلاة ،، اخرجه احمد والترمذي والنسائي و صححه الحاكم ، و حديث سعد الآتي في ,,باب التعوذ من البخل ،، قريبا ، فان في بعض طرقه المطلوب، و حديث زيد بن ارقم ,,سمعت رسول الله ﷺ يدعو في دبر كل صلاة : اللهم ربنا و رب كل شيء ،، الحديث اخرجه ابو داؤد والنسائي وحديث صهيب رفعه ,, كان يقول اذا انصرف من الصلاة : اللهم اصلح لي ديني ،، الحديث اخرجه النسائي و صححه ابن حبان و غير ذلك فان قيل : المراد بدبر كل صلاة قرب آخرها و هو التشهد ، قلنا قد ورد الأمر بالذكر دبر كل صلاة ، والمراد به بعد السلام اجماعا ، فكذا هذا حتى يثبت ما يخالفه . و قداخرج الترمذي من حديث ابي أمامة ,,قيل يا رسول الله ﷺ اي الدعاء أسمع ؟ قال: جوف الليل الأخير و دبر الصلوات المكتوبات ،، وقا ل حسن .وأخرج الطبري من رواية جعفر بن محمد الصادق قال: ,,الدعاء بعد المكتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة كفضل المكتوبة على النافلة ،، وفهم كثير ممن لقيناه من الحنابلة أن مراد ابن القيم نفي الدعاء بعد الصلاة مطلقا ، و ليس كذلك فان حاصل كلامه أنه نفاه بقيد استمرار استقبال المصلي القبلة و ايراده بعد السلام ، و أما اذا انتقل بوجهه أو قدم الأذكار المشروعة فلا يمتنع عنده الايتان بالدعاء حينئذ .(١)

لفظ ,,دبر،، کا معنی اور غیر مقلدین

حکیم عبدالرحمٰن عثمانی نے اپنے رسالہ ,,فرض نماز کے بعد دعا کی اہمیت،، میں اس روایت پر اپنے غیر مقلد پنچ بند بھائیوں کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات میں سے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔

,,اس عاجز نے اب تک جتنی گفتگو کی ہے اس میں یہی بتانے کی کوشش کی ہے کہ لفظ دبر سے

(١)(فتح الباری بشرح صحیح البخاری جلد ٣/ ١٧٧٢ بیت الأفكار الدولية)

مراد نماز کے اختتام پر دعا کرنا ہی صحیح ہے نہ کہ نماز کے اندر سلام سے پہلے حالت تشہد میں اور ویسے بھی یہ بات سمجھ آتی ہے کہ تشہد میں تو فقط عربی میں وہ مخصوص ماثور دعائیں جو قرآن وحدیث میں مذکور و مرقوم ہیں کی جاسکتی ہیں اور ہر انسان اپنی گذارش صحیح تو اپنی زبان میں ہی پیش کر سکتا ہے اور اس کے لیے بہترین وقت اور طریقہ نماز کے بعد سلام پھیر کر ہی ہے مثلا ایک آدمی، فریج، موٹر سائیکل، کار کی خواہش رکھتا ہے یا امتحان دیا ہے اور پاس ہونے کی دعا کرنا چاہتا ہے تو تشہد کے لیے لازمی بات ہے کہ پہلے تو ان خواہشات کو عربی زبان میں ترجمہ کرے گا پھر ان کے الفاظ قرآن وسنت میں ہونا ضروری ہیں جب یہ سب مکمل نہیں تو پھر لازمی بات ہے کہ نماز کے بعد اپنی زبان میں اپنے الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرے گا۔۔۔۔۔۔تو ثابت یہ ہوا کہ نماز کے بعد سلام پھیر کر دعا کرنا ہی سنت ہے اور عقلی، منطقی اعتبار سے درست اور جائز ہے اور وقت قبولیت ہے اور یہی لفظ دبر کا صحیح معنی ہے۔(۱)

ایک اور غیر مقلد بشیر الرحمٰن سلفی لکھتا ہے۔

فرضوں کے بعد کے لیے لفظ ,,دبر،، استعمال کیا گیا ہے۔آگے بڑھنے سے پہلے لفظ دبر کے متعلق کچھ کہنا چاہوں گا۔اس کا معنی نماز کے بعد کا ہی صحیح ہے۔کیونکہ مشکوۃ شریف کے باب الذکر بعد الصلوۃ میں ایک ہی حدیث کو اذا سلم من صلوتہ۔۔۔اور فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے گویا دبر الصلوۃ نماز کے سلام کے بعد کے وقت کو کہا جاتا ہے اور جو دعا سلام سے پہلے کی ہوا سے (اذا فرغ احدکم من التشہد) یا فی الصلوۃ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے (مشکواۃ شریف) گویا نماز کے بعد ایک مخصوص قبولیت دعا کا وقت ہے۔۔۔۔۔۔اس طرح مناسب حال دعا عربی میں یا اپنی زبان میں نماز کے بعد ہی ہے۔نماز کے اندر تو ماثور دعائیں ہی پڑھی جاسکتی ہیں۔اپنی ضرورت کو اپنی زبان میں ادا نہیں کیا جاسکتا لہذا دعا بعد از نماز مقبول ٹھہری!(۲)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ، حافظ ابن حجر عسقلانی اور غیر مقلدین کی عبارات سے عیاں ہوگیا کہ یہاں فرض نماز کے بعد دعا کرنا مراد ہے، نہ کہ سلام پھیرنے سے پہلے۔

(۱) (فرض نماز کے بعد دعا کی اہمیت صفحہ ۳۸)

(۲) (روح عبادت صفحہ ۱۵۔۱۶)

حدیث نمبر ۳

عن ابی امامة قال ما دنوت من رسول الله ﷺ فی دبر صلاة مكتوبة ولا تطوع الا سمعته يقول :اللهم اغفرلی ذنوبی وخطاياي كلها اللهم انعشنی ،واجرنی ،واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق ،انه لايهدی لصالحها ولا يصرف سيئها الا انت .(۱)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی فرض یا نفل نماز کے بعد نہیں ہوا مگر میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا کرتے سنا، اے اللہ میرے تمام گناہ اور میری خطائیں معاف فرما، اور میرا مرتبہ بلند فرما، اور میری کمی کی تلافی فرما، اور مجھے نیک کاموں اور اچھی عادتوں کی ہدایت فرما، کیونکہ تو ہی نیک اعمال کی ہدایت دیتا ہے، اور بری باتوں سے دور کرتا ہے۔

پھر اس کا متابع بھی موجود ہے جیسا کہ ,, عمل الیوم واللیلة، والمعجم الکبیر ،، میں حضرت ابوامامہ سے روایت کرنے والا قاسم بن عبدالرحمٰن ہے جس کی امام ابن معین نے توثیق کی اور امام ترمذی نے کہا کہ ثقہ ہے۔(۲)

مزید اس حدیث کی شاہد حدیث بھی موجود ہے جس کو امام طبرانی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے میں روایت کیا ہے(۳)

جس کی سند کے متعلق امام ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا۔

---

(۱) (اخرجه ابن السنی فی عمل اليوم والليلة صفحه ۵۰ برقم ۱۱۵ والطبرانی فی الكبير جلد ۸ صفحه ۲۰۰ (۷۸۱۱)، و ۲۵۱ (۷۹۸۲)، و ۲۲۷ (۷۸۹۲، ۷۸۹۳) ،وقال الهيثمی فی المجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحه ۱۱۲ رجاله رجال الصحيح غير الزبير بن خريق وهو ثقة سنده سواء)

(۲) (ميزان الاعتدال ۳۷۳/۱)

(۳) (المعجم الكبير جلد ۴ صفحه ۱۲۵ برقم ۳۸۷۵ ، وفی الاوسط جلد ۴ صفحه ۳۶۲، ۳۶۳ برقم ۴۴۴۲ ، وفی الصغير جلد ۱ صفحه ۲۱۹، ۲۲۰ والحاكم فی المستدرک جلد ۳ صفحه ۵۲۲ برقم ۵۹۴۲)



،، رواہ الطبرانی فی الصغیر والأوسط ، واسنادہ جید،،(۱)

اوراس کےلفظ یہ ہیں

عن ابی ایوب قال ما صلیت خلف نبیکم ﷺ الا سمعتہ یقول حین ینصرف،اللھم اغفر خطایای وذنوبی ....

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے جتنی مرتبہ بھی تمہارے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو میں نے سنا آپ ﷺ جب نماز مکمل فرمالیتے تو یہ دعا کرتے تھے۔اللھم اغفر خطایای وذنوبی ......الخ

حدیث نمبر۴

عن انس قال ما صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلاۃ مکتوبۃ الا اقبل بوجھہ علینا فقال :اللھم انی اعوذ بک من کل عمل یخزینی ،واعوذ بک من کل صاحب یردینی ، واعوذ بک من کل امل یلھینی ،واعوذ بک من کل فقر ینسینی ، واعوذ بک من کل غنی یطغینی .(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کوئی فرض نماز ایسی نہیں پڑھائی مگر اپنے چہرہ انور کو ہماری طرف کرکے دعا کی اے اللہ! میں تیری پناہ کا طالب ہوں ہر ایسے عمل سے جو مجھ کو رسوا کردے اور تیری پناہ کا طالب ہوں ہر ایسے دوست سے جو مجھ کو ہلاکت میں ڈالے،اور تیری پناہ کا طالب ہوں ہر ایسی امید سے جو مجھ کو غافل بنادے،اور تیری پناہ کا طالب ہوں، ہر ایسے فقر سے جو مجھ کو نسیان میں ڈال دے،اور تیری پناہ کا طالب ہوں ہر ایسے غنا سے جو مجھ کو سرکش بنادے۔

(۱)مجمع الزوائد جلد۱۰ صفحہ۱۱۱)

(۲)اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ صفحہ۱۵برقم ۱۱۹ و البزارفی مسندہ جلد ۴ صفحہ۲۳ برقم ۳۱۰۲،(کشف)والطبرانی فی الدعاء جلد ۲ صفحہ۱۰۹۵ برقم ۶۵۷واہو یعلی فی مسندہ جلد ۷ صفحہ ۳۱۳ برقم ۴۳۵۲ ،وفی نسخۃ صفحہ ۸۱۱،(۴۳۵۱)والدیلمی فی فردوس الأخبار جلد ۱ صفحہ ۴۶۲ برقم ۱۸۷۸)

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو ,,مجمع الزوائد،، میں نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ،

رواه البزار ، وفيه بكر بن خنيس وهو متروك ، وقد وثق. (۱)

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ,,نتائج الافکار،، میں کہا۔۔۔وكان عابدا ، قال ابن عدى :هو ممن يكتب حديثه ، وقال ابو حاتم الرازى : لا يبلغ الترك وضعفه جماعة .(۲)

امام بزار رحمہ اللہ نے اس کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ،لم يروه عن الجعد الا ابو عمران ،ولا عنه الابكر بن خنيس وليس بالقوى ۔

لیکن یہ اس روایت میں متفرد نہیں ہے جیسا کہ امام بزار رحمہ اللہ نے فرمایا ، بلکہ اس کا متابع موجود ہے جو کہ عقبہ بن عبداللہ الرفاعی ہے۔جس سے امام ابو یعلی اور طبرانی رحمہما اللہ نے روایت لی ہے۔

امام طبرانی نے اس کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ،

لم يرو هذا الحديث عن الجعد ابى عثمان الا عقبة بن عبد الله الرفاعى .

لیکن یہ بھی اس روایت میں متفرد نہیں بلکہ اس کا متابع بھی موجود ہے جو کہ ابو عمران الجونی ہے جس سے امام ابن السنی رحمہ اللہ نے روایت لی ہے۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ابو یعلی کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ،

رواه ابو يعلى وفيه عقبه بن عبد الله الاصم ، وهو ضعيف جدا .

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے نتائج الافکار میں فرمایا کہ

وعقبة شبيه ببكر فى الضعف ،لكن اتفاق روايتهما ترقى الحديث الى درجة الضعف الذى يعمل به فى الفضائل .(۳)

میں کہتا ہوں کہ اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن تمام طرق کے ملنے سے یہ حدیث، حسن لغیرہ کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور اس سے استشہاد کیا جا سکتا ہے۔

(۱) (جلد۱۰صفحہ۱۱۰)

(۲) (جلد۲صفحہ۲۹۷)

(۳) (جلد۲صفحہ۲۹۹)

حدیث نمبر ۵

عن ابی موسی قال: اتیت النبی ﷺ بوضوء فتوضاء وصلی ثم قال: اللھم اغفر لی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی۔(۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ ﷺ وضو فرما رہے تھے پس آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر دعا کی، اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما، اور میرے گھر میں وسعت فرما، اور میرے رزق میں برکت عطا فرما

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ،

رواہ احمد وابو یعلی و رجالھما رجال الصحیح غیر عباد بن عباد وھو ثقۃ و کذلک رواہ الطبرانی۔(۲)

حدیث نمبر ۶

عن زید بن ارقم قال سمعت النبی ﷺ یدعو فی دبر الصلاۃ یقول: اللھم ربنا ورب کل شیء انا اشھد انک انت الرب وحدک لا شریک لک، اللھم ربنا ورب کل شیء وانا اشھد ان محمدا عبدک ورسولک اللھم ربنا ورب کل شیء انا اشھد ان العباد کلھم

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز کے بعد یہ دعا کرتے سنا، اے اللہ! اے ہمارے رب اور ہر چیز کے رب بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اکیلا ہی رب ہے، تیرا کوئی شریک نہیں اے اللہ ہمارے پروردگار اور ہر چیز کے پروردگار اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے

(۱) اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف جلد ۷ صفحہ ۶۲ برقم ۲۹۳۹۱، واحمد فی مسندہ جلد ۴ صفحہ ۳۹۹ برقم ۱۹۸۰۳، والطبرانی فی الدعا جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۴ برقم ۶۵۶ وابو یعلی فی مسندہ جلد ۱۳ صفحہ ۲۵۷ برقم ۷۲۷۳، وفی نسخۃ ۱۳۲۳ (۷۲۶۹) والنسائی فی عمل الیوم واللیلۃ ۱۷۲ برقم ۸۰)

(۲) (جلد ۱۰ برقم ۱۰۹)

اخوة، اللهم ربنا ورب كل شيء اجعلني مخلصا لك في كل ساعة واهلي في الدنيا والاخرة ياذاالجلال والاكرام ، اللهم اسمع واستجب الله اكبر الله اكبر نورالسموات والارض الله اكبر الله اكبر حسبي الله ونعم الوكيل الله اكبر الله اكبر .(۱)

رسول ہیں۔اے اللہ! ہمارے پایہ تکمیل تک پہنچانے والے اور ہر چیز کے پایہ تکمیل تک پہنچانے والے میں گواہی دیتا ہوں کہ سارے بندے بھائی بھائی ہیں،اے اللہ! ہمارے رب اور ہر چیز کے رب مجھے اور میرے اہل کو دنیا اور آخرت میں اپنے لیے ہر وقت مخلص رکھ اے عظمت و بزرگی والے اے اللہ! سن اور قبول فرما،اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے،آسمانوں اور زمینوں کے روشن کرنے والے،اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے،اللہ مجھے کافی ہے اور بہت اچھا کارساز ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ,,الافراد،، میں کہا کہ

تفرد به معتمر بن سليمان عن داود الطفاوي عن ابي مسلم البجلي عن زيد بن ارقم .

لیکن میں کہتا ہوں کہ بات ایسی نہیں ہے جیسا کہ امام دارقطنی نے فرمایا بلکہ ,,مسند ابویعلی ،، میں اس کا متابع موجود ہے جو کہ جریر بن عبدالحمید ہے جو ثقہ اور صحیح الکتاب ہے

(۱)(اخرجه ابن السني في عمل اليوم والليلة صفحه ۴۹ برقم ۱۱۳ وابو داؤد في السنن برقم ۱۵۰۸ واحمد في مسنده جلد ۴ صفحه ۳۶۹ برقم ۱۹۵۰۸ وابو يعلى في مسنده جلد ۱۳ صفحه ۱۷۸.۱۷۹(۷۲۱۲.۷۲۱۶)وفي نسخة ۱۳۱۳ (۷۲۱۲،۷۲۱۳) والطبراني في المعجم الكبير جلد ۵ صفحه ۲۱۰ برقم ۵۱۲۲ والبيهقي في الدعوات الكبير جلد ۱ صفحه ۷۳ برقم ۹۲ وفي الاسماء والصفات جلد ۱ صفحه ۳۴۰.۳۴۱ برقم ۲۷۲، والنسائي في عمل اليوم والليلة برقم ۱۰۱ والشجري في الأمالي ۲۴۹/۱)

حدیث نمبر ۷

حدثنا مسلم بن ابی بکرة عن ابیه ان النبی ﷺ کان یقول فی دبر کل صلاة اللھم انی اعوذ بک من الکفر والفقروعذاب القبر .(۱)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے بعد کہتے تھے (دعا کرتے تھے) اے اللہ میں کفر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور فقر اور عذاب قبر سے بھی۔

حدیث نمبر ۸

عن صھیب ان رسول الله ﷺ کان یحرک شفتیه بعد صلاة الضحی بشیء ،فقلت :یا رسول الله ﷺ ،انک تحرک شفتیک بشیء ماکنت تفعل ، ما ھذا الذی تقول ؟قال: اقول :اللھم بک احاول ، و بک اصاول ، وبک اقاتل .(۲)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نماز چاشت کے بعد اپنے لبوں کو کسی چیز سے حرکت دیتے تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کس چیز سے آپ ﷺ اپنے لبوں کو حرکت دیتے اور آپ ﷺ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا میں کہتا ہوں (یعنی دعا کرتا ہوں)،،اے اللہ! میں تجھ سے

(۱) (اخرجه احمد فی مسنده جلد ۵ صفحه ۳۹ برقم ۲۰۶۸۰ اللفظ له والنسائی فی السنن المجتبی جلد ۱ صفحه ۱۹۸ برقم ۱۳۴۹، وفی السنن الکبری جلد ۱ صفحه ۴۰۰ برقم ۱۲۷۰ بسند سواء وجلد ۴ صفحه ۴۵۱ برقم ۷۹۰۱ و البیھقی فی عذاب القبر ۲۲۸ وفی الدعوات الکبیر جلد ۲ صفحه ۶۰ برقم ۲۹۴ والحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحه ۳۵ وصفحه ۲۵۲.۲۵۳، وابن خزیمه فی الصحیح جلد ۱ صفحه ۳۶۷ برقم ۷۴۷ وابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۳ /۲۵۱ وجلد ۷ صفحه ۱۹)
وقال الحاکم: ھذاحدیث صحیح علی شرط مسلم فقد احتج با سناده سواء.ووافقه الذھبی

(۲)(اخرجه ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة صفحه ۵۰ برقم ۱۱۶ اللفظله واحمد فی مسنده جلد ۴ صفحه ۳۳۲ برقم ۱۹۱۴۱ وصفحه ۳۳۳ برقم ۱۹۱۴۸ وابن حبان فی الصحیح جلد ۴ صفحه ۲۳۸ برقم ۲۰۲۵ والبیھقی فی السنن الکبری ۹ صفحه ۱۵۲ =

قوت حاصل کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے دشمن سے جنگ کرتا ہوں۔

یہ حدیث مبارکہ حضرت حماد بن سلمہ کے طریق سے ہے اور ایک روایت ,,سلیمان بن مغیرۃ عن ثابت البنانی کے طریق سے ہے۔(۱)

اور یہ دونوں طریق صحیح ہیں۔

حدیث نمبر ۹

عن رجل من بنی کنانة قال صلیت خلف النبی ﷺ عام الفتح فسمعته یقول اللهم لا تخزنی یوم القیامة.(۲)

بنی کنانہ سے ایک آدمی (صحابی رسول ﷺ) روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے فتح مکہ کے سال نماز پڑھی تو میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا (دعا کرتے ہوئے) ,,اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن مجھے غمگین نہ کرنا۔

=والطبرانی فی الکبیر جلد ۸صفحه ۴۰ برقم ۷۳۱۸وفی الدعاء برقم ۶۲۴ وابو نعیم فی الحلیة الاولیاء جلد ۱ /۱۵۵ والدارمی فی السنن جلد ۲ /۲۸۵(۲۴۴۱)والنسائی فی السنن الکبری جلد ۵ /۱۸۸. ۱۸۹ وفی عمل الیوم واللیلة صفحه۳۹۸ برقم ۶۱۴ ،والقضاعی فی مسنده جلد ۲ صفحه۳۳۹برقم ۱۴۸۳)

(۱)(اخرجه النسائی فی عمل الیوم واللیلة صفحه۳۹۸برقم ۶۱۴وفی السنن الکبری جلد۵صفحه۱۸۸. ۱۸۹ برقم ۸۶۳۳واحمد فی مسنده جلد ۴ صفحه۳۳۳برقم۱۹۱۴۵ وجلد ۶ صفحه۱۶ برقم ۲۴۴۲۳والبیهقی فی شعب الایمان جلد ۳ صفحه۱۵۴. ۱۵۵(۳۱۸۴)وفی السنن الکبری جلد ۹ / ۱۵۳)

(۲)(اخرجه احمد فی مسنده جلد ۴ صفحه ۲۳۴برقم ۱۸۲۲۵ لفظله والطبرانی فی الکبیر جلد ۳صفحه ۲۰برقم ۲۵۲۴ وابو نعیم فی معرفة الصحابة جلد ۲ صفحه۶۴۵برقم ۱۷۲۲ والهیثمی فی مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحه۱۱۲. وقال: رواه احمد ورجاله ثقات)

امام ابن السنی نے اس روایت کو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا۔

عن عبادة بن الصامت قال . كان رسول الله ﷺ يدعو بهذه الدعوة كلما سلم: اللهم لا تحزني يوم القيامة ،ولا تحزني يوم الباس ...(١)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی سلام پھیرتے تو ان الفاظ کے ساتھ دعا کرتے ,اے اللہ عزوجل! قیامت کے دن مجھے غمگین نہ کرنا اور نہ یوم الباس کے دن.....

حدیث نمبر۱۰

عن معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ اخذ بيده وقال :يا معاذ ، والله انى لاحبك فقال اوصيك يا معاذ لا تدعن فى دبر كل صلوة تقول :اللهم اعنى على ذكرك وشكرك حسن عبادتك .(٢)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ! اللہ عزوجل کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں، پس میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد اس دعا کو کبھی نہ چھوڑنا یعنی اے اللہ عزوجل! میری مدد فرما اپنے ذکر اور شکر گذاری پر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر۔

---

(١)(عمل اليوم والليلة ٥٣(١٢٧)وابن بشران فى الامالى ٢/ ١٧٠(١٢٨١)

(٢)(اخرجه ابو داؤد فى السنن جلد ١ صفحه٢١٣ برقم ١٥٢٢ لفظله ،والنسائى فى السنن المجتبى (١٣٠٥)وفى الكبرى جلد ١/ ٣٨٧ (١٢٢٦) وفى عمل اليوم والليلة(١٠٩)،واحمد فى مسنده ٥ /٢٤٤(٢٢٤٧٠) وصفحه٢٤٥ برقم ٢٢٤٧٧ ،وابن خزيمة فى الصحيح جلد ٢ صفحه ٣٦٩(٢٠١٧.٢٠١٨)وعبد بن حميد فى المنتخب ١ صفحه١٦٦ برقم ١٢٠ وابن حبان فى الصحيح جلد ٢ صفحه ٢٣٤ برقم ٢٠١٧.٢٠١٨ والبخارى فى الا دب المفرد صفحه ١٩٠ وابن ابى الدنيا فى الشكر ٤٨(١٠٩)والطبرانى فى الكبير جلد ٢٠ صفحه ٥٢.٥١=

اور یہی وصیت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت صنابحی کو فرمائی اور انہوں نے حضرت ابو عبدالرحمٰن الحبلی کو اور انہوں نے حضرت ابو عبدالرحمٰن عقبہ بن مسلم کو فرمائی۔(۱)

وقال الحاکم فی الموطن الاول :ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ووافقہ الذھبی .وقال الموطن الثانی :ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ .ووافقہ الذھبی .

وصححہ النووی فی الاذکار(۲) وابن حجر فی نتائج الافکار(۳)

حدیث نمبر ۱۱

عن ام سلمة ان النبی ﷺ کان یقول اذا صلی الصبح حین یسلم اللھم انی اسالک علما نافعا ورزقا طیبا وعملا متقبلا .(۴)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ بے شک نبی اکرم ﷺ جب صبح کی نماز کا سلام پھیرتے تو (دعا کرتے تھے) اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے علم نافع اور رزق طیب اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔

=وفی الدعاء جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۳ برقم ۲۵۴ والحاکم فی المستدرک جلد ۱ صفحہ ۲۷۳ وجلد ۳ صفحہ ۲۷۳ وابو نعیم فی الحلیة الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۲۴۱ وجلد ۵ صفحہ ۱۳۰ والبیھقی فی الدعوات الکبیر جلد ۱ صفحہ ۶۸ برقم ۸۸ وفی الشعب الایمان جلد ۴ صفحہ ۹۹. ۱۰۰ برقم ۴۴۱۰ وفی السنن الصغیر جلد ۱ صفحہ ۹۱ وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة صفحہ ۵۰ برقم ۱۱۷ وصفحہ ۷۷ برقم ۱۹۹)

(۱)(کذا فی الصحیح لابن حبان جلد ۴ صفحہ ۲۳۵ وغیرہ)

(۲) (۱/۲۰۶)

(۳)(۲ / ۲۸۲و۲۸۳)

(۴)(اخرجہ ابن ابی شیبة فی المصنف جلد ۷ صفحہ ۳۹ لفظ لہ والطبرانی فی الدعاء جلد ۲ صفحہ ۱۱۰۱ برقم ۶۶۹ وصفحہ ۱۱۰۲ برقم ۶۷۱. ۶۷۲ وابن السنی فی عمل الیوم واللیلة صفحہ ۴۸ برقم ۱۰۹)

امام بوصیری رحمہ اللہ نے ,,مصباح الزجاجۃ،، میں اس کو ابن ابی شیبہ کی مسند، احمد بن منیع کی مسند، مسدد کی مسند وغیرہم کے حوالے سے نقل کیا اور فرمایا کہ

رجالہ ثقات خلا مولی ام سلمة ، فانه لم یسم ، ولم ار احدا ممن صنف فی المبهمات ذکرہ ، ولا ادری حاله ؟.(۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا،

ورجال هذه الاسانید رجال الصحیح الا المبهم ، فانه لم یسم ، ولام سلمة موال ولقوا.(۲)

امام بوصیری اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کے نزدیک سوائے مولی ام سلمہ، اس کے تمام روات ثقہ و صحیح ہیں مولی ام سلمہ کا متابع موجود ہے جس کی روایت کو امام طبرانی نے ,,معجم الصغیر،، میں عن الشعبی عن ام سلمة : روایت کیا ہے۔(۳)

اور امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو ,,مجمع الزوائد،، میں ,,جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۱،، پر نقل کیا اور فرمایا

رواه الطبرانی فی الصغیر ورجاله ثقات .

پھر اس کی شاہد حدیثِ ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی ہے جس کو امام طبرانی نے ,, کتاب الدعاء ۶۷۰،، میں روایت کیا۔

حدیث نمبر ۱۲

عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ ﷺ لیلة حین فرغ من صلاته قال اللهم اسالک رحمة من عندک ....(۴)	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا کرتے سنا: کہ اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں۔۔۔۔الخ

(۱) (مصباح الزجاجة جلد ۱ صفحه ۱۱۴)

(۲) (نتائج الافکار جلد ۲ صفحه ۳۱۳)

(۳)(جلد ۱ صفحه ۲۶۰)

(۴)(اخرجه الحاکم فی شعار لاصحاب الحدیث صفحه ۶۱)

حدیث نمبر ۱۳

عن زادان قال حدثنی رجل من الانصار قال سمعت رسول الله ﷺ یقول فی دبر الصلاۃ ،اللھم اغفرلی وتب علی انت التواب الغفور مائۃ مرۃ.(۱)

زادان فرماتے ہیں کہ مجھ سے انصار میں سے ایک آدمی نے بیان کیا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نماز کے بعد فرماتے اے اللہ! میری مغفرت فرما اور توبہ قبول فرما تو توبہ قبول کرنے والا غفور ہے۔ سو بار۔

حدیث نمبر ۱۴

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

کان النبی ﷺ یدعو فی دبر صلاتہ (۲).

نبی اکرم ﷺ اپنی نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے

حدیث نمبر ۱۵

من صلی فریضۃ فلہ دعوۃ مستجابۃ ومن ختم القرآن فلہ دعوۃ مستجابۃ (۳)(طب عن العرباض).

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے فرض نماز پڑھی تو اس کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا ہے اور جس نے ختم قرآن کیا اس کے لیے بھی ایک قبول ہونے والی دعا ہے

حدیث نمبر ۱۶

من توضاء فاحسن الوضوء ثم صلی

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اچھے

---

(۱) (اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف جلد ۷ صفحہ ۳۹)

(۲) (اخرجہ البخاری فی التاریخ الکبیر جلد ۶ صفحہ ۸۰)

(۳) (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر جلد ۱۸ صفحہ ۲۵۹ برقم ۶۴۷، کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ برقم ۳۳۲۷، لفظلہ، وقال الھیثمی : رواہ الطبرانی و فیہ عبد الحمید بن سلیمان وھو ضعیف .مجمع الزوائد جلد ۷ صفحہ ۱۷۲.)

رکعتین فدعا ربه کانت دعوة مستجابة معجلة او مؤخرة .(۱)
(حم و ابن نجار عن ابی الدرداء)

طریقے سے وضو کیا، اور بعد میں دو رکعت نماز پڑھی پس اس کے لیے قبولیت والی دعا ہے، جلدی قبول ہو یا دیر سے۔

حدیث نمبر ۱۷

ابو بردة عن ابیه عن النبی ﷺ انه قال من کانت له حاجة الی الله فلیدع بها دبر کل صلاة مفروضة .(۲)

حضرت ابو بردہ اپنے والد گرامی سے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو اللہ تعالی سے کوئی حاجت ہو، تو وہ ہر فرض نماز کے بعد اس سے دعا مانگے۔

حدیث نمبر ۱۸

من کانت له الی الله حاجة فلیدع بها دبر صلوة مفروضة .(۳)
(ابن عساکر عن ابی موسی)

(نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا) کہ جس کسی کو اللہ تعالی سے کوئی حاجت ہو تو وہ فرض نماز کے بعد دعا مانگے۔

حدیث نمبر ۱۹

من دعا بهؤلاء الدعوات فی دبر کل صلوة مکتوبة حلت له شفاعة منی یوم القیامة. اللهم اعط محمدا الوسیلة و

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے ان دعاؤں کے ساتھ ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی

اجعل فی المصطفین محبته وفی العالین درجته و فی المقربین ذکر داره.(۴)

---

(۱)(احمد فی مسنده ۶/ ۴۴۳ (۲۸۰۴۵)، وکذا فی کنز العمال ۲/ ۱۰۹ (۳۳۷۷)

(۲)(اخرجه ابن عساکر فی تاریخه کذا فی تهذیبه ۲/ ۲۹ ولسان المیزان ۵/ ۳۱)

(۳)(اخرجه ابن عساکر فی تاریخه کذا فی تهذیبه ۴/ ۵۱، وکذا فی کنز العمال ۲/ ۱۰۹ (۳۳۷۹)

(۴) (اخرجه الطبرانی فی الکبیر ۸/ ۲۳۷ (۷۹۲۶) وفی کنز العمال ۲/ ۱۳۴ (۳۴۷۹)=

حدیث نمبر ۲۰

عن انس بن مالک ،قال :کنت جالسا مع النبی ﷺ فی المسجد اذا دخل رجل فصلی رکعتین ،ثم قال :اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت المنان بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حي یا قیوم ،فقال رسول اللہ ﷺ لقد دعا اللہ عزوجل باسمہ الذی اذا دعي بہ اجاب واذا سئل بہ اعطي . (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا: ہم مسجد میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے جب ایک آدمی داخل ہوا اور دو رکعتیں پڑھیں، پھر کہا: اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ،تو احسان کرنے والا، زمین و آسمان کو بنانے والا ، اے عزت و اکرام والے، اے ہمیشہ زندہ اے ہمیشہ قائم رکھنے والے، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تحقیق اس نے اللہ تعالی کے اس نام کے ساتھ پکارا ہے کہ جس کے ساتھ اس کو پکارا جائے تو وہ قبول کرتا ہے اور جب اس سے مانگا جائے عطا فرماتا ہے۔

=لفظلہ ،وقال الهيثمي : رواه الطبراني وفيه مطرح بن يزيد و هو ضعيف .مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۲ .وقال المنذري : رواه الطبراني وهو غريب. الترغيب والترهيب جلد ۲ صفحہ ۳۰۰)

(۱)اخرجه ابن منده فی کتاب التوحید صفحہ ۱۰۹ برقم ۲۳۳)

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

حدیث نمبرا

عن سلمان قال :قال رسول الله ﷺ ان ربكم تبارك وتعالى حيي كريم يستحيي من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفرا.(١)	حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک تمہارا رب بہت حیا کرنے والا اور کریم ہے جب اس کا بندہ اس کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے تو اس کو اس بات کی شرم آتی ہے کہ وہ انہیں خالی اور ناکام لوٹائے۔

وفي رواية

ان الله يستحي من العبد ان يرفع اليه يديه فيردهما خائبتين .(٢)	بیشک اللہ تعالی اس بات سے شرم فرماتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور وہ ان کو خالی اور ناکام لوٹائے۔

(١)اخرجه ابو داؤد في السنن(١٤٨٨)،وابن ماجه في السنن(٣٨٦٥)،والترمذي في الجامع (٣٥٦٥) واحمد في مسنده ٤٣٨/٥ و ابن حبان في الصحيح ٣/ ١٦٠(٨٧٦)،وصححه ١٢٣(٨٨٠)،والبيهقي في السنن الكبرى ٢١١/٢و في الأسماء والصفات صفحه ٩٠والطبراني في الكبير٢٥٢/٦(٦١٣٠)و ٦/ ٢٥٦ (٦١٤٨) والبغوي في شرح السنة ١٨٥/٥ (١٣٨٥)والقضاعي في مسند الشهاب ١٢٥/٢(١١١٠و١١١١)والمحاملي في اماليه ٣٨٠(٤٣٣)،والهناد بن السري في الزهد ٢/ ٢٢٩(١٣٦١)،و ابن عدي في الكامل ٢/ ١٣٨ ،والخطيب في تاريخه ٤٣٢/٧).وقال الترمذي حسن غريب .وقال الألباني في المواطن الثالث ، صحيح .وقال الشيخ شعيب الأرنوؤط : حديث قوي .وفي المواطن الثاني ، اسناده جيد .

(٢)اخرجه الحاكم في المستدرک ٥٣٥/١وقال صحيح، واقره الذهبي، والطبراني في الدعاء٢/ ٨٧٧ باسنادحسن مقاله محقق الكتاب. وقال ابن حجر في الفتح ١٤٢/١١ :سنده جيد.)

وفي رواية، ان يردهما صفرا الا شيء فيهما.(١)

حدیث نمبر ۲

عن سلمان قال: قال رسول الله ﷺ ما رفع قوم أكفهم الى الله عزوجل، يسألونه شيئا الا كان حقا على الله ان يضع في أيديهم الذي يسألوه .(٢)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی قوم اللہ عزوجل کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی ہے تو اللہ تعالی پر حق ہے کہ وہ جو مانگ رہے ہیں وہ ان کے ہاتھوں میں دے یعنی عطا فرمائے

حدیث نمبر ۳

حدثني انس بن مالك قال، قال رسول الله ﷺ ان الله رحيم حيي كريم يستحي من عبده ان يرفع اليه يديه ،ثم لا يضع فيهما خيرا.(٣)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، بیشک اللہ تعالی رحم کرنے والا، حیا کرنے والا، کرم فرمانے والا ہے اور وہ اس بات سے حیا فرماتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے پھر وہ ان میں نیکی عطا نہ فرمائے۔

امام حاکم نے فرمایا کہ اسناده صحيح . اور امام ذھبی نے تلخیص میں اس پر تعقب کرتے ہوئے فرمایا کہ عامر ،ذومناكير .

میں کہتا ہوں کہ امام ابوداؤد نے اس کے بارے میں فرمایا کہ: ليس به بأس، رجل صالح اس میں کوئی حرج نہیں نیک آدمی ہے۔ اور امام عجلی نے اس کے بارے میں فرمایا: يكتب حديثه ،وفيه ضعف ۔یعنی اس کی حدیث لکھی جائیگی اور اس میں ضعف ہے اور امام

(١)اخرجه الطبراني في الدعاء جلد ٢ صفحه ٨٧٧ باسناد حسن لغيره ،قاله محقق الكتاب)

(٢)اخرجه الطبراني في الكبير جلد ٦ صفحه ٢٥٣(٢١٤٢). وقال الهيثمي :رواه الطبراني و رجاله رجال الصحيح . مجمع الزوائد جلد ١٠ صفحه ١٦٩)

(٣)اخرجه الحاكم في المستدرك جلد ١ صفحه ٤٩٧،٤٩٨)

دوری نے امام ابن معین سے بیان کیا: ثقة ۔ اور امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔(۱)

پھر اس کی ایک سند وہ بھی ہے جس سے اس کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے، اس میں یہ راوی ہے ہی نہیں،، ابو یعلی في مسنده ۷/۱۴۲ (۴۱۰۸) ،وابن عدي في الکامل ۴ / ۶۱ ،، گو کہ اس کے بارے میں حسین اسد نے کہا کہ،، اسناده ضعیف۔

لیکن یہ ایسی سند سے بھی مروی ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کو امام عبد الرزاق نے روایت کیا جس کے الفاظ یہ ہیں

عبد الرزاق عن معمر عن ابان عن انس قال قال رسول الله ﷺ :ان ربکم حيي کریم ،ثم يستحيي اذا رفع يديه ان يردهما صفرا حتى يجعل فيهما خيرا.(۲)

اور اسی روایت کو ابن بشران نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے جس کی سند یوں ہے

.......نا زکریا بن یحي الساجي ، نا محمد بن زنبور ، ثنا فضيل ، عن أبان بن أبي عياش ، عن انس بن مالک قال:قال رسول الله ﷺ :ان الله عزوجل حي کریم يكره اذا بسط الرجل يديه اليه ان يردهما صفرا ليس فيها شيء.(۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالی حیا کرنے والا کریم ہے جب کوئی اس کی طرف دعا کیلیے ہاتھ اٹھائے تو اسے شرم آتی ہے کہ ان کو کسی شے کے بغیر خالی لوٹائے۔

---

(۱) (تهذيب التهذيب جلد ۵ صفحه ۷۶)

(۲) (عبد الرزاق فی المصنف جلد ۲/ ۲۵۱ (۳۲۵۰) و جلد ۱۰ /۴۴۳)

(۳) (اخرجه ابن بشران فی اماليه صفحه ۲۱۲ برقم ۴۹۴)

حدیث نمبر۴

رواه ابو يعلي والطبراني في الاوسط عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالى حيي كريم ، يستحي من عبده ان يرفع يديه فيردهما صفرا ليس فيهما شيء.(۱) (ترجمہ گذر چکا)

امام ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ,,فيه يوسف بن محمد بن المنكدر ، وقد وثق على ضعفه ،وبقية رجالهما رجال الصحيح .

اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ,,فض الوعاء صفحہ ۶۹،، پر طبرانی کے حوالے سے نقل کیا اور فرمایا کہ ,, رجاله رجال الصحيح الا يوسف ، وهو ثقة ،،

حدیث نمبر۵

عن عائشة رضي الله عنها زعم انه سمعه منها انها رأت النبي ﷺ يدعو رافعا يديه يقول انما انا بشر فلا تعاقبني ،ايما رجل من المؤمنين آذيته أو شتمته فلا تعاقبني فيه .(۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔۔۔میں نے نبی اکرم ﷺ کو ہاتھ اٹھائے یوں دعا کرتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ فرمارہے تھے۔اے اللہ میں بشر ہوں مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا ایمانداروں میں سے میں نے کسی کو تکلیف دی ہو یا اس کو برا بھلا کہا ہو پس تو مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس کو ,,فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۴۲،، پر نقل کیا اور فرمایا

(۱)مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۹ ،طبراني في الأوسط جلد ۵ صفحه ۳۱ برقم ۴۵۹۱ ،و أبو يعلي في مسنده جلد ۳ صفحه ۳۹۱ برقم ۱۸۶۷ ،وابن عدي في الكامل جلد ۷ صفحه ۱۵۶)

(۲)اخرجه البخاري في الادب المفرد صفحه ۱۷۲ برقم ۶۲۵ وصفحه ۱۷۳ برقم ۶۲۸ ،صحيح قاله محقق الكتاب .واحمد في مسنده جلد ۶ صفحه ۲۵۸ برقم ۲۶۷۴۸)

اسناده صحيح.

اور امام احمد بن حنبل نے اسکو اور الفاظ کے ساتھ بھی روایت کیا ہے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ...انها قالت :دخل علي رسول الله ﷺ في ازار ورداء فاستقبل القبلة وبسط يديه ،وقال اللهم انما انا بشر فاى عبد من عبادك ضربت ،أو اذيت ،فلا تعاقبنى به .(١)

وفي رواية.

قالت :كان رسول الله ﷺ يرفع يديه يدعو حتى اسمع ، اللهم انما انا بشر ،فلا تعاقبنى بشتم رجل من المسلمين ان اذيته.(٢)

وفي رواية .

قالت :كان رسول الله ﷺ يرفع يديه يدعو ،حتى انى لاسام له مما يرفعهما يدعو: اللهم فانما انا بشر ،فلا تعاقبنى بشتم رجل شتمته ،أو اذيته.(٣)

حدیث نمبر ۶

عن مالك بن يسار السكوني ثم العوفي ان رسول الله ﷺ قال: اذا سألتم الله فاسألوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها .(٤)

حضرت مالک بن یسار السکونی العوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اللہ تعالی سے سوال کرو تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو سامنے رکھ کر کرو، اور ہاتھوں کی پشت اوپر کر کے نہ کرو (یعنی الٹے ہاتھوں)

---

(١)(جلد ٦ صفحه ١٣٣ برقم ٢٥٥٣٠ وصفحه ١٨٠ برقم ٢٥٩٨٣)

(٢)(جلد ٦ صفحه ١٦٠ برقم ٢٥٧٧٩)

(٣)(جلد ٦ صفحه ٢٢٥ (٢٢٤٠٨) وعبد الرزاق في المصنف ٢ / ٢٥١ (٣٢٢٨)

(٤)(اخرجه ابوداؤد في السنن (١٣٨٦) والشيباني في الآحاد والمثاني ٣ / ٣١٠ (٢٢٥٩) والطبراني في مسند الشاميين ٢ / ٣٣٢ (١٦٣٩)، وابن قانع في المعجم الصحابة ٣ / ٤٧ (٩٩١)، و ابن عبد البر في الاستيعاب ٣ / ١٣٦٢ وذكره الذهبي=

پھر اس کے شواہد بھی موجود ہے۔

نمبر(۱) امام ہیثمی رحمہ اللہ نے امام طبرانی رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا نقل کیا، جس کے الفاظ یہ ہیں۔ سلوا الله ببطون اكفكم ولا تسالوه بظهورها.(۱)

اور امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ۔ رجاله رجال الصحيح غير عمار بن خالد الواسطي ،وهو ثقة .

نمبر(۲) اس کی شاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی ہے جس کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ,,مستدرک،، میں روایت کیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ اذا سالتم الله فاسالوه ببطون اكفكم ولا تسالوه بظهورها، وامسحوابها وجوهكم۔(۲)

اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔عن ابن عباس ،قال قال رسول الله ﷺ اذا دعوت الله فادع بباطن كفيك ولا تدع بظهورهما...(۳)

نمبر(۳) امام ابن ابی شیبہ نے ابو بحیریز رضی اللہ تعالی عنہ سے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کی,,قال رسول الله ﷺاذا سالتم الله فاسالوه ببطون أكفكم ولا تسئلوه بظهورها .(۴)

=في الميزان الاعتدال ۳۰۴/۱ وابن حجر في التهذيب التهذيب ۱۰/ ۲۳ والمزي في تهذيب الكمال ۱۲۸/۲۷) وقال الألباني : حسن صحيح .

(۱)(مجمع الزوائد ۱۲۹/۱۰ .و اخرجه الدارقطني في العلل ۷ / ۱۵۷)

(۲)(جلد ۱ صفحه ۵۳۶، وعبد بن حميد في مسنده ۶۳۲ برقم ۷۱۵،وأبو داؤد في السنن برقم ۱۴۸۵ ،والبيهقي في السنن ۲/ ۲۱۲ ،والطبراني في الكبير ۱۰ /۳۱۹ (۱۰۷۷۹ ،وابن ابي حاتم في العلل ۲/ ۳۵۱ (۲۵۷۲)،والديلمي في فردوس الأخبار ۳۰۶/۲ (۳۳۸۳،وذكره الذهبي في التذكرة الحفاظ ۲/ ۶۱۲.)

(۳)(اخرجه ابن ماجه في السنن برقم ۱۱۸۱ وبرقم ۳۸۶۶)

(۴)اخرجه ابن ابي شيبة في المصنف ۷/ ۶۳ .ملتان .واحمد في العلل و معرفة الرجال ۲/ ۲۷۲، وابن عبد البر في الأستيعاب ۳/ ۹۸۳)

حدیث نمبر ۷

عن السائب بن يزيد ،عن ابيه، ان النبي ﷺ كان اذا دعا فرفع يديه مسح وجهه بيديه.(۱) قال عبد الله : وقد خالفوا قتيبة في اسناد هذا الحديث، واحسب قتيبة وهم فيه .يقولون :عن خلاد بن السائب ،عن ابيه .

حضرت سائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بیشک نبی اکرم ﷺ جب دعا کرتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور (بعد میں) اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ انور پر پھیرتے تھے۔

وفي رواية . ان رسول الله ﷺ كان اذا دعا جعل باطن كفيه الى وجهه .(۲)

اوراس حدیث مبارکہ کو امام ہیثمی رحمہ اللہ نے ,,مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۸،، اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے ,,فض الوعاء صفحہ ۹۳،، پر نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ اسناده حسن۔

حدیث نمبر ۸

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے امام طبرانی نے ,,معجم الکبیر،، میں روایت کیا۔

ان ربكم حيي كريم ،يستحي ان يرفع العبد يديه،فيردهما صفرا لا خير فيهما،فاذا رفع احدكم يديه فليقل :يا حي لا اله الا انت يا أرحم الراحمين .ثلاث .مرات.ثم اذا رد يديه فليفرغ ذلك الخير على وجهه.(۳)

بیشک تمہارا رب بہت حیا کرنے والا اور کریم ہے وہ اس بات سے حیا فرماتا ہے کہ بندہ اپنے ہاتھ اٹھائے اور وہ ان کو بغیر کچھ عطا کیے لوٹا دے جب تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ اٹھائے تو اسے تین مرتبہ کہنا چاہیے ,,یا حي لا اله الا انت يا أرحم الراحمين،، پھر جب وہ اپنے ہاتھ نیچے کرے تو اسے یہ بھلائی چہرے پر مل لینی چاہیے۔

---

(۱)اخرجه احمد في مسنده ۲۲۱/۳ (۱۸۱۰۷)،و ابو داؤد في السنن (۱۴۹۲)، والطبراني في الكبير ۲۲/ ۲۴۱، و ذكره المزى في تهذيب الكمال ۷/۷۷،

(۲)جلد ۴ صفحه ۵۶ برقم ۱۶۶۷۹)

(۳)اخرجه الطبراني في الكبير ۲۲۳/۱۲ ،وابن عدى في الكامل ۱۷۳/۲ ،والديلمي ۲۲۱/۱

لیکن امام ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد میں اس کو نقل کرنے کے بعد کہا،

:فيه الجارود بن يزيد وهو متروك.(١)

حدیث نمبر ۹

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔

ان ربكم حيي كريم ،يستحي ان يرفع العبد يديه ،فيردهما صفرا لاخير فيهما، فليعط الله من نفسه الجهد ،واذا حزبه امر فليقل حسبي الله ونعم الوكيل .(٢)

بے شک تمہارا رب حیاوالا اور مہربان ہے وہ اس بات سے حیا کرتا ہے کہ کوئی بندہ اپنے ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں کچھ عطا کیے بغیر لوٹا دے البتہ اللہ تعالی اسے اپنی طرف سے طاقت عطا کرتا ہے جب اسے اللہ سے کوئی معاملہ لاحق ہوتو اسے کہنا چاہیے میرے لیے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر مددگار ہے

حدیث نمبر ۱۰

عن محمد بن ابي يحي قال : رأيت عبد الله بن الزبير و رأى رجلا رافعا يديه ، يدعو قبل أن يخلو من صلاته فلما فرغ منها قال ان رسول الله ﷺ لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته .(٣)

محمد بن ابو یحیٰ سے روایت ہے،فرمایا: میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اورانہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرنے لگا پس جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ تو نماز کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے

---

(١) (جلد ١٠ صفحه ١٦٩)

(٢)اخرجه الدارقطني في الافراد كمافي كنزالعمال ٨٧/٢(٣٢٦٧)

(٣)اخرجه المقدسي في الأحاديث المختارة جلد ٩ صفحه ٣٣٦ برقم ٣٠٣،والطبراني في الكبير جلد ١٣ صفحه ١٢٩ ،و نقله الهيثمي في المجمع الزوائد ١٦٩/١٠ ، قال : رواه الطبراني ،وترجم له . فقال محمد بن أبي يحي الأسلمي عن عبد الله بن الزبير ، ورجاله ثقات)

اس حدیث پر غیر مقلدین کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات

ایک غیر مقلد مولوی ابوالبرکات احمد ایک سوال کے جواب میں اپنے فتاوی میں سرخی قائم کرتا ہے ,,نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے،،

اور سوال میں سوال کرنے والے کی طرف سے لکھی گئی تین روایات میں سے یہ تیسرے نمبر پر لکھی تھی، اس کے بارے میں لکھتا ہے۔ اور تیسری روایت بھی ضعیف ہے قابل استدلال نہیں ہے۔ (فتاوی برکاتیہ صفحہ ۴۴ جامعہ اسلامیہ گلشن آباد گوجرانوالہ)

الجواب

قارئین یہاں پر غیر مقلد مولوی نے غلط بیانی سے کام لیا ہے جب کہ سائل نے یہ لکھ کر بھی ارسال کیا تھا کہ ,,رجالہ ثقات،، اور مجمع الزوائد کا حوالہ بھی ذکر کیا تھا لیکن مولوی جی نے اپنی من مانی اور لوگوں کو اللہ عزوجل سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کو بغیر تحقیق کے ضعیف قرار دے دیا جب کہ یہ روایت ضعیف نہیں ہے۔

قارئین: اولا، اس کا جواب ایک دوسرے غیر مقلد کی تحریر سے ہی ملاحظہ فرمائیں۔

اس واضح ترین حدیث کو مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ نے قبول کرنے، اس پر عمل پیرا ہونے اور معمول بنانے کی بجائے اس حدیث کو ہی وجہ بیان کئے بغیر ضعیف قرار دے کر جان چھڑالی ہے اور اس راہ پیغمبر علیہ السلام، عمل مصطفیٰ اور تعلق باللہ کی حسین ترین صورت کو نہایت عیب ناک، قبیح شکل اور بد صورت بنا کر رکھ دیا ہے۔ صرف اپنے خیالات کو صحیح ثابت کرنے اور عمل کو درست باور کرانے کیلئے مولانا مرحوم و مغفور سے یہ بڑی کوتاہی ہوئی ہے۔

حق یہ ہے کہ آپ کی نظر میں اس کا ضعف ہی اس پر عمل کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مولانا محترم بھی اس پر عمل پیرا ہوں تو ملاحظہ ہو کہ یہ حدیث ضعیف نہیں صحیح ہے

حضرت عبداللہ بن زبیر والی یہ حدیث بالکل صحیح ہے کسی بھی محدث نے اس کو ضعیف نہیں کہا۔ بلکہ تمام محدثین نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔ مثلا

ا۔ مجمع الزوائد کے مؤلف علامہ الہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔ (رجالہ ثقات صفحہ ۱۶۹ جلد ۱۰)

۲۔ تحفۃ الاخودی کے مولف حضرت عبدالرحمٰن مبارک پوری نے فرمایا۔ (رجالہ ثقات صفحہ ۲۴۶ جلد اول)

۳۔ معجم الطبرانی کے مولف کے متعلق علامہ الہیثمی فرماتے ہیں۔ (ترجم لہ وقال رجالہ ثقات صفحہ ۱۶۹ جلد ۱۰)

۴۔ فتاوی ثنائیہ میں علامہ شرف الدین دھلوی فرماتے ہیں۔ رجالہ ثقات صفحہ ۱۰۵ جلد اول)

اللہ پاک مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ کو معاف فرمائے۔ انہوں نے محض اپنے خیالات کی آبیاری اور دل میں جاگزیں تصورات پر ضد اور اصرار کیلئے ان ہر سہ احادیث پر بلاوجہ تنقید کا قلم چلا کر فن فتوی وحدیث میں کوئی اچھا فیصلہ نہیں فرمایا۔ الٹا تو خیز اہل علم کی خدا سے لاتعلقی کا سبب بن گیا ہے وہ اس آڑ میں عجیب گل کھلا اور پھلجڑیاں چھوڑ رہے ہیں۔

ناظرین گرامی! یہ ہے اس فتوی کی حقیقت جس کو غیر ثقہ مدعین علم سر پر اٹھائے لوگوں کو دعا سے متنفر کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے پھر رہے ہیں۔ اللہ ہم سب کو حدیث رسول علیہ السلام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(روح عبادت الدعا صفحہ ۶۴۔۶۵)

قارئین! دوسرے غیر مقلد کی عبارت سے مندرجہ ذیل باتیں واضح ہو گئیں

نمبر ۱: غیر مقلدین اپنے ناجائز عمل کو ثابت کرنے کے لئے صحیح روایات کو ضعیف قرار دیتے رہے ہیں اور دیتے ہیں۔

نمبر ۲: غیر مقلدین کے بڑوں نے رسول اللہ ﷺ کے راستہ اور عمل مبارکہ اور اللہ تعالی سے تعلق کی حسین ترین صورت کو بھی نہایت ہی عیب ناک، قبیح اور بدصورت بنا کر رکھ دیا ہے۔

نمبر ۳: اس حدیث مبارکہ کو کسی بھی محدث نے ضعیف نہیں کہا۔

نمبر ۴: اس حدیث مبارکہ کی تمام محدثین نے توثیق فرمائی ہے۔

نمبر ۵: غیر مقلد نے لکھا کہ ,,تحفۃ الاخودی،، اس نام کی کوئی کتاب ہمارے علم میں نہیں ہے، البتہ عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد کی ,,تحفۃ الاحوذی،، ہے۔

نمبر ۶: غیر مقلدین کے بڑے اپنے خیالات کی آبیاری اور اپنے دل کے تصورات پر ضد اور اصرار پر قائم رہتے ہیں اگر چہ ان کے سامنے صحیح احادیث بھی پیش کی جائیں۔

نمبر ۷: غیر مقلدین کے بڑے اپنے فتوؤں میں برے فیصلوں سے بھی پرواہ نہیں کرتے تھے

نمبر ۸: غیر مقلدین کے بڑوں نے ایسے کام کیے جو کہ نوخیز اہل علم کے لئے اللہ تعالی سے لاتعلقی کا سبب بنے۔

نمبر ۹: غیر مقلدین کے موجودہ دور کے نوخیز اہل علم اپنے بڑوں کے اقوال کی روشنی میں عجیب وغریب گل کھلا رہے ہیں۔

نمبر ۱۰: غیر مقلدین اپنے بڑوں کے غلط فتوؤں کو لے کر مسلمانوں کو کار خیر سے متنفر کرتے پھر رہے ہیں۔

ایک اور غیر مقلد لکھتا ہے

,,مگر اس حدیث سے بھی دلیل لینا صحیح نہیں کیونکہ اس میں بھی اجتماعی دعاء کا ذکر نہیں ہے اس لئے بھی کہ نماز سے فراغت کے بعد رسول اللہ ﷺ کا معمول اذکار ودعائیں پڑھنا تھا جیسا کہ کئی صحیح احادیث اس پر ناطق ہیں۔ نہ کہ ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا۔ حافظ ہیثمی کا اس حدیث کے رواۃ کو ثقہ کہنے سے اس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ کسی حدیث کے رواۃ کے ثقہ ہونے سے اس حدیث کی صحت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ سند میں انقطاع ہو دوسری بات اس سلسلہ میں حافظ ہیثمی پر کلیۃ اعتماد کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ ان کے بہت سے اوہام ہیں۔ کما لا یخفی، لہذا جب تک اس حدیث کی سند سامنے نہ آئے تب تک اس میں توقف بہتر ہے۔،،

(صلوۃ الرسول مع تخریج عبدالرؤف بن عبدالحنان صفحہ ۳۳۵۔۳۳۶)

قارئین! اولا، تو غیر مقلدیت نام ہی اس چیز کا ہے کہ کسی پر بھی اعتماد نہ کرنا۔ اور صرف اپنے مقصد کی بات جو بھی کرے اس پر۔۔۔۔۔۔

ثانیا: اس غیر مقلد کو صرف سند سے غرض ہے تو ہم ان کے سامنے اس کی سند بھی رکھتے ہیں۔

سند: امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ اس کی سند یوں بیان فرماتے ہیں



و بہ ابنا سليمان الطبراني ثنا سليمان بن الحسن العطار ثنا أبو كامل الجحدري ثنا الفضل بن سليمان ثنا محمد بن أبي يحي قال رأيت عبد الله بن الزبير ...الخ .

امام طبرانی رحمہ اللہ کی ,,المعجم الكبير،، میں یہ روایت ہے اصل میں پہلے ,,المعجم الكبير،، کا یہ حصہ مفقود تھا لیکن بفضلہ تعالی اب شائع ہو چکا ہے اور اس میں اس کی سند یوں ہے:

حدثنا سليمان بن الحسن العطار ، قال : حدثنا أبو كامل الجحدري ، قال: حدثنا الفضيل بن سليمان ، قال : حدثنا محمد بن أبي يحي، قال: رأيت عبد الله بن الزبير ورأى رجلا رافعا.....

اجتماعی دعا پر احادیث

حدیث نمبر ۱

عن سلمان قال: قال رسول الله ﷺ ما رفع قوم اكفهم الى الله عزوجل يسالونه شيئا الا كان حقا على الله ان يضع في ايديهم الذي يسالوه .(۱)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ,,جب کوئی قوم اللہ عزوجل کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ جو مانگ رہے ہیں وہ ان کے ہاتھوں میں دے یعنی عطا فرمائے۔

حدیث نمبر ۲

عن حبيب بن مسلمة الفهري ...قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمن سائرهم الا اجابهم الله ...(۲)

حدیث حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور غیر مقلدین کا دوغلا پن

اس حدیث مبارکہ پر غیر مقلدین کے ابوالبرکات صاحب یوں برستے ہیں لکھتے ہیں۔

دوسری حدیث مجمع الزوائد کی ہے جس کے سب راوی ٹھیک ہیں لیکن مرسل ہے۔ امام مسلمؒ صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اور اہل علم کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہے۔(۳)

---

(۱)أخرجه الطبراني في الكبير جلد ۶ صفحه ۲۵۴ برقم ۶۱۴۲، وقال الهيثمي :رواه الطبراني و رجاله رجال الصحيح . مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحه ۱۶۹)

(۲)أخرجه الطبراني في الكبير ۲۱/۴ برقم ۳۵۳۶، والحاكم في المستدرك ۳ / ۳۹۰ برقم ۵۴۷۸، و نقله الهيثمي في المجمع الزوائد ۱۰ / ۱۷۰ والمنذري في الترغيب والترهيب ۱/ ۱۹۶ برقم ۷۴۰ والحافظ في الفتح ۱۱ / ۲۰۰)

(۳)(فتاوی برکاتیہ صفحہ ۴۳)

ایک غیر مقلد اجتماعی دعا کی دلیل میں اس روایت کو پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ ایک محاذ جنگ میں دشمنوں سے برسر پیکار اپنے رسول مکرم ﷺ کی ایک حدیث بیان فرماتے ہیں: قال للناس سمعت رسول الله ﷺ لا یجتمع ملاء فیدعو بعضهم و یومن سائرهم الا اجابهم الله ...رجاله رجال الصحيح مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۰ جلد ۱۰)۔

یعنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کہ کچھ لوگ جہاں کہیں جمع ہوں ان میں ایک آدمی دعا کرے دیگر تمام لوگ آمین۔ آمین۔ کہیں تو اللہ پاک ان کی دعا قبول فرمالیتے ہیں۔

یہ حدیث اجتماعی دعا میں نص قطعی، واضح اور بالکل مبرہن ہے اس کی سند بھی بالکل صحیح ہے۔ جس کا مولانا محترم نے بھی اپنے فتوی میں اعتراف فرمایا ہے۔ یہ حدیث حضرت العلام کے خیالات، مزعومات اور معمولات کے چونکہ خلاف ہے اور اجتماعی دعا کی زبردست تصدیق و دلیل ہے۔ چاہیے تو تھا کہ حضرت اس حدیث کی بناء پر اپنا عقیدہ و عمل بدل لیتے مگر وائے تعصب --- اور --- ہائے تقلید --- آپ نے بغیر کسی وجہ کے اس کو --- مرسل --- کہہ کر رد کر دیا جس کا واضح طور پر یہ مطلب ہے کہ اگر یہ روایت متصل و مرفوع ہوتی تو مولانا کو مانے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اس حدیث کے "مرسل" ہونے نے گویا اسے نا قابل عمل بنا دیا ہے تھوڑے تصرف کے ساتھ یہ شعر یوں ہوگا۔

ارسال نے غالب نکما کر دیا
ورنہ یہ حدیث تھی بڑے کام کی

حدیث مرسل نہیں مرفوع متصل ہے

یہ حدیث تب مرسل ہوتی جب حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تابعی ثابت ہوتے، درجہ صحابیت تک ان کی رسائی نہ ہوتی۔ اگر حضرت حبیب بن مسلمہ صحابی ہیں تو یہ صورت مرفوع متصل اور قابل اعتبار ہے۔ آیئے مولانا کی تحقیق کے برعکس ملاحظہ فرمایئے کہ تمام محققین نے آپ کو صحابی رسول ﷺ قرار دیا ہے مگر مولانا علیہ الرحمتہ نے ان سے یہ اعزاز نہ جانے کیوں چھین لیا ہے۔

(۱) تاریخ کبیر میں امام بخاریؒ نے آپ کو صحابی فرمایا ہے۔ صفحہ ۳۱۰ جلد ۲ (لہ صحبتہ)
(۲) تقریب التھذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے انہیں صحابی کہا ہے (لہ ذکر فی الصحیح)
(۳) الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں ,,لہ صحبتہ،، لکھا ہے صفحہ ۳۰۹ جلد ۱)
(۴) تلقیح فہوم اھل الاثر لابن جوزی میں آپ کو صحابی لکھا گیا ہے صفحہ ۸۷ (لہ صحبتہ)

اس تحقیق کے بعد مولانا کے سب تلامذہ، متعلقین اور بے دعا علماء کو اب اجتماعی دعا شروع کر دینا چاہیے۔ اب ان کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ صحیح حدیث رسول اکرم علیہ السلام پر عمل پیرا ہو کر اپنی عاقبت درست فرمالیں۔ آخر نماز کے بعد بھی لوگ موجود ہوتے ہیں اور دعا بھی نبی رحمت علیہ السلام سے منقول ہے لہذا دعا کے طریقہ نبوی اور آداب دعا کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے یعنی ایک کی دعا اور دوسروں کی آمین۔

(روح عبادت الدعا صفحہ ۶۲۔۶۳)

غیر مقلدین کی عبارات پر تبصرہ

اولا: غیر مقلدین کے مفتی اعظم شیخ الکل فی الکل ابو البرکات احمد صاحب کا یہ لکھنا کہ ,,دوسری حدیث مجمع الزوائد کی ہے،، یہ بات کم علمی پر مبنی ہے کیونکہ یہ روایت مجمع الزوائد کی نہیں بلکہ ,,المعجم الکبیر للطبرانی،، کی ہے، امام ہیثمی رحمہ اللہ اس کے ناقل ہیں نہ کہ راوی، انہوں نے تو امام طبرانی رحمہ اللہ کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔

ثانیا: انہوں نے خود لکھا: ,,جس کے سب راوی ٹھیک ہیں لیکن یہ مرسل ہے،، جب سب راوی ٹھیک ہیں تو پھر اس پر عمل کیوں نہیں صرف اسی لیے کہ ہمارے عقائد ونظریات کے خلاف ہے لہذا ہم نے اس پر عمل نہیں کرنا جس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ احناف اس پر عامل ہیں اور ہم نے ان کی مخالفت کرنی ہے

جیسا کہ ایک غیر مقلد نے لکھا: ,,ہم مانتے ہیں کہ احناف کے طرز عمل کے خلاف بھی رد عمل نے اس مسئلہ میں اپنا زور دکھایا ہے،، (روح عبادت الدعا صفحہ ۱۳)

تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ان کا اپنا کوئی خاص مذہب نہیں ہے بس یہی بات ہے کہ جو دل کو اچھا لگے اس کو قبول کرتے جاؤ اور احناف کی مخالفت میں صحیح احادیث کو بھی ضعیف و

موضوع اورنا قابل استدلال کہتے جاؤ۔ کیونکہ یہ روایت بقول دوسرے غیر مقلد مرسل نہیں، صرف تعصب، ہٹ دھرمی، کی وجہ سے اس کو مرسل قرار دیا۔

ثالثا: مولوی جی کا یہ لکھنا: ,,امام مسلم صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اور اہل علم کے نزدیک قابل استدلال نہیں ہے،، بددیانتی اور خیانت ہے اور صاف جھوٹ ہے امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح کے مقدمہ میں یہ بات نہیں ہے۔

رابعا: دوسرے غیر مقلد بشیر الرحمن سلفی صاحب لکھتے ہیں: ,,یہ حدیث اجتماعی دعا میں نص قطعی، واضح اور بالکل مبرہن ہے،،

اب غیر مقلدین کو یہ سوچنا چاہیے کہ نص قطعی کا جو منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟

اور پھر اس حکم کو اپنے مولوی ابوالبرکات پر اور ان کے ان تلامذہ جو کہ اس کے منکر ہیں پر لگانا چاہیے اور لوگوں پر واضح کرنا چاہیے کہ یہ لوگ۔۔۔۔۔

خامسا: اور ان کی اس عبارت: ,,یہ حدیث حضرت العلام کے خیالات، مزعومات اور معمولات کے چونکہ خلاف ہے،، سے یہ بات واضح ہو گئی کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل بھی دین میں اپنے خیالات اور گمان کیے ہوئے مسائل اور اپنے معمولات کے خلاف اگر کوئی حدیث صحیح بھی دیکھتے تھے تو اس پر بغیر کسی تحقیق کے تنقید کر دیتے تھے یعنی حدیث مبارکہ اگر چہ رد ہو جائے لیکن ہمارے خود ساختہ عقائد و نظریات پر آنچ نہ آنے پائے۔ اب ان کی پیروی کرنے والوں کو غور و فکر کرنا چاہیے کہ ہم کن لوگوں کی پیروی کر رہے ہیں۔

اگر شیخ الکل فی الکل کا حال یہ ہے تو پھر چھوٹوں کا حال کیا ہو گا؟

سادسا: اور غیر مقلد کی اس عبارت سے کہ ,,مگر وائے تعصب۔۔۔اور ہائے تقلید۔۔،، سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل دین میں بھی تعصب اور عناد کا شکار تھے تو جو لوگ دین کو بھی اپنے عناد کا شکار بنا دیں ان کا حکم کیا ہو گا۔؟

غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل بھی تقلید کرتے رہے اور تقلید کو غیر مقلدین کے ہاں کس نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلدین کے جد اعظم و پیشوائے وہابیہ ابن قیم نے لکھا:

قد تضمن هذان الاجماعان اخراج المتعصب بالهوى والمقلد الاعمى عن زمرة العلماء. (اعلام الموقعين جلد ۱ صفحه ۷)

یعنی اجماع سے یہ بات ثابت ہوئی کہ متعصب اور مقلد کو علماء میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

یاد رہے کہ یہ ترجمہ بھی غیر مقلدین کے مولوی فاروق الرحمٰن یزدانی کا ہے۔

پس غیر مقلدین کے امام اعظم کی اس عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ متعصب اور مقلد غیر مقلدین کے نزدیک عالم نہیں ہے۔

اب مولوی بشیر الرحمٰن کے اس قول ,, حضرت العلام،، اور مولوی محمد گوندلوی کے بارے میں اپنے اس قول ,, حضرت العلام حافظ الحدیث گوندلوی رحمہ اللہ،، پر نظر کرتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہیے کہ اس کا یہ لکھنا تقیہ ہے یا کہ جھوٹ؟

اگر یہ تقیہ کے طور پر لکھا ہے تو معلوم ہو گیا کہ شیعہ کی طرح غیر مقلدین بھی تقیہ کے قائل ہیں اگر یہ جھوٹ ہے تو غیر مقلدین یہ بتائیں کہ جھوٹے آدمی کی امامت کا کیا حکم ہے۔

یہ ضد بھی مولوی ابو البرکات نے بقول بشیر الرحمٰن سلفی اس لیے کی کہ اس کے استاد اور غیر مقلدین کے حافظ الحدیث صاحب کا یہ عمل تھا اور ان کے عمل کی تقلید کرتے ہوئے مولوی ابو البرکات نے حدیث رسول ﷺ جو کہ صحیح تھیں ان احادیث پر دیدہ ریزی اور تحقیق کی ضرورت ہی محسوس نہ کی اور انہیں اپنے اور اپنے استاذ کے عمل کے خلاف جانتے ہوئے رد کرنے کی کوشش کی یعنی صرف بقول بشیر الرحمٰن سلفی تقلید کی وجہ سے۔

تو معلوم ہوا کہ مولوی ابو البرکات غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل بھی تقلید کرتے تھے۔

اب غیر مقلدین یہ بتائیں کہ کیا اسی کا نام انصاف ہے کہ اپنے جیسے بھی ہوں وہ ,, حضرت العلام،، اور ,, حافظ الحدیث،، ہی رہتے ہیں اور دوسروں کو علماء میں ہی شمار نہ کیا جائے۔

کیا انصاف یہی ہے۔۔۔۔؟

اس سے بھی بڑھ کر سنیے کہ تقلید کو غیر مقلدین نے شرک تک کہا ہے جس کی مثالیں ان کی کتب میں اکثر دیکھی جا سکتی ہیں۔

جب مولوی بشیر الرحمٰن سلفی کے بقول مولوی ابو البرکات نے اس مسئلہ میں تقلید کی تو پھر

مولوی بشیر الرحمٰن کا اس کے بارے میں یہ لکھنا ,,فتاوی برکاتیہ کے دو مقامات پر حضرت مولانا ابوالبرکات احمد صاحب (مرحوم و مغفور اعلی الله مقامه فی فرادیس الجنان) کس زمرے میں آئے گا۔؟

کیونکہ اس نے تو شرک کیا بقول غیر مقلدین تو مشرک، جس کا شرک سے توبہ کرنا بھی معلوم نہ ہو، تو اس کے لئے بخشش کی دعا کرنا حرام ہے

غیر مقلدین بتائیں مولوی بشیر الرحمٰن سلفی کا یہ کام کیا ہے ؟

اور جو حرام کا جان بوجھ کر ارتکاب کرے اس کا کیا حکم ہے ؟

ثامنا: غیر مقلد کا یہ لکھنا: ,,اس تحقیق کے بعد مولانا کے سب تلامذہ، متعلقین اور بے دعا علماء کو اب اجتماعی دعا شروع کر دینا چاہیے۔ اب ان کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ صحیح حدیث رسول اکرم علیہ السلام پر عمل پیرا ہو کر اپنی عاقبت درست فرمالیں،،

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو نماز کے بعد دعا نہیں کرتا اس کی عاقبت خراب ہو جاتی ہے اب غیر مقلدین کو اس پر غور و فکر کرنا چاہیے کہ ان کی اکثریت بغیر دعا کے ہی اٹھ کر چلی جاتی ہے تو وہ بقول اپنے مولوی جی اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔

نماز کے بعد دعا مانگنے میں آثار صحابہ وتابعین وآئمہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل

عن الركين بن الربيع عن ابيه قال كان عمر اذا انصرف من صلاته قال اللهم استغفرك لذنبي واستهديك لارشد امري واتوب اليك فتب علي. اللهم انت ربي فاجعل رغبتي اليك واجعل غناي في صدري وبارك لي فيما رزقتني وتقبل مني انك انت ربي. (۱)

رکین بن ربیع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو کہتے: ''اے اللہ میں اپنے گناہوں کی تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور میں تجھ سے ہدایت چاہتا ہوں کہ میں اپنے امور درست کروں اور میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں تو میری توبہ قبول کر اے اللہ تو میرا رب ہے پس تو اپنی طرف میری رغبت فرما اور میرے سینے کو غنی فرما اور میرے رزق میں برکت فرما بے شک تو میرا رب ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عمل

عن عبد الله بن مسعود انه كان يقول اذا فرغ من الصلاة. اللهم اني اسالك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر والسلام من كل اثم. اللهم اني اسالك الفوز بالجنة والجواز من النار اللهم لا تدع ذنبا الا غفرته

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تو کہتے تھے: اے اللہ میں تیری رحمت کے وجوب اور تیری مغفرت کے ارادہ کا سوال کرتا ہوں اور ہر نیکی کو غنیمت اور ہر گناہ سے بچنے کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے جنت کی کامیابی اور دوزخ سے بچنے کا

(۱) اخرجه ابن ابي شيبة في المصنف جلد ۷ صفحه ۳۹ و صفحه ۸۱ مختصرا

ولاھم الا فرجتہ ولا حاجۃ الا قضیتھا.(۱)

سوال کرتا ہوں، اے اللہ! تو کوئی ایسا گناہ نہ چھوڑ مگر تو بخش دے اور نہ ہی کوئی ایسا غم مگر جسے تو ختم کر دے اور نہ کوئی ایسی حاجت چھوڑ مگر جسے تو پوری کر دے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا عمل

عن ابی بکر بن ابی موسی عن ابی موسی انہ کان یقول اذا فرغ من صلاتہ ،اللھم اغفر لی ذنبی ویسرلی امری وبارک لی فی رزقی.(۲)

ابوبکر بن موسیٰ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تو کہتے: اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرا کام آسان کر دے اور میرے رزق میں برکت فرما۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا عمل

نزل جعفر عن راحلتہ فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلۃ فصلی رکعتین ثم رفع یدیہ قال رزام فدنوت منہ فاذاھو یقول اللھم بک استفتح وبک استنجح وبمحمد عبدک ورسولک اتوسل اللھم سھل حزونتہ وذلل لی صعوبتہ واعطنی من الخیر اکثر ما ارجو واصرف عنی من الشر اکثر مما

حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقر اپنی سواری سے اترے اور وضو فرمایا پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے دو رکعت پڑھی پھر ہاتھ اٹھائے رزام کہتے ہیں میں آپ کے قریب ہوا تو آپ فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں تیری رحمت کے ساتھ فتح مانگتا ہوں اور تیری ذات کے ساتھ نجات طلب کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ﷺ کے ساتھ توسل کرتا ہوں، اے اللہ! اس کے

(۱)اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف جلد ۷ صفحہ ۸۶

(۲)اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف جلد ۷ صفحہ ۳۶

اتحاف....(۱)

غم دور فرمادے اور میری مشکل حل فرمادے میری طلب سے زیادہ مجھے بھلائی عطا فرما اور میرے خوف سے زیادہ مجھ سے خوف دور فرمادے،

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر کا عمل

وكان عامر ابن عبد الله ابن الزبير يوما موجها الى القبله بعد صلاة العصر يدعو وكان رجلا معروفا بالاجتهاد وكثرة الدعاء....(۲)

اور عامر بن عبداللہ بن زبیر ایک دن (جب راوی نے دیکھا) عصر کی نماز کے بعد قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے تھے وہ اجتہاد اور زیادہ دعا کرنے میں مشہور تھے۔

حضرت امام مجاہد کا فرمان

وقال مجاهد .ان الصلاة جعلت فى خير الساعات فعليكم بالدعاء خلف الصلوات . (۳)

اور اور مجاہد نے کہا: ,,بے شک نماز اچھی گھڑیوں میں مقرر کی گئی ہے پس تمہیں نمازوں کے بعد دعا کرنی چاہیے،،

حضرت امام عبدالرحمٰن بن مہدی کا عمل

ابا بكر بن خلاد يقول سمعت عبد الرحمن بن مهدى يقول انا ادعوالله عزوجل فى دبر صلاتى للشافعى .

ابو بکر بن خلاد کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی کو فرماتے سنا ہے کہ میں ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے شافعی کے لئے دعا کرتا ہوں

(۱)(اخرجه ابن عساكر فى تاريخه ۱۸/۱۳٦ وفى تهذيبه جلد ۵ صفحه ۳۲۳)

(۲)(اخرجه ابن عساكر فى تهذيب تاريخ دمشق جلد ۲ صفحه ۳۰۹ وقيروانى فى كتاب الجامع صفحه ۱٦۳)

(۳)(اخرجه المحاملى (متوفى ۳۳۰ هـ) فى كتاب الدعاء ۲۷ وفى اتحاف السادة المتقين جلد ۵ صفحه ۳۳)

(۴)(اخرجه ابن المقرى فى المعجم صفحه ۱۳۱ برقم ۷۷)

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا عمل

جاء محمد بن اسماعیل الی خرتنک قریة من قری سمرقند علی فرسخین منها و کان له بها اقرباء فنزل عندهم قال سمعته لیلة من اللیالی وقد فرغ من صلاة اللیل یدعو ویقول فی دعائه اللهم انه قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک ....(۱)

محمد بن اسماعیل خرتنک جو کہ سمرقند کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے اور اس سے دو فرسخ پر واقع ہے اور وہاں پر ان کے رشتہ دار رہتے تھے وہ ان کے پاس ٹھہرے میں نے ایک رات ان کو کہتے سنا وہ اپنی نماز سے فارغ ہو کر دعا کر رہے تھے اور اپنی دعا میں کہہ رہے تھے: اے اللہ! مجھ پر زمین تنگ ہو گئی ہے جو کہ کشادہ تھی، پس تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔

حضرت یحیي المتوج رحمہ اللہ کا عمل

وحکی العبدلی عن محمد بن جعفر الحسینی قال. حججنا سنة من السنین. وکان معنا سیدی یحیي المعوج فضللنا عن الطریق. فتعلقنا به. فصلی رکعتین ثم رفع یدیه وقال. سیرو اعلی برکة الله وعونه فسرنا خطوات یسیرة فاذا نحن علی الجادة. فعطشنا عطشا شدیدا فشکونا اله ذلک فبسط یدیه ودعا فما اتم دعائه حتی نزل سیل عظیم من الجبل ففرحت الناس

میرے غلام نے محمد بن جعفر الحسینی سے بیان کیا، کہا: ہم نے ایک سال حج کیا اور ہمارے ساتھ سیدی یحیي المتوج تھے ہم راستے سے بھٹک گئے ہم نے آپ سے رابطہ کیا، آپ نے دو رکعت نماز نفل پڑھی پھر ہاتھ اٹھائے اور کہا: ,,اللہ تعالی کی برکت اور مدد سے چلو،، ہم چند قدم ہی چلے تھے کہ ہم راستے پر آ گئے، پھر ہمیں سخت پیاس لگی ہم نے آپ سے شکایت کی، آپ نے ہاتھ پھیلا دیے اور دعا کی، آپ کی دعا ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ پہاڑ سے بڑی مقدار میں

(۱)(اخرجه خطیب بغدادی فی تاریخ بغداد جلد ۲ صفحه ۳۴)

وشربوا منه وحملوا معهم حتى اکتفوا . فما رأیت اسرع من دعائه . (۱)

میں پانی بہتا ہوا آیا، لوگ خوش ہو گئے انہوں نے پانی پیا اور اپنے ساتھ بھی رکھ لیا یہانتک کہ سب کو کافی ہو گیا میں نے آپ سے بڑھ کر جلد دعا کی قبولیت والا شخص نہیں دیکھا۔

حضرت زرارہ بن اوفی اور ایاس بن معاویہ کا عمل

وروی ان زرارة بن اوفی وایاس بن معاویة کانوا اذا دخلوا المسجد للقضاء صلوا رکعتین قبل ان یجلسوا مجالسھم ویرفعون ایدیھم یدعون.(۲)

روایت کیا گیا ہے کہ زرارہ بن اوفی اور ایاس بن معاویہ جب فیصلے کرنے کی غرض سے مسجدوں میں داخل ہوتے تو اپنی مسند پر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

حضرت محارب بن دینار اور حضرت ابن سیرین کا عمل

وقال الحسن بن عبد الله الغبی لما ولی محارب بن دینار القضاء. اتیته وقد دخل المسجد فصلی قبل ان یجلس اربع رکعات ثم رفع یدہ یدعو فقال .اللھم ان ھذا مجلس لم احبه قط ولم اسلکه .اللھم ابعلیتنی به .فسلمنی منه واعنی علیه بکی حتی بل بد موعه خرقة کانت فی یدہ .ثم قال لی .امسلم انت ام معز؟قلت ھل جئت مسلما قال ثم

حسن بن عبد اللہ الغبی نے کہا کہ جب محارب بن دینار قاضی بنے میں ان کے پاس آیا جب وہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے تو انہوں نے بیٹھنے سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور کہا: اے اللہ! یہ وہ مسند ہے جس کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا اور نہ اس راہ پر چلا۔ اے اللہ! تو نے مجھے اس کے ذریعے آزمایا ہے تو مجھے اس سے محفوظ رکھ اور اس پر میری مدد فرما، پھر وہ رو پڑے حتی کہ ان کے ہاتھ میں جو رومال تھا وہ تر ہو گیا پھر مجھے

(۱) اخرجه الحلیمی فی کتاب المنھاج فی شعب الایمان جلد۳ صفحه۳۰۵
(۲) اخرجه موفق الدین بن عثمان جلد ۱ صفحه۱۹۳

ولی ابن سیرین فاتیعه .فلمادخل المسجد صلی اربع رکعات قبل ان یجلس فلما سلم قال اللهم ان هذا مجلس کنت اشتهیه واتمناه علیک.(۱)

کہا کیا تو تسلیم کرنے والا ہے یا غلبہ دکھانے والا میں نے کہا بلکہ میں تو تسلیم کرنے والا ہوں کہا پھر ابن سیرین قاضی بنے تو میں ان کے پاس آیا جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو چار رکعتیں پڑھیں اس سے پہلے کہ وہ بیٹھتے جب سلام پھیرا تو دعا کی اے اللہ! بے شک میں اس مسند کی خواہش کرتا تھا تیرے ہی سہارے پر میں نے اس کی تمنا کی تھی۔

مہاجرین میں سے ایک مہاجر کا عمل اور شان خداوندی

عن الشعبی ان قوما من المهاجرین خرجوا متطوعین فی سبیل الله فنفق حمار رجل منهم فارادوه علی ان ینطلق منهم .فابی فانطلق اصحابه مترجلین وترکوه فقام وتوضا وصلی ثم رفع یدیه فقال اللهم انی خرجت مجاهدا فی سبیلک وابتغاء مرضاتک واشهد انک تحی الموتی وانک تبعث من فی القبور اللهم فاحی لی حماری ثم قام الی الحمار فضربه .فقام الحمار ینفض اذنیه فاسرجه والجمه ثم رکبه فاجراه حتی لحق باصحابه .

شعبہ سے روایت ہے کہ مہاجرین میں سے کچھ لوگ رضا کارانہ اللہ تعالی کی راہ میں نکل پڑے ان میں سے ایک شخص کا گدھا مر گیا انہوں نے چاہا کہ وہ ان کے ساتھ چلے اس نے انکار کر دیا تو اس کے ساتھی پیدل چل نکلے اسکو وہیں چھوڑ دیا تو وہ اٹھا وضو کیا نفل پڑھے پھر ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کی اے اللہ! میں تیری راہ میں جہاد کرتے اور تیری رضا چاہتے نکلا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی مردوں کو زندہ کرے گا اور بے شک تو ہی اہل قبور کو دوبارہ اٹھائے گا میرے لیے میرے گدھے کو زندہ کر دے پھر گدھے کی طرف گیا اور اس کو ٹھوکر لگائی تو گدھا کان جھاڑتا

(۱)(اخرجه الحلیمی فی کتاب المنهاج فی شعب الایمان جلد ۳ صفحه ۱۰۴)

فقالوا له .ماشانک؟ قال ان الله تعالی بعث لی حماری .قال اسماعیلی :قال الشعبی انا رایت هذا الحمار بیع او بیاع بالکناسة (۱).

ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس نے اس پر زین ڈالی اور لگام لگائی پھر اس پر سوار ہو گیا اس کو چلاتی کہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا تو انہوں نے اس سے پوچھا تیرا کیا ہوا؟ اس نے کہا بے شک اللہ تعالی نے میری خاطر میرے گدھے کو دوبارہ زندہ کر دیا اسماعیلی نے کہا شعبی نے کہا میں نے اس گدھے کو باڑے میں بکتا یا سودا ہوتے دیکھا۔

اهل مدینہ منورہ کا عمل

حدثنی محمد بن سوید أن أهل المدینة قحطوا، وکان فیها رجل صالح لازم لمسجد النبی ﷺ . فبیناهم فی دعائهم اذا أنا برجل علیه طمران خلقان .فصلی رکعتین أوجز فیهما. ثم بسط یدیه الی الله فقال: یارب أقسمت علیک الا أمطرت علینا الساعة. فلم یرد یدیه ،ولم یقطع دعائه حتی تغشت السماء بالغیم، وأمطروا، حتی صاح أهل المدینة مخافة الغرق. فقال: (یارب ان کنت تعلم أنهم قد اکتفوا فارفع عنهم)فسکن. وتبع الرجل

محمد بن سوید نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ اہل مدینہ قحط کا شکار ہو گئے ان میں ایک صالح شخص تھا جو ہر وقت مسجد نبوی ﷺ میں رہتا تھا ابھی ابھی وہ لوگ دعا کر ہی رہے تھے کہ ایک شخص آیا جس کے جسم پر دو پھٹے پرانے کپڑے تھے اس نے دو رکعتیں پڑھیں اور ان کو مختصر کیا پھر اللہ تعالی کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا دیے اور عرض کی اے میرے رب میں تجھے قسم دیتا ہوں ابھی ہم پر بارش برسا دے ابھی اس نے ہاتھ نہیں پھیرے تھے اور دعا ختم نہیں کی تھی کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش ہونے لگی حتی کہ اہل مدینہ چیخ اٹھے غرق کے خوف سے تو اس نے پھر

(۱)(اخرجه ابن ابی الدنیا فی مجابی الدعوۃ صفحه ۳۶ برقم ۳۹)

صاحب المطر حتی عرف صومعته. ثم بکر علیه، فنادی: یا أهل البیت فخرج الرجل، فقال: قد أتیتک فی حاجة، قال: وماهی؟ قال: تخصنی بدعوة. قال سبحان الله، أنت أنت وتسألنی أن أخصک بدعوة؟ قال: ما الذی بلغک ما رأیت؟ قال: ورأیتنی، قلت: نعم، قال: أطعت الله فیما أمرنی ونهانی فسألته فأعطانی. (۱)

دعا کی اے میرے رب اگر تو جانتا ہے کہ انہیں یہ کفایت کرے گی تو ان سے اٹھالے تو بارش رک گئی تو ایک شخص اس بارش والے کے پیچھے چل پڑا یہاںتک کہ اس کے ٹھکانے کا پتہ چلا لیا پھر جلد ہی اس کے پاس پہنچا اور آواز دی ۔اے گھر والو! وہ شخص نکلا تو اس نے کہا کہ میں آپ کے پاس ایک کام کی غرض سے آیا ہوں اس نے پوچھا وہ کیا کام ہے اس نے کہا میرے لیے خصوصی دعا کیجئے اس نے کہا سبحان اللہ یہ آپ کی شخصیت اور آپ مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کی میں آپ کے لئے خصوصی دعا کروں؟ آپ کے پاس کیا بات پہنچی کہ آپ میرے بارے میں ایسا خیال رکھتے ہیں تو اس نے ان کو سارا واقعہ بتایا۔انہوں نے پوچھا اور تم نے مجھے دیکھ لیا میں نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا میں نے اللہ تعالی کے اوامر و نواہی میں اطاعت کی تو میں نے اس سے مانگا اس نے مجھے عطا کیا۔

(۱) (اخرجه ابن ابی الدنیا فی مجابی الدعوة صفحه ۵۵ برقم ۶۴)

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر غیر مقلدین کے اقوال

غیر مقلدین کے رسالہ ,,اخبار اہلحدیث،، (دہلی) میں ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے۔

سوال: بعد نماز فرض وسنت ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب پر قولی وفعلی اور اثری بہت سی دلیلیں ہیں جن کو بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

عن انس عن النبی ﷺ انه قال ما من عبد يبسط كفيه فى دبر كل صلوة ثم يقول اللهم الهى و اله جبرئيل و ميكائيل و اسرافيل اسئل ان تستجيب دعوتى فانى مضطر و تعصمنى فى دينى فانى مبتلى و تنالنى برحمتك فانى مذنب و تنفى عنى الفقر فانى متمسكن الا كان حقا على الله عزوجل ان لا يرد يديه خائبتين رواه الحافظ ابو بكر بن السنى عن الاسود العامرى عن ابيه قال صليت مع النبى ﷺ الفجر فلما سلم انحرف و رفع يديه و دعا الخ

ترمذی، ابوداؤد اور بیہقی میں مالک بن یسار سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اذا سألتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسئلوه بظهورهما (ابو داؤد) عن عمر قال كان رسول الله ﷺ اذا رفع يديه فى الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه . عن سلمان قال قال رسول الله ﷺ ان ربكم حى كريم يستحى من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفرا (ترمذى ابو داؤد و بيهقى) والله اعلم

(اخبار اہلحدیث (دہلی) جلد ۴ ش ۳۔ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۲۱۴)

اسی اخبار اہلحدیث میں ہے

سوال: بعد نماز فرائض وسنت ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔ اس کے جواب پر قولی فعلی اثری بہت سی دلیلیں ہیں جن کو بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں
عن انس عن النبی ﷺ انه قال ما من عبد بسط كفيه فی دبر كل صلوة ثم يقول اللهم الهی و اله جبرئيل و ميكائيل و اسرافيل اسئل ان تستجيب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دينی فانی مبتلى و تنالنی برحمتك فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسكن الا كان حقا علی الله عزوجل ان لا يرد يديه خائبتين رواه الحافظ ابو بكر بن السنی عن الاسود العامری عن ابيه قال صليت مع النبی ﷺ الفجر فلما سلم انحرف و رفع يديه و دعا الخ اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیا ہے۔ عن محمد بن يحيى الاسلمی قال رايت عبد الله ابن الزبير ورائی رجلا رافعا يديه قبل ان يفرغ من صلوته فلما فرغ منها قال ان رسول الله ﷺ لم يكن يرفع يديه حتی يفرغ من صلوته رجاله ثقات . عن مالك بن يسار قال رسول الله ﷺ اذا سألتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسئلوه بظهورها . ابو داؤد عن عمرؓ قال كان رسول الله ﷺ اذا رفع يديه فی الدعاء لم يحطهما حتی يمسح بهما وجهه . عن سلمان قال قال رسول الله ﷺ ان ربكم حيی كريم يستحيی من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفرا (ترمذی ابو داؤد بیهقی)
علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا پہلے نبیوں کی شریعت سے ثابت ہے چنانچہ بخاری ص ۴۷۵ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مکہ میں حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے اور ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔
امام نووی صاحب عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں
هذا الحديث مشتمل علی كثير من الفوائد و منها استحباب رفع اليدين

فی الدعاء النبی

ادب المفرد میں ہے ص ۸۹ عن عکرمة عن عائشة انه سمعه منها انها رأت النبی ﷺ یدعوا رافعا یدیه یقول اللهم انا بشر فلا تعاقبنی ایما الرجل من المومنین اذیته او شتمته و لا تعاقبنی فیه ۔

و عن ابی هریرة قال قدم الطفیل بن عمر الدوسی علی رسول الله ﷺ قال یا رسول الله ان دوسا عصت و ابت فادع الله علیها فاستقبل النبی ﷺ القبلة و رفع یدیه فظن الناس انه یدعوا علیهم فقال اللهم اهد دوسا و ات بهم (هکذا فی فتاوی نذیریه)

(,, اخبار اھلحدیث دھلی،، ۱۵ مارچ ۱۹۵۳ء بحوالہ ,, فتاوی علمائے حدیث،، جلد ۳ صفحہ ۱۴ تا ۱۶)

اسی اخبار اہلحدیث میں ہے

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگی ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے، حافظ ابو بکر بن السنی نے فرمایا ہے۔ عن الاسود الا عامری عن ابیه قال صلیت مع النبی ﷺ الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه و دعا رواه ابی شیبة فی مصنفه اور حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب فض الوعاف احادیث رفع الیدین فی الدعا میں روایت کیا ہے محمد بن یحیی اسلمی سے کہ رسول اللہ ﷺ نہیں اٹھاتے تھے ہاتھوں کو دعا میں مگر جب فارغ ہوتے نماز سے اور کہا کہ اس حدیث کے جتنے راوی ہیں سب ثقہ ہیں۔ عن محمد بن یحیی الاسلمی قال رایت عبد الله بن الزبیر و رأ رجلا رافعا یدیه قبل ان یفرغ من صلوته فلما فرغ منها قال ان رسول الله ﷺ لم یکن یرفع یدیه حتی فرغ من صلوته رجاله ثقات

نیز ابو داؤد میں ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تو سوال کرے اللہ تعالی سے سوال کر اندرونی ہتھیلیوں سے اور نہ سوال کر اس سے الٹے ہاتھوں کے ذریعہ عن مالک بن یسار قال رسول الله ﷺ اذا سالتم الله فاسئلوه ببطون اکفکم و لا

تسئلوه بظهورها وفي رواية ابن عباس سلوا لله ببطون اكفكم ولا تسئلوا بظهورها فاذا فرغتم فامسحوبها وجوهكم رواه ابو داؤد اورترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ہاتھ دعا میں اٹھاتے تو نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ مسح کرتے اپنے منہ کو۔ عن عمر قال كان رسول الله ﷺ اذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه رواه الترمذي اور نیز مشکوۃ ص ۱۸۷ میں ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب بندہ ہاتھ اٹھا کے دعا کرتا ہے تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ کو خالی پھیرے عن سلمان قال قال رسول الله ﷺ ان ربكم حي كريم يستحي من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفرا رواه الترمذي و ابو داؤد والبيهقي في الدعوات الكبير۔

علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا پہلی شریعتوں سے بھی ثابت ہے چنانچہ بخاری ص ۴۷۵ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ کو میدان مکہ میں چھوڑ کر چلے اور ثنیہ کے پاس پہنچے تو قبلہ کیطرف منہ پھیر کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، امام نووی صاحب عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں ,,هذا الحديث مشتمل على كثير من الفوائد منها استحباب رفع اليدين في الدعاء انتهى اور ادب المفرد کے ص ۸۹ میں ہے عن عكرمة عن عائشة انه سمعه منها انها رايت النبي ﷺ يدعوا رافعا يديه يقول اللهم انما انا بشر فلا تعاقبني ايما رجل من المومنين اذيته شتمته فلا تعاقبني فيه و عن ابي هريرة قال قدم الطفيل بن عمرو الدوسي على رسول الله ﷺ فقال يا رسول الله ان دوسا عصت و ابت فادع الله عليها فاستقبل رسول الله ﷺ القبلة و رفع يديه و ظن الناس انه يدعوا عليهم فقال اللهم اهد دوسا وائت بهم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون طریقہ ہے اور اگر زیادہ تحقیق دیکھنی ہو تو تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص ۲۴۳ تا ۲۴۶ پر اور رسالہ فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء للسیوطی ملاحظہ فرمائیں۔

(اخبار اہلحدیث دہلی یکم دسمبر ۱۹۵۳ء بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۲۱۶ تا ۲۱۷)

اور اسی اخبار اہلحدیث میں ہے

سوال: کیا صحابہ کرام نے بھی سلام پھیرنے کے بعد دعاء مانگی ہے؟

جواب: جب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو صحابہ کرام بھی اس پر عامل ہوں گے۔

(اخبار اہلحدیث دہلی یکم دسمبر ۱۹۵۳ء بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۲۱۷)

"غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے۔ کتاب عمل الیوم واللیلہ لابن السنی میں ہے۔ حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید الباسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی ﷺ انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ دبر کل صلوۃ ثم یقول اللھم الھی و الہ ابراھیم و اسحق و یعقوب و الہ جبریل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنا الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزو جل ان لا یرد یدیہ خائبتین۔ یعنی انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے پھر کہے اللھم الھی والہ ابراہیم الخ تو اللہ تعالی اس کے دونوں ہاتھوں کو نامراد نہیں پھیرتا۔" اس حدیث سے ثابت ہوا، کہ بعد فرض نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے ۔اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عبد العزیز بن عبد الرحمٰن اگر متکلم فیہ ہے۔ جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس کا متکلم فیہ ہونا ثبوت جواز و استحباب کے منافی نہیں ہے، کیونکہ حدیث ضعیف سے جو کہ موضوع نہ ہو استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔ قال فی فتح القدیر فی الجنائز والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع الخ

تفسیر ابن کثیر میں ہے: قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا ابو معمر المقری حدثنی عبد الوارث حدثنا علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ رفع یده بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم خلص الولید بن الولید و عیاش بن ابی ربیعة و سلمة بن هشام و ضعفة المسلمین

الذین لا یستطیعون حیلة و لا یهتدون سبیلا من ایدی الکفار ذکره الحافظ ابن کثیر فی تفسیر ایة الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا . یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد سلام پھیرنے کے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا، اور آپ قبلہ رو تھے پس کہا، اللهم خلص الولید بن الولید الخ اس حدیث کے راویوں میں علی بن زید ہے، جس کو حافظ ابن حجر نے تقریب میں ضعیف کہا ہے، لیکن اس کا ضعیف ہونا ثابت جواز و استحباب کے منافی نہیں ہے۔ کما مر، مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن الاسود بن عامر عن ابیه قال صلیت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه و دعا الحدیث یعنی عامرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی، پس جب آپ نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منحرف ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا کی۔ ان احادیث سے بعد نماز فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً فعلاً آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ حرره العاجز عین الدین عفی عنه ، سید نذیر حسین

(فتاوی نذیریہ ۱/۵۶۴ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۲۱۸)

اسی فتاوی نذیریہ میں ایک سوال کے جواب میں فارسی میں بھی کلام کیا گیا ہے جو کہ اس کی نسبت مختصر ہے اور اسی سے ملتا جلتا ہے اور اس پر تصدیق کرنے والے مندرجہ ذیل غیر مقلدین ہیں۔

سید شریف حسین۔ سید محمد نذیر حسین۔ حسبنا حفیظ اللہ۔ محمد عبد الرب۔ سید احمد حسین

اسی فتاوی نذیریہ میں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست ہے یا کہ بدعت، زید کہتا ہے، کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے بینوا توجروا۔

الجواب: صاحب فہم پر مخفی نہ رہے، کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ومستحب ہے۔اور زید مخطی ہے۔عن انس عن النبی ﷺ انه قال ما من عبد بسط كفيه فی دبر كل صلوة ثم يقول اللهم الهی و اله جبرئيل و ميكائيل و اسرافيل اسئلک ان تستجيب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دينی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسكن الا كان حقا علی الله عزو جل ان لا يرد يديه خائبين رواه الحافظ ابو بكر بن السنی ۔ عن الاسود العامری عن ابيه قال صليت النبیﷺ الفجر فلما سلم انحرف و رفع يديه و دعا الخ رواه الحافظ ابو بكر بن ابی شيبة فی مصنفه اور حافظ جلال الدینؒ نے اپنی کتاب فض الوعا فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیا ہے۔محمد بن یحیی اسلمی سے، کہ رسول اللہ ﷺ نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دعا میں مگر جب فارغ ہوتے نماز سے اور کہا ہے، اس حدیث کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں۔ عن محمد بن يحی الاسلمی قال رأيت عبد الله بن الزبير و رای رجلا رافعا يديه قبل ان يفرغ من صلوته فلما فرغ منها قال ان رسول الله ﷺ لم يكن يرفع يديه حتی يفرغ من صلوته و رجاله ثقات اور نیز ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کہ جب سوال کرو اللہ تعالی سے تو سوال کرو بطون کف اپنے کیساتھ اور نہ سوال کرو اس سے ساتھ ظہور کف اپنے کے۔ عن مالک بن يسار قال قال رسول الله ﷺ اذا سألتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسئلوه بظهورها فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهه رواه ابو داؤد. اور ترمذی میں ہے، کہ رسول اللہ ﷺ جب ہاتھ دعا میں اٹھاتے تو نہیں چھوڑتے تھے یہاں تک کہ مسح کرتے

اپنے منہ کو۔ عن عمر قال کان رسول الله ﷺ اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه.

رواہ الترمذی اور نیز مشکوۃ کے صفحہ ۱۸۷ میں ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب بندہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے، تو اللہ شرم کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی پھیر دے۔ عن سلمان قال قال رسول الله ﷺ ان ربكم حی کریم یستحی من عبده اذا رفع یدیه ان یردهما صفرا رواه الترمذی و ابو داؤد والبیهقی فی الدعوات الکبیر. علاوہ اس کے دعا میں ہاتھ اٹھانا شریعت من قبلنا سے بھی ثابت ہے چنانچہ بخاری صفحہ ۴۷۵ میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب ہاجرہ کو چھوڑ کر چلے، پھر ثنیہ کے پاس پہنچے، تو قبلہ کی طرف منہ پھیر کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی، امام نووی صاحب عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں هذا الحدیث مشتمل علی کثیر من الفوائد ومنها استحباب رفع الیدین فی الدعاء انتهی اور ادب المفرد کے صفحہ ۸۹ میں ہے عن عکرمة عن عائشة انه سمعه منها انها رأیت النبی ﷺ یدعوا رافعا یدیه یقول اللهم انما انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین اذیته او شتمته فلا تعاقبنی فیه. و عن ابی هریرة قال قدم الطفیل بن عمرو الدوسی علی رسول الله ﷺ فقال یا رسول الله ان دوسا عصت و ابت فادع الله علیها فاستقبل رسول الله ﷺ القبلة و رفع یدیه فظن الناس انه یدعوا علیهم فقال اللهم اهد دوسا وائت بهم۔ پس ان احادیث سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون طریقہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، حررہ محمد عبدالغفور عفی عنہ

سید محمد نذیر حسین، سید محمد عبدالسلام غفرلہ، سید محمد ابوالحسن

(فتاوی نذیریہ ۱/۵۶۶ بحوالہ فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲)

ایک غیر مقلد جناب بشیر الرحمن سلفی لکھتے ہیں

مذکورہ بالا عنوان یعنی فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت

ہے۔ یہ عنوان شیخ الکل فی الکل مجدد عصر شیخ الحدیث والتفسیر بانی تحریک عمل بالحدیث فی الھند حضرت مولانا نذیر حسین دھلوی رحمہ اللہ رحمتہ واسعتہ ۔۔۔کا مقرر کردہ اوران کے فتاوی میں موجود ہے۔(روح عبادت الدعا صفحہ ۱۴)

آگے لکھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱ عن عبد الله ابن الزبير انه راى رجلا رافعا يديه قبل ان يفرغ من صلوته فلما فرغ منها قال ان رسول الله ﷺ لم يكن يرفع حتى يفرغ من صلوته رجاله ثقات .

(تحفته الأحوذی شرح ترمذی شریف صفحه ۲۴۵ جلد ۱ بحواله مجمع الزوائد و معجم الطبرانی . فتاوی ثنائیه صفحه ۵۱۱ جلد ۱)

ترجمہ کرنے کے بعد لکھا،،اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہورہی ہے کہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نبی اکرم ﷺ کی سنت اورروزمرہ کا معمول تھا اگرچہ کسی بھی نماز کے بعد دعا کی جاسکتی ہے مگر فرضوں کے بعد تو قبولیت کا وقت ہے لہذا فرضوں کے بعد تو آنحضرت علیہ السلام ہاتھ اٹھا کر ہی دعا فرمایا کرتے تھے یہ حدیث بالکل صحیح اور قابل اعتبار وثقہ ہے۔

ملحوظہ ! علم قوائد وگرائمر میں لفظ،،حتی،،کا عمل یہ ہے کہ اس لفظ سے پہلے جس طرح کسی چیز کی شدت سے نفی ہوگی (حتی) کے بعد اسی طرح اس فعل کا اثبات ہوگا اس کی مثال قرآن مجید میں ہے ان طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره یعنی تیسری طلاق کی صورت میں عورت کسی اور مرد سے نکاح کرنے سے پہلے اپنے خاوند پر حلال نہیں ۔۔۔مگر بعد میں حلال ہے۔۔۔یعنی لفظ حتی سے پہلے جس عمل کی نفی ہوگی حتی کے بعد اس کا اثبات ہو گا۔یہاں بھی فراغت نماز سے پہلے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے مگر فراغت کے بعد نبی اکرم ﷺ ضرور اٹھاتے تھے۔۔۔کا مفہوم ہے۔۔۔۔

ایک مقام پر لکھا،،اس حدیث میں نماز فجر کے بعد آنحضرت کا ہاتھ اٹھا کر دعا فرمانا ثابت ہو رہا ہے۔یہ حدیث بالکل واضح طور پر آنحضرت کی سنت اور عمل روزمرہ کی نشان دہی کررہی

ہے۔اس مسئلہ میں اب کوئی ابہام، الجھن اور کوئی شک وشبہ باقی نہیں ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت رسول اکرم علیہ السلام ہے۔(ایضا صفحہ ۱۶۔۱۷)

مزید لکھا، لہذا مقام دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت رسول اکرم علیہ السلام ہے۔ ناظرین! وتر کی دعائے قنوت میں بھی صرف آداب دعا کی وجہ سے ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ ورنہ حدیث میں اس کا کوئی ثبوت ذکر نہیں ہوا۔لہذا دعا میں ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں شامل ہے۔ ورنہ وتروں میں بھی نہ اٹھائے جائیں۔(ایضا صفحہ ۱۸)

مزید لکھا۔اعلام حق کسی ایک نماز کے بعد بغیر دعا کے اٹھ جانا رسول اللہ سے ثابت،،(۱) بجز صلوۃ خوف،، نہیں اس سلسلہ میں کوئی ضعیف۔مرسل۔موضوع حدیث بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔حق یہ ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی احادیث، نبی اکرم کا طرز عمل اور آپ کی سنت تو معلوم۔۔۔مگر اس کے خلاف کہ نبی رحمت علیہ السلام بغیر دعا کے اٹھ گئے ہوں۔ان الفاظ کی صراحت کسی طرح بھی کہیں نہیں مل سکتی۔ان احادیث ثابتہ صحیحہ پر اعتراض کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ ان کے حق میں تو کہیں سے ایک لفظ نہیں مل سکتا۔

حضرات! صرف ثابت شدہ حقائق پر اعتراض سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا اس کے لئے ایجابی دلائل بھی ہونے چاہیں۔جو منکرین دعا کے پاس نہیں ہیں۔یہ میرا چیلنج ہے کہ وہ نہ دعا کرنے کی ایک حدیث بھی نہیں لا سکتے! اگر ان کے پاس کوئی حدیث ہے تو،، ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین.

(ایضا صفحہ ۱۹۔۲۰)

مزید لکھا کہ

بے دعا مولویوں کو چیلنج

پورے ذخیرہ احادیث میں دعا، دعا کی اہمیت، دعا کے اوقات، دعا کی ترغیب، دعا نہ کرنے کی قرآنی تحدید وترھیب (قل ما یعبوا الخ) دعا کے الفاظ، ہر نماز کے بعد دعا کی احادیث کثیرہ اور فجر ومغرب کے بعد بالخصوص ذکر ودعا کا ایک ذخیرہ۔۔۔یہ دعا کرنے کے متعلق منہ بولتے مثل آفتاب دلائل موجود ہیں۔۔۔مگر دعا نہ کرنے کی بالخصوص نماز کے بعد بے

دعا بھاگ کھڑے ہونے کی ایک بھی حدیث ذخیرہ احادیث میں موجود نہیں ہے۔ اگر سلسلہ میں کوئی ضعیف، مرسل بلکہ موضوع حدیث بھی تلاش کئے نہیں ملے گی۔ کوئی بے د مولوی ہمارے اس چیلنج کا جواب دے۔ (ایضا صفحہ ۳۸)

ایک غیر مقلد کی کتاب ,,فرض نماز کے بعد دعا کی اہمیت،، پر غیر مقلدین کی تقریزات لکھی گئی ہیں ان میں غیر مقلدین کے مولوی نے نفل یعنی نماز کے بعد دعا کرنا کے جواز میں لکھا ہے ان میں مندرجہ ذیل غیر مقلد مولوی شامل ہیں

(۱) مولوی اسحٰق بھٹی (۲) مولوی محمد یحیٰ عزیز میر محمدی (۳) مولوی معین الدین لکھوی
(۴) مولوی سلیم اللہ عزیز اعوان (۵) مولوی عبدالحلیم (۶) مولوی عبدالرشید
(۷) مولوی عثمان مدنی (۸) مولوی عبدالحمید (۹) مولوی خالد گرجاکھی
(۱۰) مولوی محمد حسین مدنی (۱۱) مولوی عبدالرحمٰن واصل۔

اختصار کی پیش نظر ہم انہیں پر اکتفاء کرتے ہیں ورنہ بے شمار اور دلائل اور غیر مقلدین کے حوالہ جات موجود ہیں۔ آخر پر ہم غیر مقلد مولوی بشیر الرحمٰن کی کتاب کے صفحہ ۵ کا عکس پیش کرتے ہیں۔ تا کہ ان غیر مقلدین کو جو کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں کرتے معلوم ہو جائے کہ ان کی نمازیں ہی بالفاظ مولوی بشیر الرحمٰن بے کار عبث اور فضول ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے کہ ہم اس کی بارگاہ میں اپنی التجاؤں کو پیش کرتے رہیں۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ۔



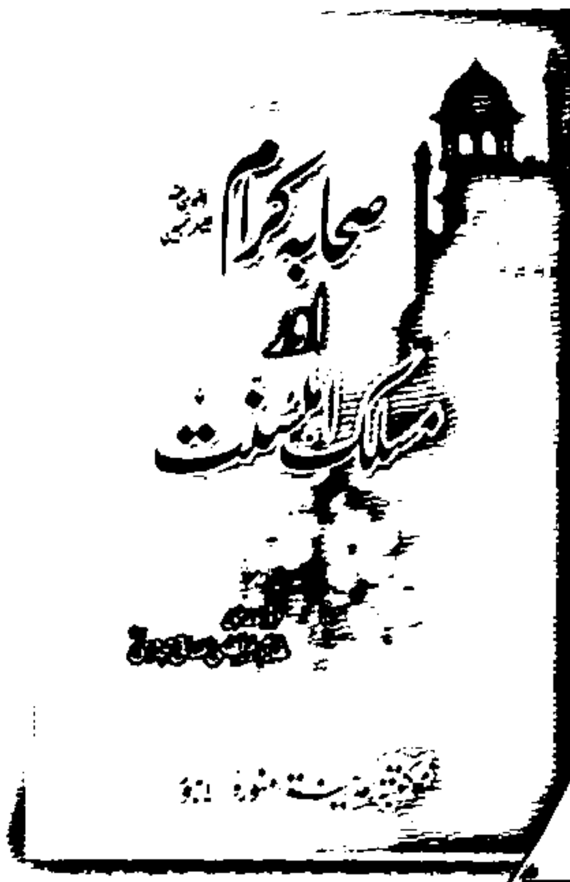












مکتبۃ المدینۃ المنورہ
مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور
0300-6522335